

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ



# دینِ فطرت

از رشحاتِ قلم

خطیبِ اہلسنت حضرت مولانا محمد صدیق نقشبندی ملتانی

ناشر

مکتبہ فریدیہ جناح روڈ ساہیوال

# انتساب

میں اپنی اس حقیر پیشکش کو انسانیت کے مونس و غمخوار مدینے کے ناچار ابرار ربانی کے رازدار آقا سے نامدار، حبیب کردگار، محبوب پروردگار خدا کی خدائی کے خدا کی غطا سے مالک فخر، رسول محترم، شفیع معظم، نبی مکرم، نور مجسم، شان خداوندی کے مظہر اتم، آفتاب عرب عجم، خالق کائنات کے محبوب طالب و مطلوب، دانائے کل عیوب، منزہ عن العقاب والعیوب، دعائے خلیل پیغمبر جلیل، مخدوم جبریل، خدا کی دلیل صاحب قرآن، رب کی برهان، کامل انسان، مالک جنان، محترم حور و غلمان، سراج منیر، بلجائے غریب و امیر، ماوائے پر تقصیر، شافع صغیر و کبیر، نوید مسیحا، شمس الانبیاء احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ بکس پناہ میں پیش کرنا ہوں۔

جنہوں نے انسانیت کو صداقت، عدالت، ثنافت، سخاوت، رافت اور اخوت کا درس دے کر بام عروج تک پہنچایا۔ جہالت، کفر و شرک اور نفاق کی گھاٹوں پر تاریکیوں سے نجات بخشی، علم و عرفان، ایمان اور ایقان کی دولت سے مالا مال کیا۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

بندہ اتم

محمد صدیق نقشبندی ملتانی

# فہرست مضامین

صفحہ	نمبر شمار	مضامین	نمبر شمار	مضامین
۱	۱۷	۱۷- شرک	۱	۱- افتتاحیہ
۲	۱۸	۱۸- صبر و شکر	۲	۲- دعویٰ
۳	۱۹	۱۹- نماز		<b>باب دوم</b>
۴	۲۰	۲۰- زکوٰۃ	۳	۳- حقوق انفس
۵	۲۱	۲۱- روزہ	۴	۴- صفائی
۶	۲۲	۲۲- حج	۵	۵- لباس
۷	۲۳	۲۳- قربانی	۶	۶- خوراک
۸	۲۴	۲۴- حضرت اسماعیل کے واقعہ قربانی	۷	۷- معاش
۹	۲۵	۲۵- قرآنی کی اقسام	۸	۸- زوجیت
۱۰	۲۶	۲۶- توکل	۹	۹- آداب نکاح
		<b>باب چہارم</b>	۱۰	۱۰- ترقی جاہ
۱۱	۲۷	۲۷- حقوق العباد	۱۱	۱۱- تحصیل علم
۱۲	۲۸	۲۸- حقوق رفعتوں	۱۲	۱۲- نیند
۱۳	۲۹	۲۹- حقوق والدین	۱۳	۱۳- تفریح
۱۴	۳۰	۳۰- حقوق زوجین		<b>باب سوم</b>
۱۵	۳۱	۳۱- پردہ	۱۴	۱۴- حقوق اللہ
۱۶	۳۲	۳۲- پردے پر اعتراضات	۱۵	۱۵- پابندی احکام
۱۷	۳۳	۳۳- حقوق اولاد	۱۶	۱۶- جہاد

نمبر شمار	مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۳۴	حقوق اقارب	۱۰۵	۴۷	امام شافعی کا دہریوں کو جواب	۱۵۴
۳۵	احباب و ہمسایگان کے حقوق	۱۰۶	۴۸	خدا کے وجود کے عقلی دلائل	۱۵۴
۳۶	راعی و رعایا کے حقوق	۱۰۸	۴۹	اسلام کی انقلابی اہمیت	۱۵۷
۳۷	وطن کے حقوق	۱۱۰	۵۰	دنیا میں اسلام کیسے پھیلا؟	۱۶۲
	<b>بابت پنجم</b>		۵۱	اسلام عالمگیر مذہب ہے۔	۱۷۴
۳۸	اخلاق	۱۱۲	۵۲	اکمال دین	۱۷۶
۳۹	حفاظت جان	۱۱۲	۵۳	دعویٰ عالمگیری	۱۷۷
۴۰	حفاظت جانیداد	۱۱۵	۵۴	رحمتہ للعالمین	۱۸۰
۴۱	حفاظت آبرو	۱۱۷	۵۵	مخفویت	۱۸۱
۴۲	عام امور متعلقہ اخلاق	۱۲۰	۵۶	مخفولیت	۱۸۲
۴۳	اخلاق اور محبت الہی	۱۲۵	۵۷	اعتدال اور توازن	۱۸۳
۴۴	تعلیم اخلاق کے طریقے اور اسلوب	۱۲۷	۵۸	جامعیت	۱۸۴
۴۵	اسلام میں خدا کا تصور	۱۳۷	۵۹	اسلام کا تصور قانون	۱۸۵
۴۶	امام ابوحنیفہ کا ایک دہرے سے مناظرہ	۱۵۳			

مرکزات رجسٹرڈ نمبر ۱۱۰۲  
 بازار المظاہر  
 کتاب نمبر ۱۶۶  
 ۱۱۰۲

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْحَمْدُ لِلَّهِ وَكَفَى وَسَلَامٌ عَلَى حَبِيبِهِ الَّذِي اصْطَفَى

## دِينِ فِطْرَتِ

### بَابِ أَوَّلِ

## اِفْتِتَاحِيَّةٌ

یہ بات تاریخی مسلمات میں سے ہے کہ ظہور اسلام کے وقت ساری دنیا  
بداخلاقی اور بے حیائی کے کمال کو پہنچ چکی تھی۔ یورپ میں قرنہائے تاریخی کا آغاز تھا  
اور ایشیا میں بدھ مذہب کا انتہائی انحطاط افریقہ درندہ صفت وحشی انسانوں سے  
معمور تھا جنوبی و شمالی امریکہ ارض قدیم کی نظروں سے مستور تھا۔

اگر مختلف ممالک کی اخلاقی حالت کا ایک دوسرے سے مقابلہ اور موازنہ کیا جائے  
تو فوراً پتہ لگ جائیگا کہ عرب فواحش و منکرات میں ہر اک سے گوٹے سبقت لے گیا تھا  
تمام اہل عرب سرف ایک بات پر متفق تھے کہ وہ بنی نوع انسان کا افضل ترین گروہ ہیں  
چنانچہ اس نخوت و تکبر کا یہ اثر تھا کہ وہ اپنے مقابلے میں تمام دنیا کو یوشیوں کی طرح بے زبان

اور گونگا سمجھتے تھے اور عجم کے نام سے پکارتے تھے۔

اندرون ملک باہمی تنازعات کا یہ حال تھا کہ ہر برادری کا الگ الگ سردار تھا ہر گروہ کا جدا جدا خدا، ہر قبیلہ کی علیحدہ علیحدہ طرز معاشرت تھی اور اس نفاق و شقاق کی نوبت یہاں تک پہنچی ہوئی تھی کہ ایک قبیلہ دوسرے کا جانی دشمن تھا اور ایک سردار دوسرے کے خون کا پیسا نظر آتا تھا ان کی تحریر و تقریر اگر تھی تو صرف اتنی کہ اپنی بڑائی کو حریف کے مقابلے میں شد و مد اور فخر و مبالغات سے بیان کیا جائے اور فریق مخالف کی توہین میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہ کیا جائے۔

فصاحت کا تھا استعمال سچا اور خود ستائی میں

نظر میں کوئی جھٹا ہی نہ تھا ساری خدائی میں

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے کے بعد زمانہ نے طرح طرح سے رنگ بدلا وقت

گزر ا صدیاں بیتیں اور عمر کا مسافر کہیں سے کہیں پہنچا نیک و بد کی تیز ختم ہو گئی خانہ کعبہ بتوں سے بھر پور ہو گیا خدا کی پرستش کا جذبہ دلوں سے مٹ گیا محو ہو گیا ہر سمت ہر گھر ہر محلہ اور ہر بازار سے شرک کی صدائیں بلند ہوئیں۔

عرب میں ہر طرف تھا دور دورہ بت پرستی کا

کوئی اندازہ کر سکتا ہے ان لوگوں کی پستی کا

عرب کی وہ سرزمین جو انبیاء کا گہوارہ تھی جس نے بڑے بڑے جلیل القدر پیغمبروں کے

قدموں کو بوسہ یا نفس پرستی کا شکار ہو گئی قتل و خونریزی کا بازار گرم انسان اور انسان کے درمیان

نصادم تھا جنگ و جدال اور لوٹ مار کا دور دورہ تھا۔ شراب، زنا اور جوئے سے ترکیب پانے

والی جاہلی ثقافت زوروں پر تھی۔ انسانیت کا وقار تباہ و تاراج ہو گیا تھا ظلم و ستم انسانیت کا

شیوہ بن چکا تھا۔ طاقتور کمزور کو دو ٹوٹ کر غریب کو صاحب اختیار لاچار کو اور تند رست بیمار

کو تیار کرتا تھا۔ بار بار ہاتھ مٹا رہا تھا اور فنا کر رہا تھا مکہ اور طائف کے امراء نے سود کے حال

پھیلا رکھے تھے غلام سازی کا منحوس ادارہ دھڑلے سے چل رہا تھا۔ قریش مکہ نے مشرکانہ مذہبیت کے ساتھ کعبہ کی مجاوری کا کاروبار چلا رکھا تھا ان کے ہاں آداب کا نشان ناپید مروت ختم، محبت فنا، حیا مفقود نظر آتی تھی۔

کوئی معیار ہی باقی نہ تھا شرم و شرافت کا  
کہ رتبہ بھیڑ بگری سے بھی کم تھا ایک عورت کا

انغرض زبردست کی شہنشاہی کمزور کی رسوائی اور تباہی کے سامان مہیا تھے دورِ وحشت کی تائب رات چھائی ہوئی تھی۔ تمدن کی صبح ابھی تک جلوہ گر نہ ہوئی تھی۔ ملک میں کوئی قانون اور قاعدہ نہیں تھا جہالت اور حماقت کا ایک دریا موجزن تھا جس نے پورے ملک کو اپنی پیٹ میں لیا ہوا تھا خود غرضی، مکر و فریب اور نفس پرستی کی کھٹا ہر طرف چھائی ہوئی تھی عورت کو ذلیل و حقیر جانور سمجھا جاتا تھا اس سے نہ کوئی مشورہ نہ صلاح نہ نکاح نہ بیاہ نہ کوئی عزت نہ وقار بلکہ ناجائز طور پر اپنے قبضہ تصرف میں رکھا جاتا تھا جبر و تشدد کے کانٹوں سے کشتی انسانیت کا دامن اس قدر داغدار اور ملوٹ ہو چکا تھا کہ باد نسیم بھی وہاں قدم دھرنے سے گریز کرتی تھی۔ ایمان کی دولت لٹ چکی تھی، عدل و انصاف صفحہ ہستی سے محو ہو چکا تھا معصوم بچیاں جیتی جاگتی ہنسی بولتی زندہ درگور کر دی جاتیں غرضیکہ اس سرے سے اس سرے تک تمام عربستان مصائب و آلام کا میدان بنا ہوا تھا۔

اسی طریق پر گزارا کرتے ہوئے اہل عرب کو صدیاں گزر چکی تھیں اتنی صدیاں کہ کتب سیر سے یہ پتہ چلنا محال ہے کہ اس حالت سے قبل ان کی زندگی کا دستور فعل کیا تھا بڑے بڑے محققین اور مورخین کا اس پر ذرا اختلاف نہیں کہ عرب کے قبائل میں اتحاد و اتفاق جمعیت و قوت اور مواخات و مساوات کا پیدا کرنا بظاہر ناممکنات سے تھا۔

لیکن چند سال بھی گزرنے نہ پائے کہ مقدس مذہب اسلام نے اس ناممکن کو ممکن کر دکھایا اور عرب کی اس طرح کا یا پلٹ دی کہ جہاں صدیوں سے دلوں میں کینہ و بغض اور حسد و عداوت

نے گھر کر رکھا تھا وہاں اسلام کے بے عدیل اور بے مثیل اصولوں نے ان کے دلوں پر ایسا گہرا اثر کیا کہ قبائل کی باہمی رقابت کا خیال نقش بر آب کی طرح مٹا دیا اور تمام اہل عرب ایک دوسرے کے بھائی بن گئے اور اخوت اسلامی کی جڑیں اتنی مضبوط ہو گئیں کہ اعلیٰ سے اعلیٰ عرب ادنیٰ سے ادنیٰ عرب پر جان فدا کرنے لگ گیا۔ اسی پر بس نہ تھی بلکہ غیر عربوں کی جو اہل عرب کی نگاہ میں جتنے نہ تھے نہ صرف برابری تسلیم کی گئی بلکہ بعض حالات میں ان کو فوقیت کا دعویٰ ماننا پڑا یہاں تک کہ یونان و ایران کے نازک اندام تو کجا ملک حبش کے سیاہ فام بھی واجب الاحترام سمجھے جانے لگے۔

قصہ مختصر اس تعلیم کی اشاعت کا یہ نتیجہ ہوا کہ بنی آدم خواہ کسی خطر ارض سے وابستہ ہوں برابر کے انسان سمجھے گئے اور حقوق العباد ہر جگہ مساوی قرار پائے جو عجوبہ پسند طبیعت کے انسان معجزات کی ٹوہ میں لگے رہتے تھے انہوں نے ظہور اسلام ہی کو حجرہ سمجھ لیا جو درحقیقت دست تھا تاریخ عالم میں اس امر کا جواب قطعی نفی میں ملتا ہے کہ سوائے حضرت محمد مصطفیٰ اصلی اللہ علیہ وسلم کے کسی اور ہستی نے ابتداء سے آفرینش سے لیکر آج تک کوئی اتنا عظیم الشان اور پائندہ معجزہ دکھلایا ہو لہذا ضروری ہوا کہ ہم اسلام اور اس کی تعلیمات کا بغور مطالعہ کریں اور ان اسباب کے سمجھنے کی کوشش کریں جو اس لاثانی معجزہ کے اظہار کا موجب ہوئے۔

اس سے آگے ہمیں یہ نظر آتا ہے کہ عرب کے وحشی اسی تعلیم پر عمل کرنے سے نہ محض دنیا جہان کے بادشاہ ہوئے بلکہ انسانوں کو تاریکی اور ظلمات کے گڑھوں سے نکال کر نور حقانیت کی روشنی لانے میں یہی کامیاب ہوئے اور دوبارہ اٹالیان کرۃ ارض کو لکھنا پڑنا کھانا پینا اور دیگر اخلاق حسنہ سکھا کر ترقی کی اعلیٰ ترین منزل تک پہنچانے کے باعث ہوئے مہذب دنیا ان احسانات کی آج تک معترف ہے اور تا ابد رہے گی۔

انسوس! دورِ جاغرہ کے ناخلف جانشینان اسلام نے اپنے دین کی پاک تعلیم کو بھلا دیا اور آج اتنے شرمندہ و رسوا اور ذلیل و خوار ہوئے کہ اسلام ہی ان کا ماتم کرتا اور ان کے اعمال



پر نام ہے۔

وہ معزز تھے زمانے میں مسلمان ہو کر

اور ہم خوار ہوئے تارک قرآن ہو کر

اگر اب بھی اہل جہاں اپنی کج فطرتی کو چھوڑ کر ان زریں اصولوں کی پیروی پر کمر بستہ ہو جائیں

جو قانون فطرت یعنی اسلامی تعلیم کا حاصل ہیں تو دنیا بہشت ہو جائے۔ سکون و اطمینان کی

دولت میسر آجائے انسانیت کو عروج حاصل ہو جائے۔

## (۲) دعویٰ

خدا تعالیٰ نے قرآن مجید کے اندر ارشاد فرمایا۔

فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ  
عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقِيمُ وَلَكِنَّ  
أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۝

ترجمہ: اے رسول آپ دین حنیف پر قائم ہو جائیں کیونکہ یہ دین عین اس

فطرت کے مطابق ہے جو لوگوں کی سرشت میں داخل ہے اور جو بات اللہ

تعالیٰ نے کسی کی سرشت میں رکھ دی اس میں تبدیلی ناممکن ہے یہی راست

اور نچتہ مذہب ہے مگر بہت لوگ ایسے بھی ہیں جو اس سے بے خبر ہیں۔

دوسرے الفاظ میں اسلام کا دعویٰ ہے کہ فطرۃ ہر شخص مسلمان ہے چنانچہ سرور کائنات

نے اس کی تشریح یوں بیان فرمائی کہ

كُلُّ مَوْلُودٍ يُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَأَبْوَاهُ يَهُودَانِهِ وَيَمَجْسَانِهِ

وَيُنصَرَانِهِ ۝ (ترجمہ) ہر شخص دین اسلام پر پیدا ہوتا ہے لیکن اس کے

ماں باپ اس کو یہودی مجوسی اور نصرانی بنا دیتے ہیں۔  
دیگر آیات جو اس ارشاد کی تشریح میں آئی ہیں ان میں سے چند ایک ذیل میں درج  
کی جاتی ہیں۔

۱۰ فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدْ اِهْتَدَوْا۔ (ترجمہ) لوگ اگر اسلام لے آئیں تو  
یقیناً ہدایت یافتہ ہو جائیں۔

۱۱ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمْ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ  
مُسْلِمُوْنَ۔ (ترجمہ) بیشک اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے دین اسلام  
کو انتخاب فرمایا پس مسلمان ہوئے بغیر نہ مرنا۔

۱۲ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً۔ (ترجمہ)  
اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ۔  
۱۳ وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ۔  
(ترجمہ) اور جو کوئی اسلام کے سوا کوئی دوسرا طریقہ اختیار کرے تو اس کی  
یہ بات قبول نہیں۔

۱۴ وَمَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا مِمَّنْ اَسْلَمَ۔ (ترجمہ) بھلا مذہب کے لحاظ  
سے اس شخص سے بہتر کون ہے جو مسلمان ہو گیا۔

۱۵ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهِ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ۔ (ترجمہ) اور اللہ اور  
اس کا رسول اور مومنین ہی عزت والے ہیں۔

۱۶ الْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتَمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ  
لَكُمْ الْاِسْلَامَ دِيْنًا۔ (ترجمہ) آج ہم نے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تمہاری  
نعمت سے ہمیں پورا پورا مالامال کر دیا ہماری رضامندی یہی ہے کہ اسلام  
تمہارا دستور العمل ہو۔

مندرجہ بالا آیات سے دعویٰ تو صاف عیاں ہے لہذا اسے پیش نظر رکھتے ہوئے یہ معلوم کرنا لازمی ہو گیا ہے کہ کیا واقعی اسلام تمام عیوب و نقائص اور کج رویوں سے مبرا ہے اور اس کے اصول و واقعات اور حقیقت پر مبنی ہیں۔ کیا ان اصولوں کی پیروی فطرت کی پیروی ہے اور اس لئے دنیا کی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں کامیابی اور فائز المرامی کی کفیل ہے؟ ان سوالات کا جواب اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ ایک مسلمان کی زندگی کا دستور العمل ابتداءً سے لے کر منزلِ ممات تک دنیا کے سامنے رکھ دیا جاتے تاکہ لوگ بخوبی اندازہ لگا سکیں کہ اسلام دنیا کو ایسی دعوت اور چیلنج دینے میں کہاں تک درست ہے۔

جہاں تک دنیوی زندگی کا تعلق ہے اسلام اس کا بہترین دستور العمل ہے یہ دین بر پہلو سے کامل و مکمل ہے۔ اسلامی اصولوں کی پابندی کرنے سے انسان دنیاوی زندگی کو اعلیٰ سے اعلیٰ طریق پر بسر کر سکتا ہے۔ اسلام نے حضور علیہ السلام کی زندگی کو بطورِ عملی نمونہ پیش کیا ہے جو آپ کے اسوہ حسنہ کو اپنائے وہ زندگی کے تمام شعبوں میں ترقی کر سکتا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

ترجمہ: یقیناً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم لوگوں کے لئے اسوہ حسنہ ہیں۔

اور یہ اس لئے کہ آپ اول درجہ کے مسلمان تھے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

قُلْ إِن صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ  
لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ

ترجمہ: تم فرماؤ بیشک میری نماز اور میری قربانیاں اور میرا جینا اور میرا مرنا سب

اللہ کے لئے ہے جو رب ہے سارے جہان کا اس کا کوئی شریک نہیں مجھے

یہی حکم ہوا ہے اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں۔

جب دعویٰ کھلے الفاظ میں پیش ہو چکا اور اس کی عملی صورت بھی بوجہ حسن دکھادی

گئی اور اس عامل کامل کی تمام حرکات سکناات کو اچھی طرح محفوظ کر لیا گیا تو پھر دنیا کو اسی اسوہ  
 حسنہ کے ذریعے پکار کر سنا دیا **أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ** اللہ اور رسول کی اطاعت  
 کرو بلکہ اس سے بڑھ کر اس مدعا کے حصول کے لئے اس قدر ترغیب دی کہ دنیا میں بنا لگ دہل  
 اعلان کر دیا کہ **قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ** (ترجمہ) آپ  
 فرما دیجئے کہ اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے نقش قدم پر چلو اللہ تمہیں محبوب بنا لے گا۔  
 دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا **مَنْ يَطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ** جس نے  
 رسول کی اطاعت کی اس نے یقیناً اللہ ہی کی اطاعت کی۔

جب قانون فطرت اور اس کے عملی نمونہ کی فرمانبرداری کا شوق یا جذبہ یہاں تک  
 پہنچ جائے کہ لوگ اس کے مطابق بصد شوق و ذوق عمل کرنے لگ جائیں تو یہ سپردانِ دین  
 فطرت مسلمان کا خطاب پلتے ہیں۔ اور اللہ کے رنگ میں رنگے ہوئے نظر آتے ہیں وہ ہم  
 ایک دوسرے کے بازو ہوتے ہیں مگر جو شخص قانون فطرت کی مخالفت کرے اس کا بائیکاٹ  
 کر دیتے ہیں ایسے متفقہ گروہ کی کامیابی یقینی ہوتی اور کیونکہ انہیں اپنی ذات پر پورا بھروسہ ہوتا ہے  
 اس لئے تائید ایزدی ان کی امداد و نصرت کی ذمہ دار ہوتی ہے اور اللہ کا قانون چل نکلتا ہے  
 اور پابند قانون جماعت انفرادی اور اجتماعی حیثیت میں غلبہ حاصل کرتی ہے اس وقت یہ  
 مژدہ جانفزا ستایا جاتا ہے **وَأَنْتُمْ أَكْأَعْلُونَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ** اور جب تک  
 مسلمان رہو گے غالب رہو گے۔

ایسے افراد دور دور جہاں جائیں لوگوں کے لئے نمونہ ہو جاتے ہیں اور اپنی نگاہ حضور  
 علیہ السلام کے اسوہ حسنہ پر لگائے رکھتے ہیں اس طرح مشیت ایزدی کا منشاء پورا ہوتا چلا  
 جاتا ہے۔ اسی طریق پر جناب رسول مقبول کا عمل رہا اور اسی پر صحابہ کرام سلف صالحین عمل پیرا  
 ہو کر معراج ترقی کو پہنچے یہی طریقہ ہے جس کو نام نہاد مسلمانوں نے اب چھوڑ دیا ہے اور میل و خوار  
 ہوئے یہی دین ہے جس کے بیشتر اصولوں پر جو قومیں کار بند ہیں وہ دیگر اقوام کے مقابلے میں

علوم و تربیت اور رفعتِ منزلت کی راہیں طے کر رہی ہیں اور فتح و نصرت ان کے قدم چومتی ہیں  
 غرض یہ کہ جو زندگی اصولِ فطرت یعنی اسلام کے مطابق ہو وہ افراد و اقوام کے لئے یکساں طور  
 پر نہایت مبارک اور کامیاب اطمینان بخش، خوش کن، راحت افزا اور فائز المرام ہوتی ہے۔  
 یہ زندگی تین حصوں پر منقسم ہے جس میں سب سے اول حقوقِ النفس کا درجہ ہے تاکہ  
 ہر انسان اپنے جسم و جان کو صحیح و تندرست رکھ کر اپنے آپ کو دیگر حصصِ زندگی کے فرائض ادا  
 کرنے کے قابل بنالے اس حالت کے بعد چونکہ سب سے پہلے خالقِ حقیقی کا شکر یہ لازم ہے لہذا  
 پھر حقوقِ اللہ کا ذکر کیا جائیگا اور سب سے آخری لیکن نہایت ہی اہم درجہ حقوقِ العباد ہے جس کی  
 نگہداشت کے بغیر انسان کی زندگی دوزخ کے برابر ہے یہی فطرت نے کامیاب دنیا کے لئے  
 مدارجِ قائم کئے ہیں اور یہی تعلیماتِ اسلام کا سب سے اہم حصہ ہیں۔



# باب دوم

## حقوق النفس

جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے اسلامی عقائد کے مطابق بچہ پیدائش کے وقت سلیم الفطر ہوتا ہے یعنی مسلم ہوتا ہے پھر اس کی تعلیم و تربیت اس پر اپنا رنگ چڑھاتی ہے اور وہ اسی سانچے میں ڈھل جاتا ہے جس میں گرد و پیش کے حالات اس کو ڈھال دیتے ہیں بچہ زیادہ سے زیادہ دو سال شیرخوار رہنا چاہیے اور اس کے بعد اس کو دیگر اغذیہ کی عادت ڈالی جاتی ہے پانچ سال کی عمر میں تعلیم کی ابتداء مستحسن ہے اور سات سال تک وہ اپنے اعمال و افعال کا کسی قدر ذمہ دار قرار دیا جاتا ہے بعد ازاں سن بلوغت تک اسے اپنے ایسے اعمال پر صرف تہنیدہ کافی ہے جو قانونِ فطرت یعنی اسلام کے خلاف ہوں تاکہ اس کی زندگی میں ناخوشگوار حالات پیدا نہ ہوں۔

### ۱۔ صفائی

جو نہی بچہ بالغ ہوا قوم کا ایک ایسا فرد قرار پا گیا جو اپنے کل اعمال و افعال اور سکنات و سکنت کا ذمہ دار ہو اور اس پر سب سے اول حق اپنی جان کی حفاظت کا ہے چنانچہ قرآن شریف میں ہے کہ

لَا يَكْفُرُ اللَّهُ نَفْسًا إِكْرًا وَ سَعَهَا - اللَّهُ كَسَى جَانِ بِرُؤُوسِهِمْ نِجَابًا

جو اس کی برداشت سے باہر ہو۔

اس حفاظت کا بہترین طریقہ صفائی کی عادت ہے اس کے لئے اسلام نے جسم پر کسی

گندگی کے لگ جانے پر بول و براز سے فراغت پانے پر اور نماز کے پڑھنے سے پہلے نہانا  
استنجا کرنا اور وضو کرنا فرض کر دیا چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ  
وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى  
الْكَعْبَيْنِ وَإِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوا۔

(ترجمہ) اے ایمان والو جب نماز کو کھڑے ہونا چاہو تو اپنا منہ دھو لو اور  
کہنیوں تک ہاتھ اور سروں کا مسح کرو اور گھٹوں تک پاؤں دھو لو اور اگر تمہیں  
نہانے کی حاجت ہو تو خوب سترے ہو لو۔

گویا دن میں کم از کم پانچ مرتبہ ہاتھ منہ دھونا دانت اور ناک صاف کرنا اور سر پر پانی ڈالنا  
ضروری ہے اس کے علاوہ ہر جمعہ اور عیدین کو نہانا ضروری ہی نہیں بلکہ بڑے ثواب کا باعث قرار  
دیا گیا چنانچہ حدیث میں آیا ہے۔

مَنْ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَصَلَّى مَا قَدَرَهُ ثُمَّ اتَّصَتَ  
حَتَّى يَفْرُغَ مِنْ خُطْبَتِهِ ثُمَّ يَصَلِّي مَعَهُ غُفْرَانَهُ مَا بَيْنَهُ  
وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الْآخِرَى۔ (مسلم شریف)

(ترجمہ) جس نے غسل کیا اور جمعہ کے لئے آیا اور اپنے حصے کی نماز پڑھی پھر خطیب  
کے خطبے سے فراغت تک خاموش رہا اس کے اس جمعہ اور پہلے جمعہ کے درمیان  
گناہ معاف کر دئے گئے۔

اس کے علاوہ کنگھی کرنا سر میں تیل لگانا پسندیدہ ہے اور دانتوں کو صاف رکھنے کی تو اس  
قدر تاکید ہے کہ جناب رسالت مآب فرمایا کرتے تھے۔

لَوْلَا أَنْ أَشَقَّ عَلَيَّ أَصْحَابِي كَأَمْرَتُهُمْ بِالسُّوَالِكِ عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ  
(ترجمہ) اگر مجھے اپنی امت کی تکلیف کا احساس نہ ہوتا تو ہر نماز کے وقت سوواک

کا کرنا فرض کر دیتا۔

ایک اور حدیث میں ہے اَسْوَاكُ مُطَهَّرَةٌ لِقَوْمٍ مَرْضَاةٌ لِلرَّبِّ۔ یعنی

سواک منہ کی پاکیزگی کا سبب ہے اور پروردگار کی خوشنودی کا باعث۔

ایک روایت میں ہے کہ دس باتیں فطرت سے ہیں یعنی دس دین کی باتیں ہیں (۱) لبوں کے

بال کٹوانا (۲) دائرہ صلی کا پڑھانا (۳) مسواک کرنا (۴) ناک میں پانی ڈالنا۔ (۵) ناخن کٹوانا (۶)

انگلیوں کے جوڑوں کا دھونا (۷) بغل کے بال اکھاڑنا (۸) زیر ناف بالوں کا مونڈنا۔ (۹)

اتعنا میں تھوڑا پانی خرچ کرنا۔ (۱۰) کلی کرنا۔

ایسی طرح وضو کے علاوہ کھانے کے بعد کلی کرنا اور منہ کو اندر سے صاف رکھنا بھی حکماً

ضروری ہے۔ ارشاد ربانی ہے لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ۔ "بیشک ہم

نے انسان کو اچھی شکل میں پیدا کیا۔" اس لئے ہرگز یہ مناسب نہیں کہ انسان اسے ناپاک یا گندہ

رکھنے سے بد صورت بنا دے بلکہ آدیت کے لئے امر اولین یہی ہے کہ اپنی شکل و صورت کو پاک

وصاف رکھا جائے۔

## ۲۔ لباس

جسم کی صفائی کے بعد لباس کی صفائی کا نمبر ہے۔ عربی کی مثل ہے کہ لباس ہی انسان کو

انسان بناتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے يَا بَنِي آدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا

يُوَارِي سَوْآتِكُمْ وَرِثًا (ترجمہ) اے بنی نوع انسان ہم نے تمہارے لئے لباس اتارا

جو تمہاری پردہ پوشی کرے اور باعثِ زینت ہو۔

اس آیت سے صریحاً ثابت ہے کہ لباس ایسا پہننا چاہیے جو استطاعت کے مطابق باعث

عزت ہو۔ لباس کی پاکیزگی اور ستمترا ہونے پر اتنا زور دیا گیا ہے کہ کسی مجمع یا مجلس یا نماز میں جاؤ تو عمدہ

لباس پہن کر جاؤ اور اگر ایسا لباس میسر نہ ہو تو جو دین پر موجود ہے اُسے ہی اچھی طرح دھو کر صاف کر لیا

کر و اور اس کا اتنا خیال رکھا کہ کلام اللہ میں فرما دیا۔



”لباس کے وقت خوب زیب و زینت کا لباس پہنا کرو“

لباس کے متعلق یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ وہ ایسا ہو جو مردوں کو کابل اور آرام طلب نہ بنا دے اور عورتوں کو اکھڑ نہ بنا دے اس لئے صنفِ نازک کے واسطے ریشم، کنجواب وغیرہ نرم سے نرم لباس جائز قرار دئے گئے جو مردوں پر حرام ہوئے۔

لباس میں اسلامی شریعت نے قطع و وضع کی کوئی قید نہیں لگائی البتہ یہ بات لازمی کہ وہی کہ مرد اپنے جسم کو خصوصاً ناف سے لیکر گھٹنوں تک کبھی منگنا نہ کرے اور ایسا ہی عورت کے لئے ناخن پاؤں اور منہ کے سوا کسی حصہ جسم کو کھلا رکھنا جیسا سوزی اور بے غیرتی کا موجب ہوا۔ مگر چونکہ قدرت نے عورت کو مردوں کے لئے باعث عیش و راحت بنایا اس واسطے ان پر ہر قسم کا بناؤ سنگار اور زیورات مباح کر دیئے۔ علاوہ انہیں اس بات کی تاکید کی ہے کہ لباس کبھی گندہ یا میلایا پلید نہ ہو ورنہ اس کا پہننے والا نہ صرف حقوق اللہ کی گہراشت سے قاصر رہیگا بلکہ انسانیت سے عاری سمجھا جائیگا۔ قطع و وضع کی حد نہ لگانے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ہر ملک کے لوگ اپنی آب و ہوا اور اوضاع و اطوار کے مطابق لباس اختیار کر سکیں بشرطیکہ جسم کے وہ حصے ننگے نہ ہوں جن کا چھپانا فرض کر دیا گیا ہے۔

لباس کے سلسلے میں اس بات کا بھی خاص خیال رکھنا چاہیے کہ مرد عورتوں کا سا اور عورتیں مردوں کا سا لباس نہ پہنیں اس طرح مشابہت لازم آتی ہے اور حضور علیہ السلام نے فرمایا عورتوں سے مشابہت کرنے والے مردوں کو اور مردوں سے مشابہت کرنے والی عورتوں کو اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی ہے۔ آجکل کے نوجوان جو نیگین بھر کیلا اور شوخ رنگ کا لباس استعمال کرتے ہیں اور عورتوں کی طرح لمبے لمبے تکیے بال بڑھاتے ہیں یا وہ عورتیں جو اپنے بال کٹواتی ہیں اور مردوں کی طرح سفید لباس پہنتی ہیں رسول کریم کی اس حدیث کی رو سے ملعون ہیں۔ کاش آج کا نوجوان حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کی شکل و صورت اور سیرت و کردار کا آئینہ ہوتا اس کا لباس اسلامی تہذیب و تمدن کا پتہ دیتا لیکن کتنے افسوس کی بات ہے کہ ہمارے ہاں کے اکثر نوجوان ان غیر ملکی اوباش طبع لوگوں کی تقلید کرتے ہیں جو غیر ملکی کلبوں کی پیداوار ہیں یہی حال آج کل کی اکثر نوجوان تعلیم یافتہ لڑکیوں کا ہے کہ وہ عفت آبا خاتون بننے کی بجائے ان عورتوں کے نقش قدم پر چلنا اپنا مقصد حیات سمجھ بیٹھی ہیں جو شب و روز سنیاؤں، کلبوں، قھیٹروں بٹے بڑے ہوٹلوں اور ٹیلیوژن کی زینت بنتی ہیں۔

### ۳۔ خوراک

صحت و تندرستی کو قائم رکھنے کے لئے خوراک از بس ضروری ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اَحِلَّ لَكُمْ الطَّيِّبَاتُ تمہارے لئے تمام پاکیزہ چیزیں حلال کر دی گئی ہیں۔ لہذا تمام سبزیاں، ترکاریاں، گوشت، اناج، لذیذ خوش ذائقہ پھل اور میوے کھانے کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ پینے کے لئے دودھ کی فراوانی کی۔ ارشاد ربانی ہوتا ہے:

نَسَقِيكُمْ مِمَّا فِي بُطُونِهِ مِنْ بَيْنِ فَرْثٍ وَ دَمٍ لَبْنَا حَالِصًا  
سَالِفًا لِّلشَّارِبِينَ

(ترجمہ) ہم تمہیں پلاتے ہیں اس چیز میں سے جو ان کے پیٹ میں ہے گو برا اور خون کے درمیان میں سے خالص دودھ جو گلے میں آسانی سے اترتا ہے، پینے والوں کے لئے۔

صرف ان اشیاء کے خورد و نوش سے پرہیز لازمی قرار فرمایا جن سے جان کے تلف ہو جانے یا مختلف بیماریوں اور متعدی امراض کے پھیلنے کا اندیشہ ہو یا اخلاق انسانی پر برا اثر پڑے مثلاً درندے، مردار اور خنزیر کا گوشت ہر قسم کا بہتا ہوا خون وغیرہ۔

گوشت میں بکرے اور مچھلی کا گوشت خاص طور پر ذکر کیا گیا کہ وہ سب سے زیادہ مزیدار اور خوشگوار ہیں۔ اور ہر جگہ باسانی میسر آسکتے ہیں۔ شکار کردہ پرندوں کے گوشت کی بھی

تعریف فرمائی اور ثمرات کا جو انسان کو فطرۃً مرغوب ہیں چاہے کلام اللہ میں تذکرہ فرمایا۔ اور خرما، انگور، انار، زیتون، سیب اور دیگر تمام پھلوں کو اپنے انعامات میں شمار کر کے ارشاد کیا کہ یہ سب تمہارے کھانے کے واسطے پیدا کئے گئے۔ غرضیکہ ہر قسم کے لذیذ کھانے قسم قسم کے پاکیزہ پھل اور گونا گوں مفرح شربت نفس کا حق ہیں البتہ وہ چیزیں قابل نفیرین ہیں جو بضر صحت ہوں یا جن کے استعمال سے عقل و ہوش کم ہو جانے کا احتمال ہو مثلاً شراب وغیرہ۔

اوپر لکھا جا چکا ہے کہ جان کی حفاظت انسان کا فرض اولین ہے اس واسطے کھانے پینے کی جو چیزیں حرام و ممنوع قرار دی گئی ہیں وہ بھی ایسی حالت میں کہ جان خطرہ میں ہو اور کوئی کھانے پینے کی چیز نہ مل سکے کھانی حلال کر دی گئی ہیں۔

ان ضروری ہدایات کے بعد حکم عام ہے کہ انسانی تندرستی اور جسم و جان کے لئے جو چیزیں مفید ہیں ان کو خوب کھاؤ پیو مگر اسلاف سے روکا گیا کیونکہ تضحیح مال سے معاشیاء پر برا اثر پڑتا ہے۔

## ۴۔ معاش

خوراک و لباس آخر صفت میسر نہیں آتے اور بھیک مانگنا نہایت نامعقول اور مذموم فعل ہے اس لئے نفس کی جائز خواہشات اور ضروریات کو پورا کرنے کے لئے کسبِ معاش کی تلاش از حد ضروری ہے۔ شریعت نے اس کے لئے بڑا وسیع میدان چھوڑ دیا ہے۔ سب سے پہلے زراعت کو لیجئے یہ انسان کو بالکل مستغنی کر دیتی ہے۔ خدا کی زمین میں ہل جوت کر آدمی اپنی محنت سے جو چاہے پیدا کرے، خود کھائے دوسروں کو کھلائے، یہی وجہ ہے کہ زراعت ایک مبارک پیشہ ٹھہرایا گیا ہے۔ اس پیشے میں انسان کے لئے توکل علی اللہ کا درس موجود ہے زمیندار زمین کے اندر بیج ڈال کر اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر کے بیٹھ جاتا ہے پھر خدا تعالیٰ اس کو اس توکل کا صلہ یہ دیتا ہے کہ زمین کی تاریکیوں سے بیج کو نکال کر لہلہاتی کھیتی میں تبدیل کر دیتا ہے بارش برساکر اس کھیتی کی نشوونما کرتا ہے۔

پالتا ہے بیچ کو مٹی کی تاریکی میں کون؟  
 کون دریاؤں کی موجوں سے اٹھاتا ہے سحاب؟  
 کون لایا کھینچ کر چھم سے بادِ سازگار  
 خاک یہ کس کی ہے؟ کس کا ہے یہ نورِ آفتاب  
 کس نے بھردی موتیوں سے خوشہ گندم کی حبیب  
 موسموں کو کس نے سکھلائی ہے خوئے انقلاب  
 (اقبال)

اس کے بعد تجارت کا پیشہ ہے جو اقوام کی ترقی کا سب سے بڑا ذریعہ ہے اور جس کی قرآن مجید میں بار بار تعریف کی گئی ہے اور حلال اشیاء کی تجارت نہ صرف جائز قرار دی گئی بلکہ اس کو مستحسن قرار دیا اس کے بعد صنعت و حرفت اور دیگر ایسے ذرائع معاش ہیں جن سے نئی نوع انسان کو فائدہ آسائش اور آرام پہنچ سکے مثلاً سپہ گری، انجنیئری، تعلیم، وکالت، طباعت، طبابت اور حکمت و کتابت وغیرہ کہ ان میں سے اپنی اپنی طبع کے میلان کے مطابق ہر شخص جو کب چاہے اپنے واسطے انتخاب کر کے اس سے اپنے لئے معاش پیدا کر سکتا ہے اس کے بعد مزدوری اور سب سے آخری درجہ نوکری یا ملازمت ہے جو تحصیل روزگار کا افضل ترین ذریعہ ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ نوکری انسان کی آزادی میں ہی فرق نہیں ڈالتی بلکہ روحانی اور دماغی نشوونما کو بھی روکتی ہے اسی لئے کسی نوکر یا غلام کو اس قدر فارغ البال کر دینا کہ اسے غلامی کی ضرورت نہ رہے اسلام میں ثوابِ عظیم کا کام ہے اور جب تک کوئی شخص ملازم یا نوکر ہے اس کے ساتھ مساوات کا سلوک کرنے کی تاکید آئی ہے۔

اسلام تاکید کرتا ہے کہ آمدنی جائز ذرائع سے حاصل کی جائے وہ اس نفع کو جو حرام ذرائع سے حاصل ہو دوزخ کی آگ قرار دیتا ہے۔ حلال کی طلب اور حرام سے بچنے کی ہدایت کے ساتھ ساتھ ان چیزوں کی نشاندہی بھی کر دی گئی ہے جو حرام ہیں ان میں سے بڑھ کر سود ہے خواہ اس کی کوئی بھی شکل ہو۔

ظاہر میں تجارت ہے حقیقت میں جو ہے  
سود ایک لاکھوں کے لئے مرگِ مفاجات (اقبال)

اسی طرح اسلام آمدنی کے اُن تمام ذرائع کو بند کر دیتا ہے جو غیر منصفانہ ہیں اور جن کی وجہ سے معاشرے میں فساد اور عدم استحکام رونما ہوتا ہے۔ اسلام حلال کے ساتھ ساتھ طیب کی بھی قید لگاتا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے **يَا أَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا** (ترجمہ) اے لوگو! جو چیزیں زمین میں موجود ہیں ان میں حلال پاکیزہ چیزیں کھاؤ۔ مطلب یہ کہ کسی معاش میں محض یہ احتیاط کافی نہیں ہے کہ چیز اللہ کی حرام کی ہوئی اشیاء کی فہرست میں نہ ہو بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ چیز جائز طریقے اور ذریعے سے حاصل کی جائے ورنہ اگر جائز ذریعہ سے حاصل نہ کی جائے گی تو وہ چیز بھی حرام ہی قرار پائے گی اگرچہ وہ بجائے خود حرام کی فہرست میں نہ ہو۔

اے طاہرِ لایہوتی اس رزق سے موت اچھی  
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی (اقبال)

طلبِ حلال کے ساتھ ساتھ اسلام انسان کو جائز مصارف پر دولت خرچ کرنے کی ترغیب بھی دیتا ہے اور امیرات اور حرام کاموں پر خرچ کرنے سے روکتا ہے جس کی وجہ سے دولت کا بے جا استعمال رک جاتا ہے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان کی معاشی زندگی کا معیار بلند ہونے لگتا ہے جب معیار زندگی بلند ہوگا تو اخلاقِ حسنہ، ہمدردی، ایثار، غرباء و مساکین کی امداد، سخاوت اور خیرات جیسی نیکیاں پیدا ہونگی جو انسان کو ہر دلعزیز بنا دیتی ہیں۔ انسان کا وقار بلند ہو جاتا ہے۔ سوسائٹی میں اس کو اچھی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے وہ ملک و ملت کے لئے ایک مفید رکن ثابت ہوتا ہے اُسے وقت میں ملک کی احسن طریقے سے خدمت کر سکتا ہے رفاہ عامہ کے کاموں میں حصہ لے سکتا ہے اپنے قبیلے اور خاندان کی اصلاح کر کے اسے ترقی کی راہ پر چلا سکتا ہے۔

## ۵۔ زوجیت

بالغ مرد اگر قوی تندرست ہو اور اسے کھانے پینے اور معاش کی طرف سے بے فکری حاصل ہو جائے تو نفس کا سب سے بڑا اور فطری حق نکاح ہے حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ جو مرد بیوی کے نان و نفقہ کی توفیق رکھتا ہو اس کے لئے شادی کرنا واجب ہے ورنہ وہ قانونِ فطرت کو توڑنے والا ہوگا۔ شادی کے لئے بالعموم ایک عورت کافی ہے مگر خاص حالات میں بعض اشخاص کو زیادہ سے زیادہ چار بیویوں کے رکھنے کی اجازت ہے۔ چونکہ شادی کی غرض رفاقت اور جانین کا راحت و آرام سے زندگی بسر کرنا ہے اس لئے یہ تعلق اس قدر باعثِ تکلیف نہ ہو کہ کوئی فریق برداشت نہ کر سکے۔ اسی لئے حکم ہے کہ نکاح سے پہلے لڑکے اور لڑکی کی شکل و صورت، علم و فضل، معاش اور خاندانی حالات کو اچھی طرح دیکھ لو۔ تمام حالات کی تحقیق کے بعد اگر باہمی پسندیدگی کا اظہار کیا جائے تو نکاح کر دیا جائے ورنہ احترام مناسب ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے **فَانكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ** یعنی جو عورتیں تمہیں پسند آئیں ان سے شادی کرو۔ مگر عورت مشرکہ اور کافر نہ ہو۔

ان حالات کے بعد بھی بد قسمتی سے اگر کوئی ایسا جوڑا بن جائے کہ ان کی آپس کی موافقت مفقود ہو جائے اور وہ ایک دوسرے کی جان کا وبال بن جائیں تو چار و ناچار علیحدگی اختیار کرنے کی اجازت ہے جسے طلاق کہتے ہیں کیونکہ خدا تعالیٰ کسی جان کو ایسی تکلیف دینا نہیں چاہتا جس کی برداشت کی طاقت اس میں نہ ہو۔

جس طرح بالغ مرد کے لئے نکاح ضروری ہے اسی طرح بالغ عورت کو بھی ہدایت ہے کہ وہ بھی کسی غیر مسلم سے شادی نہیں کر سکتی خواہ وہ کتنا ہی حسین و جمیل اور مالدار کیوں نہ ہو۔ اگر عورت کا خاوند ناقابلِ برداشت ظلم روا رکھے نامرد نکل آئے یا ہمیشہ بیمار رہتا ہو یا کبھی معتدی مرض کا شکار ہو جائے جس سے عورت کی زندگی خراب ہو جانے کا خطرہ لاحق ہو جائے یا اپنی عورت پر زنا کاری کا جھوٹا الزام لگائے تو قاضی یا حاکم کے ذریعے

ان امور میں سے کسی ایک کا ثبوت دے کر علیحدگی حاصل کر سکتی ہے بعض اوقات ایسے حالات بھی پیش آجاتے ہیں کہ متذکرہ بالا شکایات میں سے کوئی شکایت نہ بھی ہو تو باہمی نفاق و شقاق اور طعن و تشنیع سے زندگی تلخ ہو جاتی ہے ایسی حالت میں عورت کو اختیار ہے کہ خانہ کو کچھ دے دلا کر طلاق حاصل کرے۔ اسے طلاق خلع کہتے ہیں۔

جاننا چاہیے کہ نکاح میں سات فائدے ہیں۔

۱۔ اولاد کا ہونا، نیک اولاد والدین کی وفات کے بعد ان کے لئے مغفرت کی دعا کرتے ہیں اور ایصالِ ثواب کے ذریعے ان کو فائدہ پہنچاتے ہیں اور جو چھوٹے بچے مر جاتے ہیں وہ قیامت کے دن والدین کے لئے شفیع ہونگے حضور علیہ السلام نے فرمایا اِنَّ الطِّفْلَ يَأْخُذُ ثَوْبَ اَبُوَيْهِ وَيَجْبُرُ اِلَى الْجَنَّةِ قِيَامَتِ كِى وَنِ جِهَوُطَ بِنِ اِنِ وَاوَدِىنِ كَا وَا مَن يَكُرُ جَنَّتِ مِى كِهِنِجِ لَءِ جَايِنِگِ۔ ايك مقام پر حضور عليہ السلام نے فرمایا جس کے تین بچے مر جائیں اللہ اس کو اپنے فضل سے جنت میں داخل فرمائے گا۔

۲۔ شیطان سے حفاظت، مباشرت کی آرزو میں کمی اور بدنگاہی سے حفاظت، حدیث میں ہے مَنْ تَلَّحَ فَقَدْ حَصَّنَ نَفْسَهُ دِينَهُ، یعنی جس نے نکاح کر لیا اس نے اپنے نصف دین کو قلعہ میں کر لیا۔ ایک حدیث میں ہے جس نے نکاح کیا اس نے شیطان کے شر سے نجات پائی۔ ایک جگہ فرمایا اِنَّ الْمَرْأَةَ اِذَا قَبَلَتْ اَقْبَلَتْ فِي صُورَةِ الشَّيْطَانِ فَاِذَا رَأَى اَحَدَكُمْ اِمْرَاَةً فَاَعْجَبْتَهُ فَلْيَاتِ اَهْلَهُ فَاِنَّ مَعَهَا مِثْلَ الَّذِى مَعَهَا۔ (ترجمہ) جب عورت سامنے آتی ہے تو شیطان کی صورت میں دکھائی دیتی ہے پس جب تم سے کوئی مرد کسی عورت کو دیکھے اور وہ اسے بھلی معلوم ہو تو اسے چاہیے کہ اپنی منگو سے آکر صحبت کرے بیشک اس کی منگو جس کے ساتھ وہی ہے جو اس عورت کے ساتھ ہے۔

ایک اور حدیث میں یوں وارد ہے لَا تَدْخُلُوا عَلٰى النِّسْيَاتِ فَاِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْبُرِي مِنْ اَحَدِكُمْ مَجْبَرِي الدَّمِ۔ یعنی تم جو ان عورتوں کے پاس تنہائی میں نہ جاؤ بیشک

شیطان تمہارے جسم میں خون کی طرح دوڑتا ہے۔

۳۔ قلبی راحت: دل کو عورتوں کے حسن و جمال دیکھنے سے راحت حاصل ہوتی ہے

ارشادِ خداوندی ہے وَمِنْ آيَاتِهِ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لَتَسْكُنُوا اِيَّهَا (ترجمہ) اور اس کی نشانیوں سے ہے کہ تمہارے لئے تمہاری ہی جنس سے جوڑے بنائے کہ ان سے آرام حاصل کرو۔

۴۔ رگھر کی تدبیر اور اس کی آرائش سے فرصت حاصل ہوتی ہے صالح عورت کا گھر میں ہونا

اللہ کی نعمت ہے۔ حضور نے فرمایا ایک صالح عورت ہزار غیر صالح مردوں سے بہتر ہے حضرت فاروق اعظم فرماتے ہیں مَا أُعْطِيَ أَحَدٌ بَعْدَ اَكْرِيْمَانَ بِاللّٰهِ خَيْرٌ مِّنْ اِمْرَاةٍ صَالِحَةٍ ايمان کے بعد اللہ نے صالح عورت سے بہتر کوئی چیز عطا نہیں فرمائی۔

۵۔ جہاد و نفس: نکاح مجاہدہ نفس ہے کیونکہ اس کے بعد حقوق کا لحاظ بد خوئی پر صبر

اور اصلاح میں کوشش اور عدل بین الازدواج لازمی ہے سرور کائنات نے فرمایا اَهْدِكُ سَاعَةً خَيْرٌ مِّنْ عِبَادَةِ سِتِّينَ سَنَةً قَامَ لِيَا يَمِيْنًا وَصَامَ نَهَارَهَا (ترجمہ) ایک لمحہ کا عدل ساٹھ سال کی عبادت سے افضل ہے جس کی رات قیام اور دن روزہ میں گزارا ہو دوسرے مقام پر ارشادِ نبوی ہے مَا اَنْفَقَ الرَّجُلُ عَلَى اَهْلِهِ فَهُوَ صَدَقَةٌ وَاِنَّ الرَّجُلَ فِي نَفَقَةِ اِمْرَاَتِهِ يَدْرِكُ دَرَجَةَ الْغَازِي۔ (ترجمہ) جو کچھ تم اپنے اہل پر خرچ کرو گے وہ ثواب میں مثل صدقہ کے ہے اور اپنی عورت کو خرچ دینے والا مرد غازی کا ثواب پائیگا۔

ایک جگہ فرمایا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْفَقِيْرَ اَطْعَمْتْ ذَا الْعِيَالِ (ترجمہ) بیشک

اللہ تعالیٰ فقیر، عیالدار، پارہ دار کو دوست رکھتا ہے۔

۶۔ نکاح سے قربت بڑھتی ہے اور محبت کی نسبت غالب ہوتی ہے۔ اسی لئے حدیث

میں ہے اچھے گھرانے میں نکاح کرو تاکہ اچھا پانی اچھی زمین میں جاگے اور اولاد صالح پیدا ہو۔



کے نکاح سے غنا حاصل ہوتا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے۔

اِنَّ تَكُوْنُوْا فُقَرَاءَ يُغْنِيْهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ

ترجمہ: اگر وہ فقیر ہو گئے تو اللہ تعالیٰ انہیں اپنے فضل سے غنی کر دیگا۔ چھ قسم کی عورتوں

سے پرہیز کرنا چاہیے یعنی ان سے شادی کرنے میں احتیاط ضروری ہے۔

۱۔ شداقہ: جو بات کرنے میں ہونٹ چبائے اور آواز نہ بنائے۔

۲۔ اناقہ: جو ہمیشہ اپنے آپ کو بیمار بنا کر رکھے۔

۳۔ منانہ: جو شوہر پر احسان چکائے۔

۴۔ حداقہ: جو بات کرنے میں آنکھیں ٹکائے اور برو سے اشارہ کرے۔

۵۔ بواقہ: جو برق کی طرح تیز طرار ہو اگر شوہر ایک سانسے تو وہ تیر سانسے۔

۶۔ حنانہ: جو شوہر اول سے اولاد رکھتی ہے۔

یہ بھی جان لینا چاہیے کہ خوبصورت نیک عادت بیاہ آنکھ والی لمبے بالوں والی موٹی

آنکھوں والی سفید رنگ کی عورت شوہر کی دناور اور ددستدار ہوتی ہے حوران بہشتی کی اللہ

نے انہیں اوصاف سے تعریف کی ہے۔

## آداب نکاح

نکاح کرنے کے بعد آداب نکاح بجالانا ضروری ہے۔ آداب نکاح حسب ذیل ہے:

(۱) زوجہ کو اپنے گھر میں لانا (۲) دہرکت شکرانہ ادا کرنا (۳) پہلی ہی شب میں مباشرت

کرنا بشرطیکہ کوئی چیز مانع نہ ہو (۴) دعوت ولیمہ کرنا (۵) زوجہ سے خوش خوئی کرنا (۶) زوجہ

کے ساتھ خوش طبعی اور ملاحظت کرنا (۷) زوجہ کو گستاخ نہ بنانا (۸) زوجہ کو نصیحت کرنا اور غیرت

دلانا (۹) کھانے پینے کی تکلیف نہ دینا (۱۰) زوجہ کو غسل اور حیض و نفاس کے مسائل نماز روزہ

اور عقائد اسلام کی تعلیم دینا (۱۱) اگر کئی عورتیں ہوں تو ان میں عدل کرنا (۱۲) آپس میں اگر ناراضگی

ہو جائے تو اس کو دور کرنا۔

## ۶ ترقی جاہ

فطرتاً ہر انسان کی یہی خواہش ہوتی ہے کہ وہ مال و جاہ میں ترقی کرے اور یہ ایک جائز اور مفید خواہش ہے اور اسلام نے حسب ذیل آیات میں اس کی ترغیب و تحریص دلائی ہے زمینداروں کو مخاطب کر کے فرمایا:

وَلَكُمْ فِيهَا جَبَالٌ حِينٌ تَرْتَجُونَ وَحِينٌ تَسْرَحُونَ

ترجمہ: اور ان میں تمہاری رونق ہے جب ان (پوشیوں) کو چرا کر لاؤ تب بھی اور جب چرانے جاؤ تب بھی۔ يَخْتَقُ اللهُ الرَّبُّو وَيُرِي الصِّدْقَاتِ یعنی اللہ سو د کو گھٹاتا اور خیرات کو بڑھاتا ہے۔

اسی طرح صنعت و حرفت کی بھی ترویج کی گئی اور جان کو آرام دینے کی خاطر قسم قسم کی سواریاں مثلاً گھوڑے، خچر، اونٹ، مانتھی اور دیگر جانوروں کو مسخر کر دیا گیا انسان کو عروج و ترقی کے گاڑی گھوڑے، ہوائی جہاز، ریل، موٹر اور کار وغیرہ کی سواری سے نیز عالیشان عمارات عمدہ و نفیس ملبوسات اور لذیذ خوشگوار ماکولات سے متمتع ہونا کچھ بڑا نہیں ہاں ساتھ ساتھ سجاوٹ کا سلسلہ بھی جاری رہے۔ نفس مطمئنہ کی خوشی کا دار و مدار اسی پر ہے کہ آپ بھی آرام پائے اور دوسروں کو آرام پہنچانے میں درپے نہ کرے۔

## ۷ تحصیل علم

جب انسان کو اطمینان و یکسوئی نصیب ہو جائے تو اسے بیکار نہ رہنا چاہیے اہل دانش نے اس حالت میں مختلف ایجادات و اختراعات کی یا تو خود بنیاد ڈالی یا ماہرین فنون کو امداد دے کر ان کی حوصلہ افزائی فرمائی اور قرآن مجید اس علم کی تعمیل و تکمیل میں مصروف رہے جس کا لب لباب یہ ہے کہ وَسَخَّرَكُم مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مِنْهُ یعنی جو کچھ زمین میں ہے سب تمہارے لئے مسخر

کر دیا۔

خدا تعالیٰ نے انسان کو اپنا نائب بنایا ہے لہذا اس نیابت کا کمال یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دیئے سامان سے اس کی حکمتوں کا پتہ لگایا جائے اور ایسی ایسی ایجادات کی جائیں جو دنیا کو معراجِ کمال تک پہنچادیں۔ مگر یہ بات دلچسپی لئے اور کوشش کئے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔ اور اگر سچے دل سے کوشش کی جائے تو اچھے نتائج برآمد ہوتے ہیں جیسے کہ اس طرف قرآن نے بھی اشارہ کیا ہے کہ فَعَسَىٰ لِلْإِنسَانِ الْأَلَّا مَا سَعَىٰ۔ یعنی انسانی انسان کو کوشش کئے بغیر کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

لیکن اس تمام ترقی کے لئے بڑا جزو تحصیلِ علم ہے قرآن و احادیث میں علم اور علماء کی بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے کچھ آیات اور احادیث بیان کی جاتی ہیں۔

### ”آیات“

۱۔ وَقُلْ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا۔ آپ دعا کیجئے کہ اے میرے رب میرا علم بڑھا دے

۲۔ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ۔

ترجمہ۔ آپ کہہ دیجئے کہ کیا علم والے اور جاہل کہیں برابر ہوتے ہیں۔

۳۔ إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ۔ اللہ تعالیٰ سے علماء ہی ڈرتے ہیں

۴۔ يَرْفَعُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ

ترجمہ۔ اللہ تم میں سے ایمان والوں کے اور اہل علم کے درجے بلند فرماتا ہے۔

### ”احادیث“

۱۔ مَنْ سَلَكَ طَرِيقًا يَلْتَمِسُ فِيهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللَّهُ لَهُ طَرِيقًا إِلَى الْجَنَّةِ

ترجمہ۔ جو کسی راستے میں چلا تاکہ اس میں علم حاصل کرے تو اس کے عوض اللہ تعالیٰ اس

کے لئے جنت کی طرف راستہ آسان کر دیتا ہے۔ (مسلم شریف)

۲۔ مَنْ خَرَجَ فِي طَلِبِ الْعِلْمِ فَهُوَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ حَتَّىٰ يَرْجِعَ۔ (ترمذی)

ترجمہ۔ جو کوئی علم کی طلب میں دگر سے نکلا تو وہ واپس لوٹنے تک اللہ تعالیٰ کے

راستہ میں ہے۔

۳۔ فضل العالم علی العابد کفضل علی اذناکم (ترمذی)

ترجمہ: عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے کہ میری فضیلت تم میں سے ایک ادنیٰ مسلمان پر۔

۴۔ ان اعملائیکہ لتضع اجنتھا اطالب العلم رضا بما صنع وان العالم

یستغفر لہ من فی السموات ومن فی الارض حتی الحیتان فی الماء

(ترجمہ) بیشک فرشتے طالب کی رضا کے لئے اپنے بازوؤں کو پھیلا دیتے ہیں اور جو

کچھ زمین و آسمان میں ہے یہاں تک کہ دریا پھیاں عالم دین کے لئے مغفرت کی دعا

کرتی ہیں۔ (ترمذی)

۵۔ انظر الی العلماء والقرآن عیادۃ کانظر الی الکعبۃ۔ (تفسیر عزیزی)

ترجمہ: علماء اور قرآن کی زیارت کا مرتبہ ایسا ہے جیسے کہ کعبہ کی زیارت کا۔

۶۔ ان العلماء ورثۃ الانبیاء (ترمذی)

(ترجمہ) علماء انبیاء کرام کے وارث ہیں۔

۷۔ ان العالم والمتعلم اذا مر علی قریۃ فان اللہ یرفع العذاب

عن مقبرۃ نیک القریۃ اربعین یوما۔ (شرح عقائد)

(ترجمہ) بیشک عالم اور طالب جس بستی پر ہو کر گزر جائیں وہاں کے مقابر سے چالیس روز تک

عذاب خداوند قدوس اٹھاتے ہیں۔

۸۔ ان اللہ مدینۃ تحت العرش من مشک اذ فر علی بابہا ملک ینادی

کل یوم اکا من ترار عابما فقد نرا الرب فله الجنة و فی روایۃ

من زار العلماء فکانما زارا الانبیاء۔ (المحوی للفتاویٰ)

(ترجمہ) تحقیق اللہ نے عرش کے نیچے ایک شہر بنایا ہے جو مشک اذ فر کا ہے اس کے

دروازے پر ایک فرشتہ ہر روز ندا کرتا ہے خبردار جس نے عالم کی زیارت کی اس نے

دگویا) خدا کی زیارت کی اور اس کے لئے جنت ہے اور ایک روایت میں ہے جس نے علماء کی زیارت کی وہ ایسا ہے کہ جیسے اس نے نبیوں کی زیارت کی۔

۹۔ مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى عُنُقَاءِ اللَّهِ مِنَ النَّارِ فَلْيَنْظُرْ إِلَى الْمُتَعَلِّمِينَ

فَوَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ مَا مِنْ مُتَعَلِّمٍ يَخْتَلِفُ إِلَى بَابِ عَلِيٍّ إِلَّا كَتَبَ اللَّهُ لَهُ بِكُلِّ قَدِيمٍ عِبَادَةً سَنَةً وَيَبْنِي لَهُ بِكُلِّ قَدِيمٍ مَدِينَةً فِي الْجَنَّةِ وَيَبْنِي عَلَى الْأَرْضِ وَالْأَرْضُ تَسْتَغْفِرُ لَهُ

(الحادی للفتاوی)

(ترجمہ) جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نارِ جہنم سے آزاد کردہ لوگوں کو دیکھنا چاہے وہ طالب

علموں کو دیکھ لے۔ قسم ہے اس ذاتِ مقدس کی جس کے قبضہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

کی جان ہے جو طالب علم عالم کے گھر کی طرف چلتا ہے اللہ تعالیٰ ہر قدم کے بدلے

اسے ایک سال کی عبادت کا ثواب دیتا ہے اور ہر قدم کے عوض اس کے لئے جنت میں

ایک شہر تعمیر کرتا ہے جس زمین پر چلتا ہے وہ اس کی بخشش کے لئے دعا کرتی ہے۔

۱۰۔ مَنْ حَاضَرَ فِي الْعِلْمِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَكَانَ مِمَّا اعْتَقَ سَبْعِينَ أَلْفَ رَقِيَّةٍ

وَكَانَ مِمَّا تَصَدَّقَ بِأَلْفِ دِينَارٍ وَكَانَ مِمَّا حَجَّ أَرْبَعِينَ حَجَّةً وَهُوَ فِي

رِضْوَانِ اللَّهِ وَعَقُوبَةٍ وَمَغْفِرَتِهِ - (الحادی للفتاوی)

(ترجمہ) جس نے جمعہ کے دن علم میں غور و خوض کیا وہ ایسا ہے جیسے اس نے ستر ہزار

غلام آزاد کئے ہزار دیناروں کا صدقہ دیا اور چالیس حج کئے خدا اس پر راضی ہو جاتا ہے

اس کے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے اور اس کی بخشش فرما دیتا ہے۔

۱۱۔ مَنْ اغْبَرَّتْ قَدَمَاهُ فِي طَلَبِ الْعِلْمِ حَرَّمَ اللَّهُ جَسَدَهُ عَلَى النَّارِ

وَاسْتَغْفِرُ لَهُ مَلَكَاهُ وَإِنْ مَاتَ فِي طَلَبِهِ مَاتَ شَهِيدًا وَكَانَ

قَبْرُهُ رَوْضَةً مِنَ رِيَاضِ الْجَنَّةِ وَيُوسِّعُ لَهُ فِي قَبْرِهِ مَدِينًا

الْبَصْرَ وَيُنَوِّرُ عَلَى حَيْرَانِهِ أَرْبَعِينَ قَبْرًا عَنْ يَمِينِهِ أَرْبَعِينَ قَبْرًا  
عَنْ يَسَارِهِ وَأَرْبَعِينَ مِنْ خَلْفِهِ وَأَرْبَعِينَ أَمَامَهُ (الكاوي للفتاوى)  
ترجمہ جس کے قدم طلب علم میں غبار آلود ہوئے اللہ تعالیٰ نے اس پر ناردوزخ حرام کر  
دی اور کراما کا تہین اس کے لئے مغفرت کی دعا کرتے ہیں اور اگر علم کی طلب میں مر جائے تو  
شہید ہے اور اس کی قبر جنتی باغوں میں سے ایک باغ بن جاتی ہے حدنگاہ تک اس کی  
قبر میں تویسح کر دی جاتی ہے اور اس کے دائیں بائیں آگے پیچھے سے چالیس چالیس  
قبریں روشن کر دی جاتی ہیں۔

۱۲۔ عُلَمَاءُ اُمَّتِي كَالنِّبَاِ بِرَبْنِي اِسْرَائِيْلَ۔

ترجمہ میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہیں۔

علم کی تحصیل میں شارع علیہ السلام نے کوئی قید نہیں لگائی۔ ہر چیز ہر شعبہ اور ہر فن کا  
علم مفید ہے بشرطیکہ اس سے بے حیائی اور بے غیرتی کی اشاعت نہ ہو علم کی دو بڑی شاخیں ہیں۔  
علم روحانیات اور علم مادیات یا بالفاظ دیگر علم ادیان اور علم ابدان اور ان دونوں مرکزوں کے  
دائرے اتنے وسیع ہیں کہ ان میں ہر قسم کا علم سما جاتا ہے۔

چوں شمع پے علم باید گداخت

کہ بے علم نتواں خدا را شناخت

۱۵۔ نمیند

حقوق متذکرہ بالا کے علاوہ نفس کا ایک نہایت فروری اور اہم حق اور بھی ہے جسے  
نمیند کہتے ہیں۔ بعض افراد کو دنیا کے کاروبار میں اس قدر انہماک ہو جاتا ہے یا عبادات اور  
روحانیات میں اس قدر شغف ہو جاتا ہے کہ نمیند ان پر حرام ہو جاتی ہے مگر یہ طریق کار غلط  
ہے سونا صحت کے لئے اشد فروری ہے اور اللہ تعالیٰ نے رات محض اس لئے بنائی کہ انسان

چار و تاجار کام بند کرنے پر مجبور ہوا اور نفس کو کوفت اور تکاں سے خلاصی ملے تاکہ حقیقی  
کے پیارے پیارے الفاظ ملاحظہ ہوں۔

وَالنَّوْمُ سَيَاتًا

یعنی ہم نے تمہاری نیند کو تمہارے لئے موجب راحت بنایا ہے۔

ایک مرتبہ حضور علیہ السلام کو شکایت پہنچی کہ آپ کا ایک خادم بہت رات گئے تک  
عبادات الہی میں مشغول رہتا ہے۔ آپ نے اسے بلایا اور یوں سمجھایا **وَلِنَفْسِكَ عَلَيْكَ حَقٌّ**  
تجربہ پر تیرے نفس کا بھی حق ہے تری آنکھ کا بھی حق ہے اور تری بیوی کا بھی حق ہے یعنی اپنے  
جسم کو آرام دے تاکہ تیری صحت برقرار رہے اور تو تمام حقوق کو احسن طریقے سے ادا کر سکے۔

## ۹۔ تفریح

نیند کے علاوہ ہر وقت پچیدہ اور مشکل پیشوں میں مصروف رہنا بھی مستحسن نہیں روزانہ  
کاروبار اور مزدوری کے سوا کچھ وقت تفریح، سیر اور ورزش کے لئے بھی نکالنا چاہیے یعنی خیر  
لطیف، مستحضر آمیز حکایات، لطیف اور عمدہ روایات کا پڑھنا اور سننا بھی انسانی خوشی کا ذریعہ  
اور روحانی و عقلی نشوونما کا ایک طریقہ ہے۔ نتیجہ خیز کھیلوں میں حصہ لے کر اپنی جسمانی قوت میں  
اضافہ مفید ہے مگر مخرّب الاخلاق قسم کے مشاغل سے بچنا از حد ضروری ہے اور ان میں شمولیت  
باعث معصیت کبیرہ ہے ورزشی کھیلوں میں اسلام نے نیزہ بازی، تیراندازی، چوگان، کبڈی  
دوڑ، گھوڑ دوڑ اور اسی قسم کے دیگر کھیلوں کو بنظر استحسان دیکھا ہے۔

مستورات کے لئے بھی ورزش قیام ندرستی و صحت کے لئے ضروری ہے اور تفریح کے  
دیگر سامانوں میں سے سیر و سیاحت کو سب پر فوقیت ہے۔ ہوا خوری ایسی ورزش ہے جو بچپن سے  
بڑھا پے تک مرد و زن ہر دو کے لئے یکساں طور پر مفید ہے اور آخر عمر تک قائم رہ سکتی  
ہے تو فنیق ہو تو سیاحت کی طرف بھی قدم اٹھانا ضروری ہے چنانچہ قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے۔

سَيَرُوا فِي الْأَرْضِ (ترجمہ) زمین میں سیر کرو۔

غرضیکہ ورزش سے جسم کو ہر وقت تیار رکھنا اچھا ہی نہیں بلکہ حکم ہے کہ جو تمہارا بادشاہ ہو اُسے بھی علم و جسم دونوں سے بہرہ ور ہونا چاہیے تاکہ اس کے رعب و داب میں فرق نہ آئے۔ البتہ کھیل کود اور اس قسم کے اشغال میں تکرار، غرور، لغویات اور بدگوئی سے پرہیز ضروری ہے اور یہی کامیابی اور ہر دلعزیزی کا موجب ہے نیز یہ طریقہ قومی صلاح و فلاح کے لئے بھی مفید اور کارآمد ہے۔ جسم و جان کی حفاظت کو اس قدر لازمی قرار دیا گیا کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا: لَا تُهْبِئِي فِي الْأَسْلَامِ - اسلام میں رہبانیت بالکل نہیں۔ کیونکہ کسی عضو کا بالکل بلاوجہ معطل کر دینا ناک کان کا پھاڑنا کسی حلال چیز کو اپنے اوپر عمر بھر کے لئے حرام کر لینا یا بعض فرقوں کی طرح شادی سے گریز کرنا یا تارک الدنیا بن جانا تمام مذموم اور خلاف فطرت باتیں ہیں جو دین فطرت کے مطابق ہو اس میں اس قسم کی مکروہات کی گنجائش نہیں ہو سکتی۔

آج کل اکثر لوگوں کی تفریح کا ذریعہ سینما، مینی، ٹیلیوژن، ٹھیٹر کلبس، ریڈیو پر گانے طوائفوں کے ناچ اور مغنیہ عورتوں کے گانے ہیں حالانکہ یہ سب چیزیں تفسیح مال و اوقات کا سبب ہیں ان سے بے پردگی، عیاشی، بے حیائی، بے مردتی، ڈاکہ زنی، چوری، قتل و غارت دین کی نافرمانی بزرگوں کی توہین، جھوٹ، مکر و فریب، جعلی وغیبت غرضیکہ ہر قسم کی برائی کا درس ملتا ہے مزاج میں آوارگی، ہٹ دھرمی اور ضد جیسی قبیح عادات پیدا ہو جاتی ہیں یہ کتنی جیاسوسی کی بات ہے کہ باپ اور بیٹی، بھائی اور بہن، ماں اور بیٹا اکٹھے بیٹھ کر سینما میں یا ٹیلیوژن پر عریاں فلم دیکھیں۔ مخرب الاخلاق ڈرامہ دیکھیں۔

دہی بت فروشی وہی بت گری ہے  
سینما ہے یا صنعت آذری ہے  
وہ مذہب تھا اقوام عہد کهن کا  
یہ تہذیب حاضر کی سوداگری ہے  
وہ دنیا کی مٹی یہ دوزخ کی مٹی  
وہ بت خانہ خاکی یہ خاکسری ہے

(اقبال)

اے گانے کی مذمت از قرآن و حدیث ہماری کتاب بدرالکبریٰ میں ملاحظہ کرو۔



# باب سوم

## حَقُّوْا اللّٰهَ

○

فطرت کا تقاضا ہے کسی نہ کسی ہستی کو دنیا و مافیہا کا خالق اور اس کا رخاۃ کائنات چلانا اور قائم رکھنے والا تسلیم کیا جائے۔ اپنی ہستی یا ذات یا لامحدود طاقت کو اللہ اور خدا وغیرہ مقدس ناموں سے تعبیر کیا گیا ہے۔ انہوں نے صرف اتنا ہے کہ باوجودیکہ یہ جذبہ ہر ایک کے دل میں مضمر ہے تاہم اس کی کما حقہ پرواہ نہیں کی جاتی اور جس ذات والا صفات کا پتہ ہر شخص کا ضمیر دے رہا ہے اس کی کوئی قدر و منزلت نہیں کی جاتی چنانچہ ارشادِ ربانی ہوتا ہے وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهِ لَوَگُوْنَ نے اللہ کی اتنی قدر نہ کی جو اس کی شان کے شایان ہے۔

جب عقل و دیانت کی رو سے انسان ذاتِ باری کو ماننے پر مجبور ہے اور یہ جانتا ہے کہ دنیا کا کل ساز و سامان انسان ہی کے تابع ہے اور وہ اس سے ہر طرح کا فائدہ اٹھا سکتا ہے تو اندازہ لگانا چاہیے کہ جس ذات نے اس کو پیدا کیا ہے اور فہم و فراست کے زیور سے آراستہ کر کے دنیا و مافیہا کو اس کا مسخر کر دیا وہ کس قدر شکر پر کا مستحق ہے عالم مخلوقات کی ہر چیز ایسی ہے جس سے انسان متمتع ہو سکتا ہے اور قانونِ قدرت کا ہر اصول و قاعدہ ایسا ہے جس سے وہ نفع حاصل کر سکتا ہے۔ اس لئے ایسے مہربان مالکِ دہانتی اور ناظمِ کاجتنا احسان مانا جائے کم ہے حق تو یہ ہے کہ ایسی غفور و رحیم ہستی پر اگر جان و مال جو اسی کا عطا کردہ ہے نثار کرنا پڑے تو دروغ نہ کیا جائے اسی واسطے پیروانِ قانونِ فطرت کو خطاب کر کے ارشاد ہے کہ:

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِشَيْءٍ اللّٰهِ

تعالے نے مسلمانوں کے جان و مال کو خرید لیا ہے جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ لوگ دینِ فطرت کے پابند ہیں۔ وہ حلاقِ عالم کے بے دام غلام ہیں اور اس کے قوانین و ضوابط پر چل کر نام پیدا کرتے ہیں۔ اس باب میں صرف ان حقوق کا ذکر کیا جائیگا جو مالکِ حقیقی کے اپنے بندوں پر بلا واسطہ واجب الادا ہیں۔ اور ان کی ادائیگی کا کیا طریق کار ہے نیز ان کے ادا کرنے میں بنی آدم کو کیا فائدے حاصل ہوتے ہیں۔

## ۱۔ پابندی احکام

حقوق اللہ میں اول درجہ پر پابندی احکام الہی ہے اس میں باری تعالیٰ کے انعام و اکرامات کے شکر یہی ہے علاوہ اس کی اطاعت بھی شامل ہے۔ احکام کی عام فرمانبرداری میں حقوقِ نفس اور حقوقِ العباد بھی آجاتے ہیں جن کا ذکر الگ الگ ہونا چاہیے اس جگہ صرف اتنا ذکر کرنا ضروری ہے کہ قانونِ فطرت کے مطابق چلنا ہی احکام کی فرمانبرداری ہے اور اس ذات کا شکر یہ ہے کہ وہ لوگ جو اس قانون سے ناواقف ہوں ان کی رہنمائی کی جائے اور جو سامان و انعام انسان کو عطا ہوئے ہیں ان سے پورا پورا کام لیا جائے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے لَنْ نُشْكِرْكُمْ كَأَنْزِيلِكُمْ تَكْمُرُ لِعَيْنِي أَكْرَمُ ہمارے انعامات کی قدر کرو گے تو ہمیں اور زیادہ خطیات ملیں گے۔

## ۲۔ جہاد

جہاد اللہ کا وہ حق ہے جس کا اجراء محض اس کے قوانین کی پابندی کے لئے لازم ہے یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ اگر کسی حاکم کی بغاوت کی جائے تو وہ باغی سے یقیناً اپنی سلطنتِ مملکت کو پاک کرنا چاہتا ہے ہر حکومت کا نظام اور دماغ کے امن کا قیام اس بات کا مقتضی ہے کہ وہاں کے قوانین کی پوری پوری فرمانبرداری ہو یہی وجہ ہے کہ اسلام نے تمام حقوق اللہ پر جہاد کو مقدم رکھا

ہے اور اس حکم کو باقی تمام احکام پر فضیلت اور ترجیح دی ہے کیونکہ جب تک کسی مملکت سے فتنہ و فساد کی بیخ کنی کر کے اس میں صلح و عاشقی اور اطاعت و متابعت کا بیج نہ بویا جائے تو اس انتظام قائم رکھنا ناممکن ہو جاتا ہے۔

جہاد کی دو اقسام ہیں ایک جانی دوسری مالی یعنی جو لوگ ضعیفی، بیماری یا کسی دیگر وجہ سے جہاد میں شرکت نہ کر سکیں وہ مالی امداد دیں اور ان کا یہ عمل ایسا ہی مستحسن ہوگا جیسے ان غازیوں کا جو جنگ میں شریک ہو کر تیغ و تفتک کا اپنے مالقوں استعمال کرتے ہیں حکم ہوتا ہے۔

وَجَاهِدُوا بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ  
إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ (ترجمہ) اور تم اپنے مال و جان سے اللہ کی راہ میں

جہاد کرو یہی تمہارے لئے بہت اچھی بات ہے اگر تم اس کو سمجھتے۔

دنیا کے شہور و معروف فلسفی اس بات کو اب تسلیم کرتے ہیں کہ قومی حیات کے لئے جہاد امور ضروریہ سے ہے اور اسی بناء پر اسلام نے اسے لازمی قرار دیا ہے اور اس کی اصلی غرض و غایت یہی قرار دی کہ دنیا میں قانونِ فطرت کی تردید ہو اور جو لوگ خدا کے قانون کی مخالفت کریں اور حکمتِ دہریہ کے سمجھائے نہ سمجھیں تو ان سے جدال و قتال ہی کرنا پڑے تو کیا جائے چنانچہ جہاد کی تائید میں کئی سورتیں نازل ہو چکی ہیں مثلاً انفعال، توبہ، فتح وغیرہ اور ان میں جہاد کی جزئیات تک کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ اس مدعا کے متعلق ذیل کی آیات ملاحظہ ہوں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ جَاهَدُوا الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۝

(ترجمہ) اے غیب کی خبریں دینے والے کافروں اور منافقوں سے جہاد کرو اور ان پر سختی کرو۔

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ صَفًا كَأَنَّهُمْ بُنْيَانٌ

مَرْصُوعٌ ۝ (ترجمہ) بیشک اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو دوست رکھتا ہے جو اس کی راہ

میں صف بستہ جہاد کرتے ہیں گویا وہ سیسہ پلائی ہوئی عمارت ہیں۔

وَأَقْتُلُوهُمْ حَيْثُ تَقَفْتُمْ لَهُمْ (ترجمہ) دشمنین قانونِ فطرت کو جہاں پاؤں تامل کرو

مجاہدین کے درجات دیگر مسلمانوں سے کہیں ارفع و اعلیٰ ہیں یہی وجہ ہے کہ ہر مومن کی پر  
دلی تمنا ہوتی ہے کہ خدا تعالیٰ اسے شہادت کی دولت سے بہرہ ور فرمائے تاکہ اس حیاتِ فانی کے  
بعد اس کو حیاتِ ابدی مل جائے۔

شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن نہ مالِ غنیمت نہ کشورِ کشائی

جب ہم یہ کہتے ہیں کہ مومن کا مقصود زندگی شہادت ہے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیوں؟  
اس سوال کے یوں تو عقلی و نقلی کئی جوابات دیئے جاسکتے ہیں لیکن قرآن کریم کی روشنی میں اس سوال  
کا جواب ڈھونڈنے کی کوشش کرتے ہیں۔

قرآن حکیم اس سوال کا ایک جواب یہ دیتا ہے کہ جو شخص اللہ کی خوشنودی کے لئے اس کی  
راہ میں یعنی اس کے بندوں کی مادی اور روحانی زندگی کی اصلاح و تحسین اور اعلائے کلمۃ الحق کی خاطر  
اپنی جان دیتا ہے جسے شہادت کہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس جان کے عوض شہید کو اسی لمحے حیاتِ محض  
عطا کرتا ہے۔

شہید اس دارِ فانی میں ہمیشہ زندہ رہتے ہیں

نہیں پرچاند تاروں کی طرح تابندہ رہتے ہیں

اور حیاتِ محض سے مراد گونا گوں قسم کے پھولوں پھولوں، نعمتوں اور سبزہ زلفی کے رنگین نظاروں نیز  
آبِ رواں کے دلکش مناظر سے معمور حسین و منور ماحول میں حسین و مسرور حیاتِ جاوداں ہے ارشادِ  
ربانی ہے وَ مِنْ آدْنَابِ مَنْ يَشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ اور لوگوں میں سے  
کچھ ایسے بھی ہیں جو اللہ کی خوشنودی کے لئے اپنی جانوں کو بیچ دیتے ہیں

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواہشاتِ نفسانی کو زیر کرنے اور ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان  
بھائی کے فائدے کو اپنے فائدے پر ترجیح دینے کو بھی جہاد سے منسوب کیا ہے چنانچہ جب آپ ایک  
غزوہ سے واپس آئے تو فرمایا رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ أَكْثَرًا كَثِيرًا كَمْ هُمْ  
جہادِ اصغر سے فارغ ہو کر تو واپس آگئے ہیں مگر ابھی جہادِ اکبر کرنا ہے ایک مقام پر ارشادِ نبوی

یوں ہے۔

أَفْضَلُ الْجِهَادِ أَنْ تُجَاهِدَ الرَّجُلُ نَفْسَهُ وَهَوَاهُ - افضل ترین جہاد یہ ہے کہ

آدمی اپنے نفس اور اس کی ناجائز خواہشات سے جہاد کرے۔

جہاد نفس جہاد اکبر کیوں ہے؟ اس لئے کہ کفار ظاہری دشمن ہیں اور نفس اور شیطان

باطنی دشمن ہیں۔ کفار سے جہاد کرنے کے لئے قوت بازو اور تیغ و تفتک اور دیگر اسلحہ کی ضرورت

ہے اور نفس کے ساتھ جہاد کرنے کے لئے قوت ایمان اور اعمالِ صالحہ کی ضرورت ہے کفار

سے کبھی کبھی جہاد کا موقع آتا ہے مگر نفس و شیطان سے ہر وقت جہاد کرنا پڑتا ہے پس معلوم

ہو کہ جہاد نفس جہاد اکبر ہے۔ جو لوگ نفس کے ساتھ جہاد کرتے ہیں ان کی دس خصلتیں ہیں۔

جن کو وہ اپنائے اور ان پر مداومت کرتے ہیں۔ اور باذن الہی انہیں قائم اور مضبوط کرتے ہیں

تو وہ اعلیٰ مراتب پر فائز ہو جاتے ہیں۔

پہلی خصلت: یہ ہے کہ بندہ اللہ کی قسم نہیں کھاتا خواہ وہ سچی ہو یا جھوٹی اقصدا ہو یا ہوا

جب بندہ اس عادت کو اختیار کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے انوار کا دروازہ اس کے لئے کھول

دیتا ہے جس سے اپنے دل میں اس عادت کی منفعت اور اس درجہ کی رفعت اور اپنے عزم و ارادہ

کی قوت جو اس کے سفر کرنے میں ہے اور بھائیوں میں اور بہائیوں میں بزرگی و کرامت کو

پہچان لیتا ہے۔ یہاں تک کہ جو اس بندے کو پہچان لے گا وہ اس سے بہت زدہ ہوگا۔

دوسری خصلت: یہ ہے کہ بندہ جھوٹ سے بچے گا خواہ سو کے طور پر ہو یا قصداً

اس لئے کہ جب بندہ جھوٹ کے ترک کو اختیار کرے گا اور اپنے نفس میں اسے مضبوط کر لے گا تو اس

کی زبان سچ کی عادی ہو جائیگی اور اللہ تعالیٰ اس کا سینہ کشادہ کر دے گا۔ اور اس کے علم کو

مصفیٰ اور پاکیزہ کر دے گا۔ گو یا وہ جانتا ہی نہیں کہ جھوٹ اور کذب کیا ہوتا ہے اور جب کسی

دوسرے سے جھوٹ سنے گا تو اسے معیوب جانے لگا۔ اور اپنے دل میں اس کی ملامت کرے گا۔

اور اس کے لئے کذب کی عادت کو دور کرنے کی دعا کرے گا۔ تو اسے ثواب ملے گا۔

تیسری خصلت یہ ہے کہ بندہ جس چیز کا وعدہ کرے اسے پورا کرے یا پھر سرے سے وعدہ کرنے سے اجتناب کرے کیونکہ وعدہ خلافی جھوٹ کی ایک قسم ہے پس جب بندہ ایسے وعدہ کا عادی بن جائے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے سختی کا دروازہ کھول دے گا۔ اور دین کے دلوں میں اس کی دوستی پیدا کی جائیگی اور عند اللہ اس کا مرتبہ بلند ہوگا۔

چوتھی خصلت یہ ہے کہ بندہ کسی مخلوق پر بددعا کرنے سے احتراز کرے اگرچہ اس پر وہ ظلم کرے یہ ایک ایسی خصلت ہے جو بلند درجوں تک پہنچا دیتی ہے بندہ دنیا اور آخرت میں بزرگ اور شرف مرتبہ پر فائز ہوتا ہے اور قریب و بعید کی مخلوق میں مقبول اور محبوب ہو جاتا ہے اس کی دعا میں مقبولیت آجاتی ہے۔

پانچویں خصلت یہ ہے کہ بندہ کسی مخلوق پر لعنت کرنے سے بچے اور کسی کو اذیت نہ دے کیونکہ یہی برابر اور صادقین کا طریقہ ہے جو لوگ اس عادت کو اپنے اندر راسخ کر لیتے ہیں وہ اللہ کی پناہ اور حفاظت میں آجاتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو مہلکات سے نجات دیتا ہے۔ اور اپنا قرب عنایت فرماتا ہے۔

چھٹی خصلت یہ ہے کہ بندہ کسی مسلمان پر شرک و کفر اور نفاق کا قطعی حکم نہیں دیتا۔ یہ خصلت سنت پر مکمل اتباع ہے۔ یہ خصلت اللہ کی طرف جانے کا ایک عظیم دروازہ ہے اور اس سے رافت و رحمت کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ مخلوق پر نرمی اور مہربانی کرنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

ساتویں خصلت یہ ہے کہ بندہ نافرمانی سے اجتناب کرے اپنے اعضاء کو صغائر اور کبائر کی آلودگیوں میں ملوث نہ ہونے دے اس سے باطن میں جلا پیدا ہوگی علاوہ ازیں آخرت کی بھلائیاں نصیب ہوتی ہیں۔ نیک اعمال کا ثواب ملتا ہے۔

آٹھویں خصلت یہ ہے کہ بندہ کسی مخلوق پر اپنا بوجھ ڈالنے سے اجتناب کرے وہ بوجھ خواہ بڑا ہو یا چھوٹا۔ بلکہ اپنا بار تمام مخلوق سے دُور کرے کیونکہ یہ عابدوں کی پوری آخرت

اور پرہیزگاروں کی بزرگی ہے اور اسی خصلت سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر قوت حاصل ہوگی۔ بندہ میں غنا و یقین اور اعتقاد پیدا ہوگا۔ اخلاص کی دولت سے بہرہ ور ہوگا۔ اپنی خواہش کے پورے ہونے میں مخلوق کی طرف نہیں بلکہ خالق کی طرف رجوع کرے گا۔

نویں خصلت: یہ ہے کہ بندہ کو زیبا ہے کہ وہ اپنی طبع آدمیوں سے قطع کرے اور جو ان کے پاس ہے اس کا نفس اس کی طبع نہ کرے کیونکہ یہ بہت بڑی عزت، خالص بے نیازی، بڑی بادشاہی، فخر جلیل، یقین صافی اور توکل شافی ہے اور یہ زہد کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے اور اس سے تقویٰ حاصل ہوتا ہے اور عبادت کامل ہوتی ہے اور یہ اللہ کی طرف یکسو ہونے والوں کی علامتوں میں سے ایک علامت ہے۔

دسویں خصلت: تو اضع کرنا ہے اس لئے کہ اس سے عابدوں کا مرتبہ بلند ہوتا ہے اور اللہ کے نزدیک عزت و رفعت مکمل ہوتی ہے اور دنیا و آخرت کے کام میں جو چاہے گا اس پر اسے قدرت ہوگی۔ یہ خصلت تمام طاعتوں کی اصل ہے اور اسی تو اضع سے بندہ کا یقین اور صالحین کے مرتبوں کو پاتا ہے ہر حالت میں خدا کی رضا پر راضی رہنے کا عادی بن جاتا ہے۔ تو اضع کی صفت تقویٰ کا کمال ہے اور تو اضع یہ ہے کہ بندہ جس مسلمان سے بھی ملے اُسے اپنے سے اچھا جانے اور خیال کرے کہ شاید یہ اللہ کے نزدیک مجھ سے بہتر ہو اور درجہ میں بلند ہو۔ اور اگر وہ عمر میں چھوٹا ہو تو مجھ سے بہتر ہے اور اگر عمر میں بڑا ہو تو یہ جانے کہ یہ مجھ سے پہلے اللہ کی عبادت میں مشغول ہے اور اگر وہ عالم ہے تو یقین کرے کہ اسے وہ چیز دی گئی ہے جو مجھے نہیں دی گئی اور یہ وہ علم جانتا ہے جو مجھے نہیں ملا اور یہ علم کے ساتھ عمل کرتا ہے۔ اگر وہ جاہل ہے تو یہ کہے کہ وہ جاہل ہے اللہ کی نافرمانی کرتا ہے اور میں باوجود علم کے نافرمانی کرتا ہوں اور میں نہیں جانتا کہ میرا خاتمہ کس طرح ہوگا۔

یہ وہ دس خصائل ہیں جو اہل مجاہدہ کا طرہ امتیاز ہیں ان سے وہ اللہ کے مقبول بندے

بن جلتے ہیں وہ اللہ کے ہو جاتے ہیں اور اللہ ان کا ہو جاتا ہے۔

## ۳۱ شرک

دنیا کے ہر ملک کے تعزیری قوانین کو دیکھو گے تو نہیں معلوم ہو جائیگا کہ عہد وفا کا توڑنا سب سے بڑا جرم ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کے ساتھ عہد عبودیت کا توڑنا اور کسی دوسرے کو اس کا سا بھی بنانا جرم عظیم ہے اور اسلامی اصطلاح میں اس کو شرک کہتے ہیں اور شرک کے متعلق حکم خداوندی یہ ہے کہ

إِنَّ اللَّهَ لَا يَخْفِرُ أَنْ يُشْرِكَ بِهِ وَيَخْفِرُ مَا وَنَ ذَاكَ مَنْ  
يَشَاءُ (ترجمہ) بیشک اللہ تعالیٰ شرک کو ہرگز معاف نہیں کرے گا  
مگر اس کے علاوہ اور گناہوں کو چاہے تو بخش دے گا۔

دوسری جگہ فرمایا إِنَّ الشِّرْكَ كَظُلْمٍ عَظِيمٍ بیشک شرک ظلم عظیم ہے۔

غور کرو کہ جب چھوٹے سے چھوٹا دنیاوی بادشاہ یہ نہیں چاہتا کہ اس کی بادشاہت میں کوئی دوسرا بادشاہ بھی مداخلت کرے اور ایسی باتوں پر کشت و خون اور بڑے بڑے معرکوں اور جنگوں تک نوبت پہنچ جاتی ہے تو کس طرح یہ تصور کیا جاسکتا ہے کہ وہ شہنشاہوں کا شہنشاہ اور احکام الحاکمین جس نے آسمان و زمین اور اس کے درمیان کی کل مخلوقات کو پیدا کیا اور پھر ان پر سے پورا قبضہ و اختیار ہو۔ اپنی حکومت میں کسی بندہ کی مداخلت کو پسند اور گوارا کرے گا۔ خصوصاً جبکہ اس بندہ کی ہستی ایسے عظیم الشان بادشاہ کے مقابلہ میں پیچ ہو۔

اسلام نے خدا کے متعلق جو عقیدہ پیش کیا ہے وہ حقیقی احسن اور اکمل ہے اور اس کی ایک امتیازی خوبی یہ بھی ہے کہ وہ خالصتاً عقیدہ توحید ہے بالفاظ دیگر وہ ہر قسم کے شرک یا رنگ شرک سے منزہ ہے چنانچہ وہ کہتا ہے کہ افراد نسل انسانی کا رازق و نشوونما



دینے والا صرف ایک اللہ ہے اور وہ ایک زندہ اور پائندہ ہستی ہے جو نہ صرف قائم  
بالذات ہے بلکہ تمام موجودات کی زندگی اور بقا بھی اسی کی رہیں ہمت ہے۔ ارشادِ ربانی  
ہے اللہُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ اللہ تعالیٰ ہی ہے اس کے سوا کوئی معبود  
نہیں وہ زندہ جاوید ہے اور وہ خود ہی قائم ہے اور ہر چیز اس کے حکم سے قائم ہے۔  
اس سے معلوم ہوا اللہ تعالیٰ ایک ایسی ہستی ہے جس کے حکم سے دنیا کی ہر چیز قائم  
ہے اس سے اللہ تعالیٰ اور کائنات جس میں انسان بھی شامل ہے کے تعلق پر بھی روشنی  
پڑتی ہے کہ کائنات کی ہر چیز نہ صرف اس کی مخلوق ہے بلکہ اس کی زندگی اور بقا بھی اس  
کے حکم پر موقوف ہے اس میں کسی اور ہستی کا قطعاً کوئی عمل دخل نہیں لہذا اس سے ان تمام  
مکاتب فکر کی نفی اور بطلان ہوتا ہے جو دوسری ہستیوں کو بھی کار و بارِ خدائی میں  
شریک سمجھتے ہیں۔ بعض کے نزدیک خدا ایک ایسی ہستی ہے جو کارخانہ ہستی کو چلا کر  
خود تماشا دیکھ رہا ہے یعنی اب اس کی حیثیت ایک تماشا کی سی ہے۔ اسلام اس نظریہ  
کی تردید کرتا ہے اور اس کا موقف ہے کہ اس کار و بارِ ہستی میں اللہ تعالیٰ کی مشیت برابر کام  
کر رہی ہے۔ خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

قُلْ مَنْ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ أَمَّن يَمْلِكُ السَّمْعَ  
وَالْأَبْصَارَ وَمَنْ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ مِنَ النَّحْلِ  
وَمَنْ يُدِيرُ الْآمْرَ فَسَيَقُولُونَ اللَّهُ أَفَلَا تَتَّقُونَ

ترجمہ: ان سے پوچھو کہ کون تمہیں آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے  
سننے اور دیکھنے کی قوتیں کس کے قبضہ میں ہیں کون بے جان میں سے  
جاندار کو اور کون جاندار میں سے بے جان کو نکالتا ہے کون کار و بار  
دکائنت کی تدبیر کرتا ہے وہ ضرور کہیں گے اللہ کہو پھر تم کیوں تقویٰ  
انتہا نہیں کرتے

اس میں اللہ تعالیٰ کی چار صفات کی نشاندہی کی گئی ہے اول یہ کہ اللہ تعالیٰ ہی انسان کو رزق دیتا ہے اور آسمان و زمین کی تمام نعمتیں اللہ کی ہیں اور وہی بنی نوع انسان کو دیتا ہے۔ اس سے ان تمام عقائد و نظریات کی نفی ہوتی ہے جو اس نظام ربوبیت میں اللہ تعالیٰ کے سوا دوسری ہستیوں کو بھی شریک سمجھتے ہیں۔ دوم انسان کو دیکھنے اور سننے کی جو قوتیں ملی ہیں وہ خدا تعالیٰ ہی کی عطا کردہ ہیں۔ انسان ان قوتوں کا امین ہے ان کا مالک فقط اللہ تعالیٰ ہے اور اس کے قبضہ و اختیار میں یہ قوتیں ہیں۔ اور وہ جب چاہے انہیں سلب کر سکتا ہے۔ سوم وہ زندہ چیزوں کو مردہ چیزوں سے اور مردہ چیزوں سے زندہ چیزوں کو پیدا کرتا ہے اس ارشاد خداوندی میں علم و حکمت کے بڑے اسرار موجود ہیں۔ بہر حال موت و حیات بھی اسی کے قبضے میں ہے وہ جس طرح چاہے انہیں کام میں لا سکتا ہے۔ چہارم وہ نظام حیات اور کاروبار زندگی کو علم و حکمت سے چلاتا ہے اس سے اسلام ان تمام مرکبات فکر کا بطلان کرنا چاہتا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ یہ نظام کائنات و حیات از خود چل رہا ہے نہ اسے کسی نے بنایا اور نہ اس میں کسی کا عمل دخل ہے یہ خود رو اور خود کار ہے اس سے اس دبستان فکر کی بھی تردید ہوتی ہے جس کی رائے میں یہ نظام اللہ تعالیٰ کا تو ہے اور اس کے قوانین کے مطابق از خود چل رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا اس میں کوئی عمل دخل نہیں۔ اس سے اس نظریے کا بھی رد ہوتا ہے جس کی زد سے اس کے نظام زندگی میں دوسری ہستیاں بھی شامل ہیں۔ اس سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے اللہ تعالیٰ اپنے نظام کائنات و حیات کی جزئیات و کلیات سب کا علم رکھتا ہے اور اس میں اس کی مشیت کار فرما رہتی ہے۔

جب یہ حقیقت اور یقیناً حقیقت ہے تو پھر اسلام پوچھتا ہے کہ کیا وہ ہے  
کہ تم اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے اور تمہارے اللہ تمہاری اور جس عمل کا خدیم پیدا نہیں ہوتا؟

اسلام ہمیں یہ تعلیم دیتا ہے کہ ایسی منظم حسین کائنات کئی مختلف خداؤں کی موجودگی میں ایک لحظہ کے لئے بھی نہیں چلی سکتی۔ ایک سے زائد خدا ہوتے تو اس کے ہر گوشے میں فساد و مہلک ہوجاتا ہے ارشادِ خداوندی: **لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا**۔ اگر زمین و آسمان میں اللہ کے سوا کوئی اور معبود ہوتا تو (نظام کائنات میں) فساد واقع ہوجاتا۔ جیسے ایک عورت کے لئے دو خداوندوں کا ہونا اس کی بربادی کا سامان ہے یا ایک سلطنت کے لئے دو بادشاہوں کا ہونا ملک اور تخت کی تباہی کا موجب ہے ایسے ہی کائناتِ ارضی و سماوی میں دو خداؤں کا ہونا فتنہ و فساد کا سبب ہوتا پس خدا ایک ہی ہے اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں عبادت کرو تو اسی واحد و لا شریک کی۔

وہی ایک خدا تمہارا خالق و مالک اور رازق ہے حاکم مطلق ہے جزا اور سزا دینے والا ہے پس اسی ایک کو اپنا رب اور اللہ مانوں اس کے ساتھ کسی دوسری توت کی ربوبیت اور الہیت کا پیوند نہ لگاؤ یہ شرک ہے اور اس کائنات کا مالک حاکم اپنے مرتبے اپنی صفات اور اپنے حقوق میں کسی دوسرے کی شراکت کو تسلیم نہیں کرتا اور نہ بطور امر واقعہ کے ایسی کوئی شراکت موجود ہے۔ خدا کی توحید کا یہ تصور ہی واحد نقطہ ہے جس کے گرد دنیا کی تمام قومیں تمام نسلیں اپنی بولیوں اور رنگوں کے اختلاف کے ساتھ جمع ہو سکتی ہیں یہی وحدتِ انسانیت کا واحد راستہ ہے۔

توحید کے بارے میں ارشادِ رسول مقبول معلوم کرنے کے لئے ذیل کی احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

(نمبر ۱) ابو سعید کی روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا اے موسیٰ آسمان اور جو کچھ اس میں ہے زمین اور جو کچھ اس میں ہے سمندر اور جو کچھ اس میں ہے..... اگر یہ سب چیزیں کسی ترازو کے ایک پلٹے میں رکھ دی جائیں اور کلمہ **لا الہ الا اللہ** دوسرے

پڑے میں رکھ دیا جائے تو یہ کلمہ ان تمام چیزوں پر بھاری ہوگا۔

۵ یہ ہفت ارض و سموات اگر ہوں میزان میں

تو بالیقین ہے گراں کالہ الا اللہ

(نمبر ۲) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ

پر وحی نازل کی اے موسیٰ امت محمدیہ میں کچھ لوگ ہونگے جو سفر میں اونچی نیچی زمین پر چڑھتے اترتے کالہ الا اللہ کی شہادت دینگے۔ ان کا ثواب اور بدلہ میرے نزدیک مثل انبیاء کے ہے۔

(نمبر ۳) حضرت ام مانی سے روایت ہے کہ قیامت کے دن ایک پکارنے والا یعنی اللہ

فرمائے گا۔ اے توحید والو تم آپس میں ایک دوسرے کی خطا میں معاف کرو اور تمہارا اجر و ثواب میرے ذمہ ہے۔ (طبرانی)

(نمبر ۴) حضرت عبداللہ بن عباس کی روایت میں ہے کہ عرش الہی پر یہ الفاظ لکھے ہوئے

ہیں کہ جس نے کالہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہا میں اس کو دائمی عذاب میں گرفتار نہ کروں گا۔

(نمبر ۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ حضور علیہ السلام

نے فرمایا تمہارا رب فرماتا ہے اگر میرے بندے میری پوری پوری اطاعت کریں گے تو میں ان کو ان پر بارش کیا کروں گا اور ان کو کاروبار کی غرض سے ان پر دھوپ نکال دیا کروں گا۔ اور کڑک کی آواز سے ان کو محفوظ رکھوں گا۔ (حاکم)

(نمبر ۶) حضرت ابو برداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ میں اللہ ہوں میرے علاوہ اور کوئی بندگی کے لائق نہیں۔ میں مالک الملک ہوں بادشاہوں کا بادشاہ ہوں تمام بادشاہوں کے دل میرے ماتھے میں ہیں جب بندے میری اطاعت اور فرمانبرداری کرتے ہیں تو میں

ان کے بادشاہوں کے دل ان کی طرف پھیر دیتا ہوں اور بادشاہ ان کے ساتھ نرمی اور شفقت کا برتاؤ کرتے ہیں اور جب ہندے میری نافرمانی کرتے ہیں تو میں ان کے بادشاہوں کے دل ان کے خلاف کر دیتا ہوں اور بادشاہ ان پر ظلم کرتے ہیں اور ہر قسم کے عذاب میں ان کو مبتلا کرتے ہیں تو جب کبھی ایسا ہو کہ تمہارے بادشاہ ظالم ہو جائیں تو تم بجائے اس کے کہ بادشاہوں کو سوا اور ان کو بددعا دوا اپنے نفسوں کی اصلاح کرو اور ذکر الہی میں مشغول ہو کر میرے سامنے تضرع اور گریہ و زاری کرو تا کہ میں تمہارے بادشاہوں کے شر کو تم سے روک دوں۔

(نمبر ۷) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے تین سو دس سے کچھ زیادہ فضیلتیں پیدا کی ہیں اگر کوئی شخص ان میں سے ایک عمل بھی میرے پاس لے کر آئیگا۔ بشرطیکہ لا الہ الا اللہ کی شہادت ہمراہ لائے تب بھی اسے جنت میں داخل کرونگا۔ (طبرانی)

(نمبر ۸) حضرت علی بن موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مجھ کو میرے باپ موسیٰ کاظم سے ان کو ان کے باپ امام جعفر صادق سے انہیں اپنے باپ امام باقر سے اور ان کو اپنے باپ امام زین العابدین سے ان کو اپنے والد ماجد شہید کر بلا امام حسین سے اور ان کو اپنے والد ماجد حضرت شیر خدا سے یہ حدیث پہنچی کہ رسول خدا نے فرمایا کہ مجھ سے جبریل امین نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ لا الہ الا اللہ میرا قلعہ ہے جس شخص سے اس کلمہ کو پڑھا وہ میرے قلعہ میں داخل ہو گیا اور جو شخص میرے قلعہ میں داخل ہو گیا وہ میرے عذاب سے محفوظ ہو گیا (الآثار الاول)

(نمبر ۹) حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ بیشک میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں جس شخص نے میری توحید کا اقرار کیا وہ میرے قلعے میں داخل ہو گیا وہ میرے عذاب سے بے خوف ہو گیا۔

(نمبر ۱۰) ایک حدیث میں ہے کہ جب کوئی مسلم کا الہ الا اللہ کہتا ہے تو یہ کلمہ آسمان

کو طے کرنا ہوا بارگاہِ خداوندی میں حاضر ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس کلمے کو ٹھہرنے کا حکم دیتا ہے یہ کلمہ کہتا ہے الہی مجھے کس طرح سکون ہو ابھی میرا پڑھنے والا بخشا تو گیا نہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جس وقت تجھ کو اس کی زبان پر جاری کیا تھا میں نے اسی وقت پڑھنے والے کی مغفرت کر دی تھی۔

(ابن عساکر)

## تِلْكَ عَشْرَةٌ كَامِلَةٌ

اب شرک کے بارے میں ارشادات رسول مقبول ملاحظہ ہوں۔

۱۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس بندے سے دریافت کرے گا جو کم سے کم عذاب میں مبتلا ہو گا۔ کیا اس عذاب سے نجات حاصل کرنے کے لئے اگر تیرے ہاتھ میں دنیا کی کوئی چیز ہوتی تو دے دیتا۔ یہ بندہ کہے گا بیشک میرے پاس جو کچھ بھی ہوتا وہ دے کر اس عذاب سے نجات حاصل کر لیتا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں نے تجھ سے جبکہ تو آدم کی پشت میں تھا بہت ہی ہلکی چیز طلب کی تھی کہ میرے ساتھ شرک نہ کیجیو لیکن تو نے انکار کیا اور تو نے میرے ساتھ شرک کیا۔ (بخاری)

۲۔ حضرت انس کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے اے ابن آدم تو جب تک مجھ کو پکارنا رہے گا اور مجھ سے امید رکھے گا میں تیری مغفرت کرتا رہوں گا۔ خواہ تو کسی حالت میں ہو مجھے کچھ پرواہ نہیں۔ اے آدم کی اولاد تیرے گناہ اگر اس قدر زیادہ ہوں کہ آسمان تک پہنچ جائیں اور تو مجھ سے مغفرت حاصل کرے تو بھی ان گناہوں کو بخش دوں گا۔ اور مجھے کچھ پرواہ نہیں۔ اے ابن آدم اگر تو مجھ سے ایسی حالت میں ملاقات کرے کہ تیرے پاس اتنی خطائیں ہوں جن سے زمین بھر جائے مگر ان خطاؤں اور گناہوں میں شرک نہ ہو تو میں تجھ سے اتنی ہی مغفرت کے ساتھ ملاقات کروں گا۔ (ترمذی)

۳۔ حضرت ابن عباس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو شخص یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ میں اس کے گناہ بخش دینے اور معاف کر دینے کی قدرت رکھتا ہوں

تو میں اس کی خطائیں معاف کر دیتا ہوں اور کچھ پرداہ نہیں کرتا بشرطیکہ وہ میرے ساتھ کسی شے کو شریک نہ کرتا ہو۔

مگر حضرت عیاض فرماتے ہیں کہ نبی کریم نے ایک دن اپنے خطبے میں فرمایا لوگو! آگاہ ہو جاؤ میرے پروردگار نے مجھے حکم دیا کہ تمہیں وہ باتیں جن کی تمہیں خبر نہیں اور اللہ تعالیٰ نے مجھے آج وہ باتیں بتائی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے بیشک میں نے تمام بندوں کو صحیح فطرت اور صحیح دین پر پیدا کیا ہے مگر ان کے پاس شیاطین آئے اور ان کو ان کے اس دین سے بہکا دیا جس دین پر میں نے ان کو پیدا کیا تھا اور جو چیزیں میں نے اپنے بندوں پر حلال کی تھیں ان کو ان پر حرام کر دیا اور ان شیطانوں نے ان کو حکم دیا کہ وہ میرے ساتھ شریک کریں۔ اور ایسی چیزوں کو میرا شریک ٹھہرائیں جن پر میں نے کوئی دلیل نہیں بھیجی۔ (مسلم شریف)

۷۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں تمام شرکاء کے شرک کی بے نیازی سے بے پرداہ ہوں جس شخص نے کوئی عمل کیا اور اس عمل میں میرے غیر کو شریک کر لیا تو میں اس کو اور اس کے شرک کو چھوڑ دیتا ہوں۔ (مسلم شریف)

۸۔ حضرت ابو ہریرہ کی دوسری روایت میں ہے جس شخص نے کسی عمل میں میرے غیر کو شریک کر لیا تو میں اس سے بیزار ہوں اور وہ عمل اسی کے لئے ہے جس کے لئے کیا گیا ہے میرا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ (مسلم شریف)

اگر شرک کے بارے میں مزید تفصیل درکار ہو تو ہماری کتاب "فلسفہ ارکان خمسہ دیکھو۔"

## ۹۔ صبر و شکر

تبلیغ و اشاعتِ قانونِ فطرت میں ہر طرح کے مصائب و تکالیف اور رنج و اہم کا سامنا ہونا لازمی ہے۔ ارشادات تو یہ ہیں کہ حکمت و دانائی سے یہ اشاعت کی جائے اور اگر جھگڑا ہی کرنا پڑے تو نہایت احسن طریقے سے کیا جائے جبر ہرگز روانہ رکھا جائے مگر جو

لوگ اپنے مذہب کی پیروی امن و آرام سے نہ کریں بلکہ مصمم ارادہ کر لیا اور افعال سے اس کا اظہار کرنے لگیں کہ دینِ فطرت کی اشاعت کو حیر و اکراہ سے بلکہ جنگ و جدال سے روک دیں تو ان کی مخالفت میں مدافعتِ جنگ و جدال کیا جائے اسے جہاد کا نام دیا گیا ہے ظاہر ہے کہ اس کے لئے سختیاں اٹھانی پڑیں گی۔ لہذا صبر کی تلقین کی گئی اور فرمایا گیا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ إِنَّهَا لَإِيمَانُ وَالْوَصْبُ وَالرَّكَاظُ  
سے مدد حاصل کرو۔ دوسری جگہ فرمایا إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ۔ بیشک اللہ صبر کرنے والوں  
کے ساتھ ہے۔ اور جگہ ہے إِنَّمَا يُوفِي الصَّابِرُونَ أَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ۔ صابروں  
کا ثواب بے شمار ہے۔

یہ ناممکن ہے کہ پیرِ دینِ حق ہر وقت مصائب کا شکار اور تکالیف کا نشانہ بنے ہیں بلکہ ان کی زندگی کا اکثر حصہ کامیابی اور راحت میں بسر ہوتا ہے اس کے واسطے نصیحت فرمائی کہ ایسی حالت میں فخر و غرور اور تکبر و نخوت کو اختیار نہ کرو۔ بلکہ ہر قسم کی خوشی اللہ ہی کی طرف سے سمجھو اور اس مالکِ حقیقی کا شکر زیادہ کر دو تاکہ ان خوشیوں میں اضافہ ہوتا رہے جیسے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے لَا تَنْكُرْتُمْ كَازِيدٌ نَّكْمُ أَكْرَمُ مِمَّا كُنْتُمْ تَشْكُرُونَ ہمارے شکر گزار ہونگے تو ہم تمہیں زیادہ دیں گے۔

حقوق اللہ اگرچہ وہ فرائض ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے بندوں کے ذمہ لگا دیئے ہیں مگر اس میں فائدہ سراسر بندوں ہی کا ہے جیسے ایک شفیق استاد اپنے شاگردوں یا ایک مہربان باپ اپنی اولاد یا ایک قابل طبیب اپنے مریض کے لئے صحت و اصلاح کے درپے ہو کر ان سے بعض کام بظاہر سختی سے لیتے ہیں مگر دراصل وہ ان کی آئندہ زندگی کے لئے نہایت مفید ثابت ہوتے ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے جو کام لیتے ہیں وہ ان کی دینی اور اخروی زندگی کے لئے بڑے مفید ہوتے ہیں۔

غرض یہ کہ دنیا میں رہ کر اس تعلیم کا حاصل کرنا ضروری ہے کہ انسان چھوٹی یا بڑی



نا کامیوں سے مایوس نہ ہونے پائے اور ادنیٰ اور اعلیٰ خوشیوں کے حصول پر اپنے آپ سے باہر نہ ہو اور ہر دو حالت میں مستقل مزاج رہ کر صبر و شکر کا عادی ہو جائے۔

حوصلہ ہارے نہ انسان پریشانی میں      ہر نیا کام بگڑ جاتا ہے نادانی میں  
ڈوب سکتی نہیں کبھی موجوں کی طغیانی میں      جن کی کشتی ہو محمد کی نگہبانی میں

صبر کی حقیقت یہ ہے کہ آدمی کسی سخت کام پر دل میں کہہ دیتا نہ آنے دے اور اگر آجھی جائے تو اس کی پرواہ نہ کرے اور کام کو سخت نہ جانے اس کی دو قسمیں ہیں۔ صبر بدن اور صبر نفس۔ صبر بدن یہ ہے کہ خدا کی رضا کیلئے سخت محنت برداشت کرے روزہ نماز حج اور سردی کے موسم کے وضو وغیرہ کی سختی پر خیال نہ کرے یہ بدنی امراض پر رب سے ناراض نہ ہو علاج اور دعا خلاص صبر نہیں۔ صبر نفس یہ ہے کہ نفس کو اس کی ناجائز خواہشوں سے روکے اس کی بہت سی قسمیں ہیں اور ہر قسم کا علیحدہ نام ہے پیٹ اور شرمگاہ کی غلط خواہش سے رکنے کو عفت کہتے ہیں مال و دولت کی ہوس سے باز رہنے کو قناعت اور مصیبت میں تحمل کرنے کو صبر عربی تو نگر کی ہیں غرور و تکبر سے بچنے کو حوصلہ جہاد کفار میں قائم رہنے کو شجاعت اور غصہ میں آپے میں رہنے کو حلم اور زبان سے کسی کا راز فاش نہ کرنے کو رازداری کہتے ہیں۔

صبر کے بے شمار فوائد ہیں جن میں سے بعض مندرجہ ذیل ہیں۔

- ۱۔ ہر عبادت پر ثواب مقرر ہے مگر صبر پر نہیں اس کا ثواب بے اندازہ ہے۔
- ۲۔ ساری عبادتوں کی جزا جنت ہے اور صبر کا ثواب خود رب تعالیٰ ہے۔
- ۳۔ وعدہ الہی ہے کہ اگر تم صبر کرو گے تو ہم پانچ ہزار فرشتے بھیج کر تمہاری مدد کریں گے۔

۴۔ صبر سے استقلال اور ثبات قدمی حاصل ہوتی ہے جو کہ کامیابی کا پیش خیمہ ہے  
بغیر استقلال کوئی کام حسن طریقے سے سرانجام نہیں پاتا۔

۵۔ انسانیت کا تقاضا ہے کہ جس کی نعمتیں کھائے اس کی خاطر تکلیف بھی برداشت کرے۔ گنا مالک کا ٹکڑا کھا کر ہزار دفعہ اس کی لاٹھی بھی کھا لیتا ہے۔ بے صبر انسان جانور سے بھی بدتر ہے۔

۶۔ صبر سنت انبیاء ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنا سارا مال خیرات کر کے اپنے بیٹے کے حلق پر چھری رکھ کر اور نمرودی آگ میں اپنے آپ کو پہنچا کر صبر کی مثال قائم کر دی۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے سخت بیماری برداشت کر کے عظیم الشان صبر کا مظاہرہ کیا ہمارے نبیؐ نے کفار مکہ کی سختیاں جھیل کر طائف والوں کی سنگ باری پر ان کو دعائیں دے کر گزشتہ صبروں پر رجبڑی فرمادی۔

شکر بھی رب کی بڑی عبادت ہے اس کے چند درجات ہیں ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ ہر نعمت کو رب کی طرف سے جانے اس سے بڑھ کر یہ کہ ہر نعمت پر رب کی تعریف کرے اس سے بڑھ کر یہ کہ ہر نعمت کو عبادت میں صرف کرے یہ شکر کا اعلیٰ درجہ ہے اور یہی شریعت و طریقت کا اصل اصول ہے۔ انسان کے تمام اعضاء پر شکر واجب ہے آنکھ کا شکر یہ ہے کہ بھلائی دیکھ کر ظاہر کی جلتے اور برائی کو چھپا یا جائے۔ کان کا شکر یہ ہے کہ اچھی بات سن کر یاد کر لی جائے اور بُری بات کو بھلا دیا جائے ہاتھوں کا شکر یہ ہے کہ ان سے رزق حلال کمایا جائے کسی کو بیجا دکھ نہ دیا جائے پیٹ کا شکر یہ ہے کہ اس کے پیچھے حصے میں کھانا اور اوپر کا حصہ علم و حکمت سے لبریز ہے شرمگاہ کا شکر یہ ہے کہ بیوی اور لونڈی کے سوا کسی پر اس کا استعمال نہ کیا جائے۔ پاؤں کا شکر یہ ہے کہ بے دست و پاکی امداد کی جائے ان سے چل کر مساجد اور نیک محافل میں جایا جائے۔

## ۵۔ نماز

جب خدا تعالیٰ کا قانون رائج ہو جائے، بغاوت کا خیال نابود ہو جائے اور انسان صبر و شکر کے عادی ہو جائے تو انہیں دنیا کے خدشات سے ایسا غافل ہو جانا چاہیے کہ گویا غرض حاصل ہو چکی اور کام ختم ہو گیا بلکہ ہر وقت ایک فوجی سپاہی کی طرح مخالفینِ حق کے مقابلہ کیلئے تیار رہنا چاہیے جو احکام اس تیاری کے لئے ایزد متعال نے قرار دیئے ہیں ان میں سے پہلا نمبر نماز کا ہے جو کہ جناب باری کی شکر گزاری کا ایک طریقہ ہے نماز کے چند دنیوی اغراض و فوائد کا ذکر کیا جاتا ہے۔

نماز اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے ذمہ ایک ایسا حق لگا دیا ہے جس کی کسی حالت یہاں تک کہ مرض الموت میں بھی معافی نہیں جیسے امن کے زمانہ میں بھی فوجی سپاہی پر پٹہ سے غیر حاضر رہنے سے سپاہیوں کی فہرست سے خارج ہو جاتا ہے اسی طرح ایک مسلمان نماز ترک کرنے سے کامل مومن نہیں رہتا بلکہ صحابہ کی ایک جماعت تو تارک نماز کو کافر گردانتی ہے اور کہتی ہے مَنْ تَرَكَ الصَّلَاةَ مُتَّعِدًا فَقَدْ كَفَرَ جس نے جان بوجھ کر نماز چھوڑ دی وہ کافر ہو گیا۔

نماز سے پابندی اوقات کا درس ملتا ہے جس سے آدمی کو وقت کی قدر و قیمت بتانا اور ہر کام کو وقت پر کرنے کا عادی بنانا مطلوب ہے۔ جماعت کا قائم کرنا تاکہ افراد جماعت میں ربط و ضبط اور ملاپ رہے گویا باہم خلوص و محبت سے رہنا سکھانا مقصود ہے دنیوی امور آپس کے مشورے کے بغیر طے کرنے کی کوشش کی جائے تو ہزاروں دقتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے مگر اجتماعی صورت میں ان کے انجام دینے میں بہت آسانی ہو جاتی ہے۔

اب نماز کے اوقات کی کیفیت سنئے۔ کہنے کو تو بعض معتزضین کہہ دیتے ہیں کہ پانچ نمازوں کی کیا ضرورت ہے خدا تعالیٰ کو تو کسی وقت بھی یاد

یاد کر لیا جائے تو کافی ہے اور اگر خصوصیت ہی مطلوب تھی تو صبح کو اٹھتے وقت اور رات کو سوتے وقت اس کی بارگاہ میں اس کی یاد کے لئے حاضر ہونا کافی تھا لیکن ان ظاہر بینوں کو یہ علم نہیں کہ نماز تو ایک پنتھ دو کاوح کا سامعہ ہے اس میں خدا تعالیٰ کی عبادت اور بندگی کے علاوہ انسانی صحت اور تندرستی کے قیام کا خیال بھی رکھا گیا ہے اور سپا ہیانہ تربیت بھی مقصود ہے طریقہ نماز خود اس پر دلالت کرتا ہے مثل مشہور ہے کہ وقت کی نماز بے وقت کی ٹکریں کلام اللہ میں وقت پر نماز ادا کرنے کی از حد تاکید ہے چنانچہ ارشاد ربانی ہے اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتَابًا مَّوْقُوْتًا نماز مومنوں کو وقت پر ادا کرنی لازمی ہے اب نماز کے اوقات کے فوائد کا ذکر کیا جاتا ہے۔

صبح جب آدمی خواب سے بیدار ہوتا ہے تو قدرتاً جسم میں سستی اور کاہلی کے آثار ہوتے ہیں اس لئے حکم ہے کہ ضروریات جسمانی سے فراغت حاصل کر کے غسل کرو اور اگر کوئی عارضہ یا ملکی آب و ہوا اس کی مانع ہو تو کم از کم وضو کر لو یعنی منہ ہاتھ پیر و صوڈالوناک اور دانت صاف کر لو۔ پھر قریب ترین مسجد میں جا کر باجماعت نماز ادا کرو کیونکہ ابھی معدہ خالی تھا اس واسطے صرف دو رکعت کا حکم ہوا اور اس میں قیام رکوع اور سجود جو فرض تھے ادا ہو گئے یعنی خدا کی یاد بھی ہو گئی اور ہلکی سی جسمانی ورزش بھی ہو گئی اہل محلہ کے حالات سے بھی اطلاع ہو گئی اور باہمی مشورہ بھی ہو گیا پھر ذرا ہوا خوری ہوتی گھرائے ناشتہ کیا اور کاروبار میں لگ گئے کیونکہ صبح کے وقت تازہ دم تھے اس لئے پانچ چھ گھنٹے خوب کام میں مشغول رہے دوپہر ہوئی سورج نصف النہار پر آیا بھوک لگی تھکان محسوس ہوئی اس لئے آرام کا وقت آگیا گرم ملکوں میں تو دوپہر کو بالعموم آرام کرنے کا دستور ہے ہی

مگر اب سائنسدانوں نے یہ ثابت کیا ہے کہ سرد ملکوں میں بھی دوپہر کے وقت آرام کرنا صحت کے لئے مفید ہے اور اس میں ضروری ہے پس دوپہر کا کھانا کھا کر تقریباً ایک آدھ گھنٹہ آرام کرنا مسنون ہوا کیونکہ کھانا کھانے ہی کا رو بار میں لگ جانا باعث علالت ہے پھر اس آرام کے بعد جو کاپلی اور کسالت جسم میں پیدا ہوتی اسے دور کرنے کیلئے ضروری ہوا کہ منہ ہاتھ دھو لیا جائے اور پیشتر اس کے کہ کام شروع کیا جائے نماز ادا کر لی جائے تاکہ خدا کی یاد بھی ہو جائے اور ہاتھ پاؤں بھی کھل جائیں اس نماز کو ظہر کے وقت رکھا پھر جب تازہ دم ہو گئے تو ڈھائی تین گھنٹے اور کام کر لیا اس کے بعد طبیعت اکتائی پھر اٹھے کچھ آرام کیا اور کچھ کھایا وٹو کیا ہوش آیا اور نماز عصر ادا کر لی اس کے بعد اگر روزانہ کام سے فارغ ہو تو تفریح طبع کیلئے کھیلو، چلو اور ہوا خوری کر لو پھر شام کو اہل و عیال میں جانے سے پیشتر منہ ہاتھ دھونا اور بخیر و عافیت سے دن گزارنے پر خالق حقیقی کا شکر یہ ادا کرنا واجب ہے جسے نماز شام یا مغرب کہا گیا تاکہ انسان فارغ اہل نظر آئے اور اہل و عیال میں جائے تو ہنساں ہنساں ہو گھر میں آئے کھانا کھایا بیوی بچوں اور دیگر احباب و اقارب کے ساتھ گفت و شنید میں کچھ وقت گزارا طبیعت سیر ہوئی اتنے میں بستر استراحت پر لیٹنے کا وقت آ گیا زندگی کا بھروسہ نہیں نامعلوم کل کیا ہو کھانے کی ثقالت اور رات بھر محنت و مشقت سے گریزا ایسے امور تھے کہ پاسبان حقیقی کی عبادت پر مجبور کرنے کے علاوہ کچھ ورزش کے متقاضی تھے لہذا عشاء کی نماز مقرر ہوئی۔

سونے والے رب کو سجدہ کر کے سو

کیا خبر اٹھے نہ اٹھے صبح کو

کیا خبر ہے صبح ہوگی یا نہیں

اور چلا جائے گا تو زیر میں

اور اس کے بعد آرام کی نیند سوئے غذا کی ثقالت کی وجہ سے اگر کسی وقت

آنکھ کھلی تو چاہا تو پھر ہاتھ منہ دھو کر اللہ تعالیٰ کو یاد کر لیا مگر یہ ضروری نہیں اسے نماز تہجد کہتے ہیں اہل ذوق کہتے ہیں کہ رات کی خاموشی کا سماں اور دل کا لگاؤ اس وقت انسان کو اتنا محو کر دیتا ہے کہ ان کو کسی نماز میں وہ لطف حاصل نہیں ہوتا جو اس وقت ہوتا ہے۔

اب نماز کے باقی فوائد بھی سن لیجئے اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ نماز باجماعت پڑھنی چاہیے چنانچہ اس کی تائید میں کلام الہی میں بار بار ارشاد ہوتا ہے۔  
 وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ کہ رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کر خود حضور پر نور فرمایا کرتے تھے کہ نماز باجماعت اکیلے نماز پڑھنے سے بدرجہا افضل ہے اور تم پر جماعت کے ساتھ رہنا فرض ہے ظاہر ہے اس سے اتفاق اتحاد قومی کی بنیاد ڈالنی مقصود ہے۔ صبح و شام کی نمازیں تو بالعموم محلے کی مسجد میں ادا ہوتی ہیں اور باقی کاروباری جگہ کے قریب والی مسجد میں اس طرح ہر نمازی اپنے اہل محلہ اور اہل بازار کے حالات سے واقف اور ان کے مشوروں میں شامل رہتا ہے اور اس بات کو پختہ کرنے کے لئے قرار دے دیا ہے کہ نماز کو گھر یا کارخانہ سے قریب ترین مسجد میں ادا کرنا لازمی ہے جب اس طرح اہل محلہ اور دیگر اہل علاقہ کا اتحاد ہو گیا تو ہفتہ میں ایک مرتبہ ظہر کی نماز شہر کی جامع مسجد میں پڑھنا فرض کر دیا تاکہ تمام کے تمام شہری کوئی اہم مشورہ کر سکیں اور شہر کی ہر جگہ کے باشندوں کے حالات سے باخبر ہو جائیں اور سارے شہر کا اتفاق قائم رہے اسی پر بس نہیں بلکہ سال میں دو مرتبہ نماز عیدین کا حکم ہوا جس میں شہر اور اس کے گرد و نواح کے دیہاتی اور قریب کے لوگ بھی شامل ہو سکیں تاکہ کم از کم ایک تحصیل کا باہمی میل جول قائم رہے اور دیہاتی شہریوں اور شہری دیہانیوں کے متعلق معلومات فراہم کر سکیں اور بوقت ضرورت ایک دوسرے کے کام آسکیں۔

اخیر میں اس امر کا بیان کرنا اس فصل کی تکمیل کیلئے ضروری ہے کہ نماز عملاً ایک جہتی یکسوئی اور اتحاد عمل کی داعی ہے اس کے تقرر میں اصلی راز یہی ہے کہ یہ متفقہ ہے کہ پیر و ان قانون فطرت کا مرکز بھی ایک ہو اور نہ کہتہ نگاہ بھی ایک ہو پس کسی خطہ زمین میں چلے جاؤ یہی دیکھو گے کہ نماز کے وقت ایک امام کے پیچھے ایک ہی گھر کی طرف آنکھ لگائے کھڑے ہیں جس وقت ان کی نگاہ مرکز سے ہٹتی ان کا دائرہ عمل ٹوٹ جائیگا اور وہ حیران و پریشان پھرتے دکھائی دیں گے۔

کاش آج کل مسلمان نماز کے ان فوائد کو مد نظر رکھتے ہوئے نماز کی پابندی کا خیال کریں لیکن افسوس اور صد افسوس کہ آج کل اکثر مسلمان نماز کی بجائے ٹیلیوژن سینما ریڈیو اور تھپیٹر کے شائق ہیں جس کا نتیجہ یہ ہے کہ نئی نسل تباہی و بربادی کی طرف جا رہی ہے اسلامی تہذیب و تمدن اور اخلاق کی دولت ہاتھ سے چھین گئی طبعی عیاشی زوروں پر ہے گالی گکوچ دینا بزرگوں پر آوازے کسا علماء کا مذاق اڑانا چوری و کینتی رہزنی والدین کی نافرمانی بزرگوں کی بے ادبی قتل و غارت و ننگا فساد اور دیگر مخرب اخلاق عادات سینما بینی کا ثمرہ ہیں۔ لڑائی جھگڑا بدسلوکی نا اتفاقی اور باہمی رنجش زوروں پر ہے بھائی بھائی کا دشمن دوست دوست کا مخالف رشتے داروں میں باہمی چپقلش اپنے عروج پر ہے یہ صرف نماز چھوڑنے کا نتیجہ ہے۔

۵ نماز روزہ سے عار کب تک شراب و مطربے پیار کب تک چلے گا شیطان کا وار کب تک رہے گا یہ حال زار کب تک

## ۶۔ زکوٰۃ

بیماری، بیکاری، حادثات اور عوارضات انسانی زندگی کا لوازمہ

ہیں۔ پابند دین فطرت نماز کی ادائیگی کی وجہ سے بیگانوں اور یگانوں کے حالات سے باخبر رہتا ہے اس واسطے قدرتی بات ہے کہ اس کو ان امور کے شکیوں سے پالا پڑے اور وہ باقتضائے انسانی ہمدردی ان کی امداد کی طرف مائل ہو کیونکہ اسوۂ کامل امام الانبیاء کا ارشاد ہے المسلم انحو المسلم مسلمان مسلمان کا بھاتی ہے اور اسے ایک دوسرے کے مضبوط اور توانا رکھنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھنا چاہیے نیز مسلم قوم پوری کی پوری جسم واحد کی طرح ہے اور اس کے افراد اس کے اعضاء ہیں اس لئے اگر ایک عضو کو تکلیف ہو تو سارے جسم کو بیکل ہو جانا چاہیے شیخ سعدی فرماتے ہیں۔

بنی آدم اعضاءے یک دیگرند کہ در آفرینش ز یک جوہرند  
چو عضوے بدر آورد روزگار دگر عضو ہار نما ند قرار

ان حالات کو مد نظر رکھتے ہوئے ایک نظام کا قیام ضروری تھا اس لئے ہر ذی استطاعت مسلمان کو حکم ہوا کہ وہ اپنی اس جائداد سے جو اس کا اور اس کے اہل و عیال کا خرچ نکال کر بیچ لے ہے اور سال بھر اس کے تصرف و قبضہ میں ہے چالیسواں حصہ راہ خدا میں ضرور دے اس حکم کا نام ادائیگی زکوٰۃ رکھا گیا یعنی وہ حکم جس سے اموال و جائداد پاک اور بابرکت ہو جاتے ہیں یہ زکوٰۃ ایک بیت المال میں جمع کی جاتے پھر یہ فنڈ اول خوشی بعدہ ورویش کے اصول پر مفصلہ ذیل حاجت مندوں پر خرچ کیا جاتے، یتامی مساکین مسافر سیر قرضدار نو مسلم وغیرہ

زکوٰۃ اہل زرا اور امراء قسم کے لوگوں کو کبھی معاف نہیں ہو سکتی البتہ دیگر خیرات و صدقات اختیاری ہیں اور ان کے لئے بھی جا بجا ترغیب دلائی گئی ہے اور بخل و کنجوسی کرنے سے منع کیا گیا اور استطاعت سے بڑھ



کو فیاضی کرنے سے روکا گیا کیونکہ حسب فرمان جناب رسول پاکؐ بہترین امور وہی ہیں جن میں میانہ روی اختیار کی جائے۔

زکوٰۃ انسان کے اخلاق ہی کا نہیں بلکہ اس کے ایمان کا بھی بہت کڑا اور سخت امتحان ہے جو شخص خدا کی راہ میں خرچ کرنے سے جی چراتا ہے اس خرچ کو اپنے اوپر چٹی اور جریانہ سمجھتا ہے جیلوں اور پہانوں سے بچاؤ کی صورتیں نکالتا ہے اور اگر خرچ کرتا ہے تو اپنی تکلیف کا بخارہ لوگوں پر احسان رکھ کر نکالنے کی کوشش کرتا ہے یا یہ چاہتا ہے کہ اس کی سخاوت کا دنیا میں اشتهار دیا جائے وہ دراصل خدا اور آخرت پر ایمان ہی نہیں رکھتا وہ سمجھتا ہے کہ خدا کی راہ میں جو کچھ دیا گیا وہ ضائع ہو گیا اس کو اپنا عیش اپنا آرام اپنی لذتیں اپنے فائدے اور اپنی ناموری خدا سے اور اس کی خوشنودی سے زیادہ عزیز ہے وہ سمجھتا ہے کہ جو کچھ ہے یہی دنیا کی زندگی ہے اگر روپیہ صرف کیا جائے تو اسی دنیا میں ناموری اور شہرت ہونی چاہیے تاکہ اس روپے کی قیمت یہیں وصول ہو جائے۔ ورنہ اگر روپیہ بھی گیا اور کسی کو یہ معلوم بھی نہ ہو کہ فلاں صاحب نے فلاں کار خیر میں اتنا مال صرف کیا ہے تو گویا سب مٹی میں مل گیا قرآن مجید میں صاف طور پر فرما دیا گیا کہ اس قسم کا آدمی خدا کے کام کا نہیں ہے وہ اگر ایمان کا دعویٰ کرتا ہے تو منافق ہے چنانچہ ارشاد ایزد متعالیٰ ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَبْطُلُوا صَدَقَاتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْأَذَى  
كَالَّذِي يُبْفِقُ مَالَهُ رِثَاءَ النَّاسِ وَالَّذِي يُؤْتِي مِّنْ بِلَالِهِ الْيَوْمَ

الْأَخِيرِ

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنی خیرات کو احسان رکھ کر اور اذیت پہنچا کر ضائع نہ کرو اس شخص کی طرح جو بعض لوگوں کو دکھانے اور شہرت کے لئے خرچ

موتنا ہے اور اللہ اور آخرت پر ایمان نہیں رکھتا۔

وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يَنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ

ترجمہ: جو لوگ سونا اور چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور اسے خدا کی راہ

میں خرچ نہیں کرتے انہیں دردناک عذاب کی بشارت دے دو۔

خود غرضانہ ذہنیت کے نتائج کیا ہیں؟ اس کے نتائج صرف اجتماعی زندگی

ہی کے لئے ہلک نہیں ہیں بلکہ آخر کار خود اس شخص کیلئے بھی ہلک ہیں اور

نقصان دہ ہیں جو تنگ نظری اور جہالت کی وجہ سے خود غرضی کو اپنے لئے فائدہ

مند سمجھتا ہے جب لوگوں میں یہ ذہنیت کام کر رہی ہو تو تھوڑے اشخاص کے پاس

دولت سمٹ سمٹا کر اکٹھی ہو جاتی ہے اور بیشتر اشخاص بے وسیلہ ہوتے چلے

جاتے ہیں دولت مند لوگ روپے کے زور سے روپیہ کھینچتے رہتے ہیں اور غریب

لوگوں کی زندگی روز بروز تنگ ہوتی جاتی ہے افلاس جس سوسائٹی میں عام ہو

وہ طرح طرح کی خرابیوں میں مبتلا ہو جاتی ہے جسمانی صحت میں خرابیاں

پیدا ہوتی ہیں بیماریاں پھیلتی ہیں کام کرنے کی قوت کم ہو جاتی ہے جہالت

بڑھتی ہے اخلاق گرنے لگتا ہے لوگ اپنی ضروریات پوری کرنے کیلئے

جرائم کا ارتکاب کرنے لگتے ہیں۔ آخر کار یہاں تک ذہنیت پہنچتی ہے کہ لوٹ

مار ہونے لگتی ہے عام بلوے ہوتے ہیں دولت مند لوگ قتل کتے جاتے ہیں ان

کے گھر لوٹے اور جلائے جاتے ہیں اور وہ اس طرح تباہ و برباد ہوتے ہیں۔

کہ ان کا نام و نشان باقی نہیں رہتا۔

اگر پاکستان کے تمام کارخانہ دار مل مالکان فیکٹریوں کے مالک بڑے

بڑے امراء و رؤسا متمول صاحب ثروت اور زمیندار اپنے عشر اور زکوٰۃ

نکالیں تو اس ملک میں کوئی غریب نہیں رہ سکتا ملک کی معاشی اور اقتصادی کمزوری دور ہو سکتی ہے غربت اور افلاس کا قلع قمع ہو سکتا ہے چوری ڈاکہ زنی اور لوٹ مار ختم ہو سکتی ہے لیکن کتنے انبوس کی بات ہے کہ اس ملک کے ساہوکار و دولت پرسانپ بن کر بیٹھے ہوئے ہیں اور خدا کی حقوق کی پرواہ تک نہیں کرتے اور یہ سب کچھ اس لئے ہے کہ اس ملک میں اسلامی قانون کا نفاذ نہیں ہے خلافت راشدہ کی سی حکومت نہیں ہے جیت تک اس ملک میں قرآن و سنت کی حکومت نہیں ہوگی اس ملک سے برائیوں کا دور ہونا ناممکن ہے کہاں سے لائیں دور صدیقی کہ زکوٰۃ کے منکروں کے خلاف لشکر آراتی کر کے ان کی سرکوبی کر دی جاتے اور ثابت کر دیا جاتے کہ زکوٰۃ ادا نہ کرنے والے ہمارے معاشرے کے لئے ایک ستہ ہونا سوری ہیں۔

### ۷ — "روزہ"

مصیبت زدہ انسان کی تکلیف کا اندازہ تب ہی لگایا جاسکتا ہے کہ انسان خود بھی اس تکلیف میں مبتلا ہو چکا ہو۔ اس یاد دہانی کے لئے فاطمہ کائنات نے لکھ دیا کہ ہر پابند فطرت کو ایک ماہ کے روزے ضرور رکھنے ہوں گے اور قمری مہینہ مقرر کرنے میں یہ حکمت ہے کہ وہ ہمیشہ گردش میں رہتا ہے اور کسی خاص موسم میں نہیں آتا اور اس طرح کسی حصہ زمین کے باشندگان کو یہ شکایت نہیں ہو سکتی کہ ہمیں شدید موسم میں روزے رکھنے پڑتے ہیں اور دوسروں کو اچھے موسم میں نیز یہ مقصد بھی تھا کہ انسان کو ہر آب و ہوا اور ہر موسم میں بھوک اور پیاس برداشت کرنے کی عادت پڑ جائے اور ضبط

نفس کا خوگر بن جاتے۔

اس زمانے میں تو مہذب ملکوں نے بھی بروئے سائنس اس امر کو تسلیم کر لیا ہے کہ روزہ تمام جسمانی بیماریوں سے نجات پانے کا بہترین علاج ہے اس مقصد کے لئے بعض غیر مسلم بھی فاقہ کشی کرتے ہیں بعض ہندو نفس کشی کے لئے کئی کئی ماہ فاقہ کرتے ہیں اسلام دین فطرت ہے اس لئے رب العالمین نے روزانہ سے انسانی طاقت کا اندازہ لگا کر ایک ماہ کے روزے مقرر کئے اور بچوں بوڑھوں، ضعیفوں، مریضوں، عاصمہ اور دودھ پلانے والی عورتوں کو اس حکم سے مستثنیٰ قرار دیا۔

روزہ صرف یہ نہیں کہ انسان کھانے پینے وغیرہ سے رک جاتے بلکہ روزہ دار کو بری بات کرنا نظر بد سے بچنا اشارتاً بھی کسی برائی میں حصہ لینا یہاں تک کہ دل میں برے خیالات کا لانا بھی قطعاً ممنوع ہے اب سمجھ لو کہ انسانی اخلاق پر روزہ کا کیا اثر پڑے گا یک جہتی اور اتحاد عمل کو یہاں بھی ہاتھ سے نہیں دیا گیا بلکہ رمضان میں دیکھو گے کہ ساری دنیا نے اسلام اس حکم کی فرمان برداری میں مشغول ہے۔

مسلم زندگی سپاہیانہ زندگی ہے ہر مسلم تبلیغ کے لئے ایک سپاہی اور سپاہی کے لئے نہایت ضروری ہے کہ وہ فاقہ کشی اور برداشت کی عادت ڈالے تاکہ اگر کسی وقت کھانے پینے کی اشیاء دستیاب نہ ہو سکیں تو اس کے روزمرہ کے معمول میں فرق نہ آئے نیز بھوک کی برداشت انسان میں ہمدردی ایثار اور قربانی کے جذبات پیدا کرتی ہے اس سے دوسروں کی تکلیف کا احساس ہوتا ہے۔

## ۸ - حج

حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ سفر وسیلۂ نظر ہے دوسری جگہ ارشاد ہے سفر میں دوزخ کی تکلیف اٹھانی پڑتی ہے ان دو ارشادات سے سفر کے روشن اور تاریک پہلو سامنے آگئے ادھر حکم جگہ کلام اللہ میں اس طرف توجہ دلائی جاتی ہے کہ باوجود تکالیف اٹھانے کے اللہ کی زمین میں پھرو اور درس عبرت حاصل کرو ان احکام کو عملی جامہ پہنانے کیلئے اور اسلامی سپاہیوں کو سفر کی صعوبتوں کا عادی بنانے کیلئے حج فرض کر دیا گیا ہے جس سے انسان دوسرے ملکوں کی حالت دیکھ کر اپنے ملک کی اصلاح کے طریقے سوچ سکتا ہے علاوہ ازیں جب تمام ممالک کے اشخاص ایک مرکز پر جمع ہونگے تو باہمی اسلامی برادری کا سلسلہ قائم رہے گا اور اسلامی دنیا کے اہم امور باہمی مشورہ سے انجام پذیر ہوں گے۔ اور ہر سال ان مجالس کی تجدید ہوتی رہے گی۔

مجاہد کی روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عباس نے فرمایا کہ ہم حضور کی خدمت گرامی میں موجود تھے کہ یمن سے کچھ لوگ حاضر ہوئے اور انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ ہمارے ماں باپ آپ پر قربان آپ ہمیں حج کے فضائل سے آگاہ فرمائیں حضور نے فرمایا جو شخص حج یا عمرہ کی نیت سے گھر سے چلا تو ہر قدم پر اس کے گناہ اس طرح دور ہوتے ہیں جس طرح درختوں سے پتے نیچے گر جاتے ہیں جب وہ مدینہ پہنچ کر مجھ سے سلام کرتا ہے اور فود الحلیفہ کے چشمہ پر پہنچ کر غسل کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے گناہوں سے پاک کر دیتا ہے اور اس سے فرشتے مصافحہ کرتے ہیں جب نئے کپڑے رچاؤر ڈھبند پہنتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو بہت سی نیکیاں عطا فرماتا ہے جب وہ بیک اللہم بیک کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ بیک و سعید بیک کہتا ہوا جواب دیتا ہے جب

مکہ میں داخل ہو کر طواف اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کرتا ہے تو اللہ نیکوں کو اس کے ساتھ کر دیتا ہے جیب عرفات میں پہنچ کر حاجتوں کی طلب میں آواز بلند کرتا ہے تو اللہ ساتوں آسمانوں کے فرشتوں سے فخر فرماتا ہوا کہتا ہے میرے فرشتو! میرے آسمانوں پر رہنے والو! کیا تم نہیں دیکھتے کہ میرے بندے بخارا آلود بال پریشان دور دراز مقامات سے آتے ہیں انہوں نے اپنا مال بھی خرچ کیا ہے اور اپنی جانوں کو بھی ٹھکایا اپنی عزت و جلال کی قسم میں ان نیکوں کے طفیل ان کے بڑوں کو بھی بخش دوں گا اور ان کو گناہوں سے اس طرح پاک کروں گا جس طرح ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے کے دن تھے جب لوگ کنکریاں پھینکتے، سر منڈاتے اور کعبہ کی زیارت کرتے ہیں تو عرش کے نیچے سے ایک پکاسنے والا پکارتا ہے تم لوگ اپنے گھروں کو واپس جا سکتے ہو میں نے تمہارے پچھلے سائے گناہ معاف کر دیئے اب آئندہ سے نیک عمل کرو۔

نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج کے اسرار اور فوائد کی تفصیل کے لئے ہماری کتاب "فلسفہ ارکان خمسہ" کا مطالعہ نہایت مفید ثابت ہوگا۔

## ۹۔ قربانی

رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات سے قربانیوں کے بارے میں سوال کیا گیا کہ یہ قربانیاں کیا ہیں تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ قربانی دینا تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔

جب قرآن و احادیث کا مطالعہ بنظر غور کیا جائے تو معلوم ہو جاتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قربانی صرف یہ نہ تھی کہ انہوں نے ایک دنبہ ذبح فرمایا بلکہ ان کی قربانی یہ تھی کہ انہوں نے دنبہ ذبح کرنے سے پہلے اپنے ہر ارادے کو اللہ کے نام پر اس کی رضا کے موافق قربان کر دیا تھا۔ اللہ کا ارادہ پا کر بے ہرٹک

آگ میں کود پڑے، اس کی توحید کی تبلیغ کیلئے اپنے آبائی وطن سے ہجرت فرمائی، صرف اللہ کا ذکر کرنے کے لئے داکرین کی ایک جماعت کو اپنے گھر کا سارا ساز و سامان بخش دیا، حق تعالیٰ ہی کی خوشنوی حاصل کرنے کیلئے اپنی بیوی سیدہ حاجرہ اور اپنے فرزند حضرت اسماعیل علیہ السلام کو بے آب و گیاہادی میں چھوڑ آئے، فرزند ارجمند کے معصوم حلق پر تیز دھار چھری صرف اس لئے چلائی کہ اپنے تمام ارادے پورے طور پر ذبح و قربان کر دیں اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا صحیح معنوں میں حاصل ہو جائے۔

مندرجہ بالا سوال کا جواب دے کر سید عالم علیہ السلام نے ایک لطیف اشارہ اس امر کی طرف فرمایا کہ قربانی دیتے وقت گوشت خوری، ریاکاری کا لحاظ نہ کیا جائے بلکہ صرف حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت کا اتباع ملحوظ خاطر ہو اور صرف بکرے کے ذبح کرنے پر اکتفا نہ کیا جائے بلکہ تمام شہوانی ارادوں نفسانی خواہشات کو طاعات و عبادات کی چھری سے پورے طور پر ذبح کیا جائے یہی حقیقی قربانی ہے۔

قرآن مجید میں بھی اس کی تصریح موجود ہے لَنْ يَنْالَ اللهُ لِحَوْمَهَا  
وَلَا دِمَاءَهَا وَلَكِنْ يَنْالُهُ التَّقْوَىٰ مِنْكُمْ۔ اللہ کو ہرگز نہ ان رقبانیوں  
کے گوشت پہنچتے ہیں نہ ان کے خون ہاں تمہاری پرہیزگاری اس تک باریاب ہوتی  
ہے۔

مطلب واضح ہے کہ قربانی کا گوشت تو لوگ کھاتے ہیں اور خون زمین  
پیتی ہے اللہ تعالیٰ کو ان میں سے کسی کی حاجت نہیں اس کو تو صرف تقویٰ  
پرہیزگاری، اخلاص اور نیک نیتی پسند ہے جس نے نیک نیتی سے قربانی دی  
اور تقویٰ اختیار کیا اس کی قربانی مقبول ہے اور جس نے صرف گوشت خوری کے

لئے جانور کو ذبح کیا اس کی قربانی نامقبول۔

قاضی بیضاوی علیہ الرحمۃ نے تقویٰ کی تفسیر میں فرمایا ہے **فَعَلَّ الْحَنَاتِ**  
**وَتَوَلَّى السَّيِّئَاتِ** یعنی نیک کاموں کے کرنے اور بُرے کاموں سے بچنے کا نام تقویٰ  
 ہے تو جو شخص نماز روزہ حج زکوٰۃ وغیرہ نیک کام نہ کرتا ہو اور شراب خوری جوڑا  
 بازی، رونا کاری، بد معاشی، عیاشی، حرام کاری، حرام خوری، عریاقتی بے پردگی جیسی  
 بدیوں میں ہر وقت مشغول رہتا ہو اور صرف لوگوں کو دکھانے کے لئے ہر سال  
 قربانی بھی دیتا ہو تو ایسے شخص کی قربانی کو حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کی قربانی  
 سے کچھ نسبت نہیں نہ یہ قربانی اللہ کی مرضی کے موافق ہے اور سنت خلیل اللہ  
 کے مطابق قربانی دینے والے پر لازم ہے کہ وہ صرف اللہ کے نام پر قربانی دے  
 اور بکرے کے ساتھ ساتھ اپنے نفس سرکش کے تمام ارادے بھی ذبح کر ڈالے  
 ہم جب اپنے پاکستانی بھائیوں اور بہنوں کی عید کے موقع پر بڑھتی  
 ہوئی عیاشیوں، بد معاشیوں، عریانیوں اور بے حیائیوں کو دیکھتے ہیں تو سر  
 نہ امت سے جھک جاتا ہے اور حد درجہ افسوس ہوتا ہے کیونکہ رسول عربی  
 کے ان نالائق امتیوں کو شیطان کی پیروی کے سبب اللہ تعالیٰ کے قہر و  
 غضب کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا ان کے اس فعلِ شنیع اور عملِ فبیح سے  
 ان کا ازلی دشمن ابلیس تو خوش ہو جاتا ہے لیکن جس پیارے پیغمبر کے امتی کہلاتے  
 ہیں اور جس خلیل اللہ کی یادگار قائم رکھنے کے لئے سینکڑوں روپیہ خرچ کر کے  
 بکے خریدتے ہیں وہ دونوں ان سے ناراض رہتے ہیں۔

عید کا جو تصور ان کے یورپ زدہ دماغوں میں موجود ہے وہ ہر امر  
 غلط و بے بنیاد ہے۔ عید کا صحیح تصور ایک بزرگ نے دیدی الفاظ  
 پیش فرمایا ہے۔



لَيْسَ الْعِيدُ لَيْسَ الْعِيدُ لَيْسَ الْعِيدُ لَيْسَ الْعِيدُ لَيْسَ الْعِيدُ  
 لَيْسَ الْعِيدُ لَيْسَ الْعِيدُ لَيْسَ الْعِيدُ لَيْسَ الْعِيدُ لَيْسَ الْعِيدُ  
 لَيْسَ الْعِيدُ لَيْسَ الْعِيدُ لَيْسَ الْعِيدُ لَيْسَ الْعِيدُ لَيْسَ الْعِيدُ

ترجمہ: عید اس کی نہیں جس نے نئے کپڑے پہنے بلکہ عید اس کی ہے جو اللہ کے  
 قہر و غضب سے ڈرا عید اس کی نہیں جس نے خوبصورت فرش پر دسترخوان بچھا کر  
 رنگ برنگے کھانے چنے بلکہ عید اس کی ہے جس نے پل صراط کو عبور کیا۔

عید اس کی نہیں جس نے تفریح کی خاطر مختلف سواریوں پر سواری کی۔  
 بلکہ عید اس کی ہے جس نے گناہوں کو ترک کیا اور نفسانی خواہشات کو پامال کیا۔  
 قربانی قرآن مجید کے مجاہدانہ کارناموں اور احکام میں سے ایک حکم ہے  
 ارشاد باری تعالیٰ ہے **وَأَنْحَرُوا** یعنی قربانی کر چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے مدینہ طیبہ کے دس سالہ قیام میں ہمیشہ قربانی کی اور اس پر مواظبت فرمائی  
 اسی طرح صحابہ کرام تابعین عظام امامان دین اور جمہور مسلمین سب نے آج تک ہر سال  
 قربانی کی اور کرتے ہیں مگر اب نئے منکرین یورپ نے یہ نیا شوشہ چھوڑا ہے  
 کہ قربانی کرنا ایک بیکار چیز ہے اور ہر سال جو اس قدر کثیر رقم قربانی پر صرف  
 ہوتی ہے وہ ملک کے رفاہی کاموں اور تعمیری امور میں خرچ ہونی چاہیے۔

تعجب کی بات ہے کہ جو روپیہ قربانی پر صرف ہوتا ہے وہ تو ان مغرب  
 زدہ لوگوں کو بیکار نظر آتا ہے لیکن جو لاکھوں بلکہ کروڑوں روپیہ سنیما، تھیٹر،  
 کلب گھروں، ناٹج گھروں، ٹی پارٹیوں، مسرفانہ دعوتوں، گھوڑ دوڑوں، لائبریریوں  
 اور معمر بازیوں، سرخی پاؤ، زر، لپ اسٹک اور دیگر اسراف و تہذیب کی بے شمار  
 مدوں پر خرچ ہوتا ہے۔ اس کے متعلق کسی کے دل میں درد کی کوئی چسک پیدا  
 نہیں ہوتی۔ اخلاق نباہ ہو رہا ہے صحت و تہذیب کا جنازہ نکل گیا دنیا بھی

بربادین بھی تباہ ملکی استحکام کیلئے بھی نامعقول اخراجات نقصان دہ ہیں کاش ان نئے مفکروں کو یہ خیال آتا کہ حکومت اور عوام کی توجہ اس طرف مبذول کرانی چلئے کہ ان سیاہ کاریوں پر جو روپیہ پانی کی طرح بہا یا جا رہا ہے وہ اسلحہ کی خرید میں صرف کیا جاتے تاکہ ملک کی عسکری قوت میں اضافہ ہو اور ملکی استحکام مضبوط ہو جائے۔

بعض لوگ قربانی کے تقاضے بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ معدہ پر یہ بارگراں ہر سال حکیموں اور ڈاکٹروں کی گرم بازاری کا سبب ہوتا ہے میں کہتا ہوں کہ اگر اس مزعومہ گرم بازاری کو صحیح تصور کر لیا جاتے تو اس کا سبب قربانی کرنا نہیں بلکہ قربانی کے بعد مسنون طریقہ سے اس کے گوشت کی عدم تقسیم ہے اگر ارشاد نبوی کے مطابق عمل کیا جاتے تو کسی گھر میں گوشت اتنی مقدار میں باقی نہ رہے جس کی بناء پر معدہ پر بوجھ ہو۔ یوں تو ہر مذہبی کام کی ادائیگی میں بعض ناواقف لوگوں سے کوئی ایسی غلطی ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے اس قسم کے مفاسد لازم آ جاتے ہیں لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ایسے غلط کار کو مذہبی فریضہ کی ادائیگی سے روک دیا جائے۔ بلکہ اس کی غلطی کی اصلاح کرنا چاہیے

”حضرت اسمعیل کے واقعہ قربانی کے چند اہم نکات“

نکتہ اول:۔ خواب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم ہوا کہ اپنے فرزند کو قربان کر دو اس میں کیا حکمت تھی؟ ارباب اشارات فرماتے ہیں کہ اس میں حکمت یہ تھی کہ ثابت کیا جاتے کہ انبیاء علیہم السلام کے خواب بھی وحی الہی ہوا کرتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا۔

يَا بَنِيَّ اِنِّيْ اَرَى فِى الْمَنَامِ اِنِّىْ اَذْبَحُكَ فَانظُرْ مَاذَا تَرَى قَالَ

قَالَ يَا ابْنَ آدَمَ مَا تَنْتَبِهُ لِي أَنْشَأَ اللَّهُ مِنْ الصَّابِرِينَ

ترجمہ: اے میرے بیٹے میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تجھے ذبح

کرتا ہوں اب تو دیکھ تری کیا رائے ہے؟ عرض کیا اے میرے باپ جس کام کا

آپ کو حکم ہوا ہے کہ دیکھئے انشاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائینگے

یہ بولا کہ بیٹا آج میں نے خواب دیکھا ہے

یہ دیکھا ہے کہ میں خود آپ بھکوزبح کرتا ہوں

کہا فرزند نے اے باپ اسمعیل صابر ہے

خدا کے حکم پر بندہ بے تعمیل حاضر ہے

اس آیت کریمہ پر غور فرمائیے حضرت ابراہیم علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں نے

خواب دیکھا ہے اور حضرت اسمعیل کہہ رہے ہیں کہ وہ کام کر دیکھئے جس کا آپ

کو حکم ہوا ہے معلوم ہوا کہ حضرت اسمعیل علیہ السلام اس حقیقت کو جانتے

تھے کہ پیغمبر کا خواب بھی حکم الہی ہوتا ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی

اس کے حکم الہی ہونے میں کسی قسم کے شک شبہ کو اپنے دل میں جگہ نہیں دی

بلکہ اس کی تعمیل اسی طرح ضروری سمجھی جس طرح اس حکم کی سمجھتے جو عالم بیداری

میں انہیں خدا کی طرف سے ملتا تھا

یہی حال دوسرے انبیاء علیہم السلام کا ہے اسی واسطے حضرت عبد اللہ

بن عباس فرماتے ہیں رُؤِيَ الْأَنْبِيَاءُ وَتُحَى نَبِيُّوْنَ كَالْحَيِّ وَحَى هُوَ

ہیں حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے اَصْدَقُكُمْ سَأْوِيًّا اَصْدَقُكُمْ حَدِيثًا

تم میں زیادہ سچا خواب دیکھنے والا وہ ہے جو زیادہ سچ بولتا ہے

چونکہ انبیاء علیہم السلام سے بڑھ کر سچ بولنے والا اور کوئی نہیں ہوتا

اور نہ ہی ان پر شیطان وغیرہ کا کوئی اثر ہوتا ہے لہذا ان کا خواب اللہ کی طرف

سے ہوتا ہے اور وہ خواب وحی الہی ہوتا ہے چنانچہ حضور علیہ السلام کی وحی کا آغاز بھی روایاتے صالحہ سے ہوا کہ جو کچھ آپ خواب میں دیکھتے وہ روز روشن کی طرح ظاہر ہو جاتا چنانچہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔

أَوَّلُ مَا بَدَأَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْوَحْيِ الرَّؤْيَا الصَّالِحَةَ فِي النَّوْمِ وَكَانَ لَا يَرَى رُؤْيَا إِلَّا جَاءَتْ مِثْلَ فَلَقِ الصَّبْحِ رُبَّمَا تَرَجَمَهُ رَسُولُ خَدَاكِي وَحْيِي كِي ابْتَدَأَ رُؤْيَا تَعَالِيهِ صَالِحَةً سَيُؤْتِي جُؤْ كُحْ  
 آپ خواب میں دیکھتے تھے بعینہ وہ صبح کی روشنی کی طرح ظہور میں آ جاتا۔  
 نکتہ دوم: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام سے مشورہ طلب فرمایا کہ فالتظرو ما ذا انزلت مني اس میں حکمت یہ تھی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے رب تعالیٰ سے نیک اولاد کی تمنا کی تھی رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِينَ الہی مجھے صالح لڑکے عطا فرما۔ خدا تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام عطا فرمایا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسے آزمائش کی کسوٹی پر پرکھنا چاہا کہ آیا واقعی یہ صالح ہے یا نہیں اسلئے یہ مشورہ طلب فرمایا کہ بیٹا تیری کیا رائے ہے حضرت اسماعیل علیہ السلام نے فرمایا يَا أَبَتِ افعل ما تؤمر۔ آپ حکم الہی کی تعمیل فرمائیے اس پر حضرت خلیل اللہ نے جان لیا کہ یہی وہ نیک فرزند ہے جس کیلئے رب تعالیٰ سے دعا کی تھی اور اس میں ایک حکمت یہ بھی تھی کہ خدا تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ذبح کا حکم دیا حالانکہ اس سے مقصود حضرت اسماعیل علیہ السلام کا قتل کرنا نہ تھا بلکہ یہ ظاہر کرنا مقصود تھا کہ یہ وہی نیک فرزند ہے جس کی تم نے ہم سے دعا مانگی تھی۔

اسی طرح ہمارے نبی علیہ السلام نے خدا تعالیٰ سے صالح امت کی درخواست کی اسلَامَ عَلَيْنَا وَعَالَىٰ عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ خدا تعالیٰ نے آپ کو صالح امت کی خوشخبری دی إِنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ۔ بیشک زمین کے وارث میرے نیک بندے ہیں۔ قیامت کے دن ان کو پلہراط کے اوپر سے گزارا جائیگا حکم الہی ہے وَإِنَّ مِنْكُمْ لَالْوَاقِعَاتِ وَأَرْدُهُمْ يَسْرِعُ ہر آدمی جہنم کے اوپر سے گزے گا۔ دوزخ کے اوپر سے گزارنے سے مقصود ان کا جلانا نہیں بلکہ یہ ظاہر کرنا مقصود ہوگا کہ اے محبوب یہ وہی صالح امت ہے جس کی آپ نے ہم سے تمنا کی تھی۔ ان کی صالحیت اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ آج جہنم پکار پکار کر یہ کہتی ہے کہ

جَزِيََا مُؤْمِنًا فَإِنَّ لَوْ ذَكَ أَلْفَاءَ لَهَيْبِي

ترجمہ: اے مومن جلدی سے گزر جا ترے نور نے میری نار کو بچھا دیا ہے ارشاد ربانی ہے ثُمَّ نُنَبِّئُكَ الَّذِينَ اتَّخَذُوا بَطْنًا مِّنْ دُونِ بَطْنِكَ۔

نکتہ سوم: عام طور پر بچوں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ دکھ اور مصیبت کے وقت جوع فزع اور رونا چلانا شروع کر دیتے ہیں لیکن حضرت اسماعیل علیہ السلام نے کمال صبر و استقلال کا مظاہرہ کیا اور رضائے الہی پر راضی رہتے ہوئے اپنے والد ماجد کی خدمت میں عرض کی یا اَبَتِ افْعَلْ مَا تَوْمَرُ اس پر گویا خالق کائنات نے یہ فرمایا اے اسماعیل چھری کی عادت ہے کاٹنا تو نے ہماری خاطر اپنی عادت کو بدل دیا ہم نے تری خاطر چھری کی عادت کو بدل دیا اب یہ ترے حلق کو تو کیا ترے حلق کے ایک روزنگے ٹیک کو نہیں کاٹے گی چنانچہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چھری کو اچھی طرح تیز کر کے خوب زور سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے حلق پر چلایا تو چھری نے ایک بال تک بھی قطع نہ کیا اب

کو غصہ آیا آپ نے اس چھری کو زمین پر دے مارا خدا تعالیٰ نے اس چھری کو بولنے کی قوت دی اور اس نے آپ سے سوال کیا کہ آپ مجھ سے ناراض کیوں ہوتے ہیں آپ نے فرمایا اس لئے کہ تو نے اسماعیل کی گردن کا ایک بال بھی نہیں کاٹا چھری نے عرض کی نارنرو دے آپ کو کیوں نہیں جلا یا تھا آپ نے فرمایا کہ خدا نے اسے حکم دیا تھا کہ ابراہیم علیہ السلام پر سلامتی کے ساتھ ٹھنڈی ہو جا اس پر چھری بولی آگ کو تو نہ جلانے کا حکم صرف ایک مرتبہ ہوا تھا اور مجھے اللہ تعالیٰ نے ستر مرتبہ فرمایا ہے کہ اسماعیل علیہ السلام کی گردن کا ایک بال بھی نہ کاٹنا مشیت کا منکر دریائے رحمت جوش میں آیا کہ اسماعیل کا اک رونگٹا کٹنے نہیں پایا

اسی طرح انسان کی عادت ہے کہ مصائب و آلام پر قلق و بیقراری اور اضطراب کا اظہار کرتا ہے لیکن جو بندہ مومن اس وقت صبر و تحمل سے کام لے اور گھبراہٹ اور جزع فزع نہ کرے بلکہ اپنی عادت کو بدل کر رضائے الہی پر راضی ہو جائے قیامت کے دن خدا تعالیٰ اس کے حق میں دوزخ کی عادت کو بدل دیں گے اور وہ جب پل صراط سے گزرے گا تو دوزخ کی آگ اس کو اذیت نہ دیگی۔

پائے کو باں پل سے گزریں گے تری آواز پر  
رب مسلم کی صدا پر وجد لاتے جائیں گے

نکتہ چہارم :- خدا تعالیٰ نے بہشت عنبر شست کو پیدا فرمایا تو اس نے کہا مجھ سے بڑھ کر کوئی نوازشات کرنے والا نہیں خدا تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو جنت سے نکال دیا اور جنت سے کہا اگر تو واقعی اپنے دعوے میں سچی ہے تو حضرت آدم علیہ السلام تری ان نوازشات سے کیوں محروم ہو

گئے۔ خدا تعالیٰ نے آگ کو پیدا کیا اس نے لاف زنی کی کہ مجھ جیسا کوئی جلانے اور کچھلانے والا نہیں خدا تعالیٰ نے اس کو حضرت خلیل اللہ سے آزمایا اور فرمایا اگر واقعی ترادعویٰ درست ہے تو تو نے میرے خلیل کو کیوں نہ جلایا؟ دریا کو پیدا کیا اس نے کہا مجھ سے بڑھ کر کوئی غرق کرنے والا نہیں خدا تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس کے حوالے کیے اس کے غرور و تکبر کو پامال کر دیا اور وہ باوجود اپنی طغیانی کے کلیم اللہ کو غرق نہ کر سکا خدا تعالیٰ نے معدہ کو پیدا کیا تو اس نے بلند بانگ دعویٰ کیا کہ مجھ سے زیادہ کوئی بھضم کرنے والا نہیں خدا نے حضرت یونس علیہ السلام کو اس کے حوالے کر کے اس کے اسٹیکبار کو خاک میں ملا دیا اور مچھلی کا معدہ حضرت یونس کے ایک بال کا بھی نقصان نہ کر سکا اسی طرح جب موت کو پیدا کیا تو اس نے کہا مجھ جیسا کوئی قاطع حیات نہیں خدا تعالیٰ نے حضرت عزیر علیہ السلام کو اس کے سپرد کر کے ثابت کر دیا کہ اگر واقعی ایسا ہوتا تو میرا عزیر دوبارہ زندہ نہ ہوتا۔ شیطان کو پیدا کیا تو اس نے کہا مجھ جیسا کوئی گمراہ کرنے والا کوئی نہیں خدا تعالیٰ نے اس کو انبیاء و اولیاء سے آزمایا اور اس خبیثت کے تکبر اور غرور کا قلع قمع کیا اور گویا فرمایا کہ اگر واقعی تو گمراہ کنندہ ہے تو میرے ان نیک بندوں پر تیرا بس کیوں نہ چلا۔ اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ یعنی بیشک میرے بندوں پر ترا کوئی قابو نہیں۔ اسی طرح چھری نے کاٹنے کا دعویٰ کیا تو اسے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے حلق سے آزمایا گیا۔

ان امور سے ثابت ہوا کہ ہر چیز میں تاثیر کا پیدا کرنے والا وہی خالق حقیقی ہے وہ چاہے تو قوت تاثیر کو بحال رکھے وہ چاہے تو اس قوت کو سلب کر لے اسے ہر چیز پر قدرت حاصل ہے لہذا قبر اگر چہ تنگ و تاریک

کو ٹھڑی ہوگی لیکن بندہ مومن کے لئے خدا سے بقعہ نور بنا دے گا اور حد نگاہ تک کشادہ کر دے گا۔ پل صراط اگرچہ بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ نیر ہوگا لیکن خداتے ذوالجلال اُسے بندہ مومن کے لئے کھلے میدان کی طرح بنا دے گا۔ دوزخ کی آگ اگرچہ تین ہزار سال تک جلتی رہی ہے لیکن بندہ مومن کے لئے سلامتی کے ساتھ ٹھنڈی ہو جائیگی۔

نکتہ پنجم: حضرت اسماعیل علیہ السلام کے حلق پر چھری نے اس لئے اثر نہ کیا کہ آپ کی پیشانی میں امام الانبیاء کا نور تھا خدا تعالیٰ کو اس کی حفاظت مقصود تھی خدا تعالیٰ نے بندہ مومن کے دل میں بھی نور پیدا کیا۔ ارشاد باری ہے۔ اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَكَ لِاِسْلَامٍ فَهُوَ عَلَىٰ نُوْرٍ مِّنْ رَبِّهِۗۤ ا۔

ترجمہ: تو کیا جس کا سینہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لئے کھل دیا وہ اپنے رب کی طرف سے نور پر ہے اس لئے قیامت کے دن اگر وہ مالک حقیقی اپنے اس بندے کو نار جہنم سے محفوظ رکھے تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔

نکتہ ششم: خدا تعالیٰ نے نار مزود کو حکم دیا اے آگ جن رسیوں سے مزود نے میرے خلیل کو باندھ رکھا ہے ان کو جدا دے لیکن میرے خلیل کا ایک بال بھی نہ جلے دریا کو حکم ہوا اے دریا فرعون اور فرعونوں کو غرق کر دے لیکن میرے موسیٰ اور ان کے امتیوں کو غرق نہ کرنا چھری کو حکم ہوا کہ دنبہ کو ذبح کر دینا لیکن میرے اسماعیل کا ایک رنگٹا بھی نہ کاٹنا اسی طرح قیامت کے دن خدا تعالیٰ دوزخ سے فرمائے گا اے دوزخ میرے محبوب کے گنہگار امتیوں کے گناہوں کو جدا دینا لیکن ان کے اجسام کو نہ جلا نا۔

نکتہ ہفتم: جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیلؑ کو ذبح کرنے کے لئے منہ کے بل زمین پر لٹایا تو رحمت الہی نے جوش مارا اور



حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اس سجدے کی حالت کو پسند فرمایا اور آپ کے حلق کو منقطع ہونے سے محفوظ رکھا مقام غور ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے ایک مرتبہ فرمانبرداری کرتے ہوئے اپنے سر کو سجدے کی حالت میں جھکایا تو خداوند تعالیٰ نے ان کو ذبح کی تکلیف سے نجات دی۔ اگر بندہ مومن یا بچوں وقت نماز کا پابند ہو اور ہر نماز کی ہر رکعت میں دو بار بارگاہ خداوندی میں سر نیاز خم کرے تو رحمت خداوندی سے کوئی بعید نہیں کہ اس بندے کو عذاب نار سے نجات دے دی جائے۔

نکتہ ہشتم: جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنا چاہا تو حضرت اسماعیل نے رضا و رغبت کا اظہار فرماتے ہوئے اپنے والد محترم سے پوچھا کہ قربانی کے معاملے میں آپ سخی ہیں یا میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا بیٹا ظاہر ہے کہ میں تم سے زیادہ سخی ہوں کہ اپنے جگر گوشہ کو قربان کر رہا ہوں۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے فرمایا کہ میں آپ سے زیادہ سخی ہوں کیونکہ آپ کا میرے علاوہ ایک اور بیٹا بھی ہے اور میرے پاس صرف ایک جان ہے۔ جہاں حق میں فدا کر رہا ہوں اس پر خلیل اللہ علیہ السلام نے قربانیاں بیٹا تو جان فدا کر کے ایک آن میں موت کی سختی سے نجات پا جائے گا۔ لیکن مجھے تیری جدائی اور فراق کا غم رہ رہ کر ستاتا ہے گا۔ جب بھی تو یاد آئے گا غم و اندوہ کے زخم تازہ ہو جائیں گے۔ ہر دو بزرگ اس گفتگو میں مشغول تھے کہ خدا تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ تم نے ہماری بارگاہ میں اپنی سخاوت کا اظہار کیا حالانکہ میں تم دونوں سے زیادہ سخی ہوں۔ اے ابراہیم علیہ السلام، یہ دنیا لے لو اور اس کو اسماعیل علیہ السلام کی جگہ ذبح کر دو۔ بعد ازاں فرمایا اے ابراہیم علیہ السلام نے اسماعیل کے بدلے میں دلے کا لوبہ دیکر تمہیں فرزند کی جدائی کے درد سے بچایا اور اے اسماعیل علیہ السلام نے تمہاری جان

بچائی۔ لہذا ہم تم دونوں سے زیادہ سخی ہیں

نکتہ ہفتم: جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسمعیل علیہ السلام کو اپنی خواب سے آگاہ فرمایا تو انہوں نے جلدی سے اپنی رضامندی کا اظہار کر دیا اس پر خلیل اللہ علیہ السلام نے فرمایا بیٹا شاید تو موت کی سختی کو نہیں جانتا اس لئے جلد ذبح ہونے کو تیار ہو گیا انہوں نے جواب دیا ابا جان جو کچھ میری نگاہوں کے سامنے ہے اگر آپ بھی وہ دیکھ لیں تو آپ میری جگہ قربان ہونے کی تمنا کریں حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے فرمایا بیٹا تو کیا دیکھ رہا ہے آپ نے فرمایا عرش سے لیکر فرش تک ساری مخلوق آپ کے عزم و استقلال کو دیکھ رہی ہے اور خالق ارض و سما میری جاں نثاری کو دیکھ رہا ہے۔

نکتہ و حکم: قربانی کی دس قسمیں ہیں۔

۱۔ قربانی قبولیت: حضرت ہابیل نے خدا کے نام پر ایک موٹے دنبے کی قربانی

کی جو رب تعالیٰ کی بارگاہ میں شرف قبولیت کو پہنچی۔

۲۔ قربانی شقاوت: یہ قابیل کی قربانی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ ابْنِ آدَمَ بِالْحَقِّ إِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقْبَلُ

مِنَ أَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَلْ مِنَ الْآخَرِ

ترجمہ: اور انہیں پڑھ کر سناؤ آدم کے دو بیٹوں کی سچی خبر جب کہ

دونوں نے قربانی پیش کی تو ایک قبول ہوئی اور دوسرے کی

قبول نہ ہوئی۔

ہابیل بھیر بکریوں کا مالک تھا اس نے قربانی کیلئے ان میں سے خوبصورت

اور موٹے جانور کا انتخاب کیا۔ قابیل مزارع تھا وہ بادل نانو استہ روی جو

کا ایک خوشہ قربانی کیلئے لایا دونوں نے اپنی اپنی قربانیاں پیش کیں آسمان

سے آگ آئی اور حضرت ہابیل کے دہے کو لے گئی اور قابیل کے خوشہ جو کو  
 چھوڑ گئی اس طرح حضرت ہابیل کی قربانی قبول ہوئی۔ اور قابیل کی قربانی  
 مردود قابیل نے حسد کی بنا پر ہابیل کو قتل کر دیا حق تعالیٰ نے قابیل کو نشقی اور  
 مردود بنا دیا اور قیامت تک جتنے ناحق قتل کرنے والے ہوں گے ان کے  
 گناہ میں قابیل کا بھی حصہ ہے اس لئے کہ مَنْ سَنَّ سُنَّةَ سَيِّئَةٍ فَلَهُ  
 وَزْرُهَا وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا یعنی جس نے کوئی برائی ایجاد کی اس کو اس برائی  
 کے ایجاد کرنے کا گناہ ہوگا اور علاوہ ازیں جتنے لوگ اس برائی پر عمل کریں گے  
 ان سب کے برابر بھی گناہ ہوگا۔

اور جہاں تک ہابیل کا تعلق ہے تو اس کو قیامت تک کے تمام شہداء  
 کے برابر ثواب ہوگا اور قیامت تک جتنے مومن قربانی کرنے والے ہوں گے  
 ان سب کے برابر بھی ثواب ہوگا اس لئے کہ حدیث میں آیا ہے۔  
 مَنْ سَنَّ سُنَّةَ حَسَنَةٍ فَلَهُ أَجْرُهَا وَأَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا  
 إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔

ترجمہ: جس نے کوئی اچھا طریقہ ایجاد کیا اس کا ثواب ہوگا اور قیامت  
 تک جتنے لوگ اس اچھے طریقے پر عمل کریں گے۔ ان سب کے برابر بھی ثواب  
 ہوگا۔

۳۔ قربانی قدر و منزلت: یہ قربانی یہ تھی کہ حضرت عبدالمطلب کو خواب  
 میں اپنے فرزند کی قربانی کا اشارہ ہوا انہوں نے قرعہ اندازی کے  
 ذریعے حضرت عبداللہ کا انتخاب کیا۔ جیسے کہ کتب سیر میں یہ واقعہ تفصیل کے  
 ساتھ موجود ہے۔

۴۔ قربانی شہادت: وہ قربانی یہ تھی کہ حضور علیہ السلام دو مینڈھے لیتے۔

ایک کو اپنے اہلیت کی طرف سے اور ایک کو اپنی اور اپنی اُمت کی طرف سے قربان کر دیتے اور اس کو ذبح کرتے وقت فرماتے۔ اَللّٰهُمَّ هَذَا قُرْبَانٌ مِّنْ مُحَمَّدٍ وَ اُمَّتِهِ لِمَنْ نَّسَّهَدَ لَكَ بِالتَّوْحِيدِ وَ نَشَهِدَ نِيْ بِالْبَلَاغِ  
ترجمہ :- الہی یہ قربانی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے اس امتی کی طرف سے ہے جس نے تیری توحید اور میری تبلیغ کی گواہی دی۔

یہ امت کے حق میں کمال شفقت و عنایت ہے کہ امراء کی قربانیاں حضور علیہ السلام کی اس قربانی کے صدقے قبول ہوتی ہیں اور غرباء کو حضور کی اس قربانی کے صدقے ثواب مل جاتا ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ جب کہ حضور نے یہ دو قربانیاں کیں تو حضرت جبریل امین حاضر خدمت ہوئے اور عرض کی خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ تیرے جس غریب امتی کے دل میں یہ خیال آئے گا اگر میں امیر ہوتا تو قربانی کرتا اللہ تعالیٰ اس غریب اور نادار آدمی کو ستر قربانیوں کے برابر ثواب دے گا۔ اور شہیدوں کا سا ثواب بھی عنایت کروں گا اور اے محبوب یہ سعادت صرف تیری قربانی کی وجہ سے اس نادار شخص کو نصیب ہوگی۔

۵۔ قربانی فضیلت :- یہ حاجیوں کی قربانی ہے میدان منیٰ میں۔  
۶۔ قربانی رحمت و محبت :- یہ مسلمانوں کی عید الفصحیٰ کے دن کی قربانی ہے کہ ایک جانور خدا کی رضا کے لئے قربان کریں تو خدا تعالیٰ ان کو دوزخ سے آزاد کر دے گا۔ اور یہ عیسیٰ اللہ علیہ السلام کی منابعت کی برکت ہے۔ اگر خدا تعالیٰ حضرت اسماعیل علیہ السلام کا فدیہ نہ بھیجتا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے فرزند کو قربان کر دیتے تو سب کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی منابعت میں فرزند قربان کرنے پڑتے جو کہ انتہائی دشوار اور مشکل کام

تھا خدا تعالیٰ نے کرم فرمایا اور ایک ذنبہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ذریعے  
میں بھیجا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی دینے کی تشریح میں تبدیل  
ہو گئی۔ اور اس امرت کو حضرت خلیل علیہ السلام کی سنت کی پیروی کرتے ہوئے  
جالور ذبح کرنے کا حکم ہوا تا کہ یہ امرت برزخ و دوزخ کے عذاب سے نجات  
پا جائے۔ چنانچہ ارشاد نبوی ہے۔

إِنَّ الضَّحَايَا يَمْحُو الْخَطَايَا وَإِنَّ الضَّحَايَا يَرْفَعُ الْبَلَدِيَا وَالضَّحَايَا  
فِدَاءُ الْمُؤْمِنِينَ مِنَ النَّارِ كَفِدَاءِ الذَّبِيحِ مِنَ الذَّبِيحِ.

ترجمہ: بیشک قربانیاں گناہوں کو ختم کر دیتی ہیں اور بیشک قربانیاں  
مصائب کو دور کر دیتی ہیں اور تشریح دوزخ سے مؤمنین کا فدیہ ہیں  
جیسے کہ ذنبہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کا فدیہ تھا۔

۷۔ قربانی قدرت، قیامت کے دن جب کہ جنتی جنت میں دوزخی دوزخ میں  
داخل ہو جائیں گے تو موت کو ایک مینڈھے کی شکل میں جنت اور دوزخ  
کے درمیان لا کر کھڑا کیا جائیگا۔ پھر اہل بہشت اور اہل دوزخ سے پوچھا  
جائیگا کہ کیا تم اس کو جانتے ہو سب کہیں گے ہاں ہم جانتے ہیں کہ یہ موت  
ہے پھر اس جگہ موت کو ذبح کر دیا جائیگا اور ایک پکارنے والا اعلان  
کرے گا کہ اہل بہشت ہمیشہ جنت میں رہیں گے اب ان کو موت نہ  
آئے گی اور اہل نار ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے ان کو بھی موت نہ آئے گی  
اس اعلان پر جنتی بہت خوش ہوں گے اور دوزخی بہت غمگین ہوں گے۔

۸۔ قربانی کرامت :- یہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی ہے۔

۹۔ قربانی عشق :- یہ ان لوگوں کی قربانی ہوتی ہے جو اپنے مالک حقیقی کے  
وصال اور شاہد سے کے اشتیاق میں اپنی جان قربان کر دیتے ہیں چنانچہ

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں جنگل میں جا رہا تھا کہ ایک نوجوان کو کھجور کے ایک درخت کے نیچے نماز میں مشغول دیکھا میں اس کے پاس گیا اس نے نماز سے فراغت حاصل کی تو میں نے سلام کیا اس نے جواب دیا اور مجھے کچھ کھجوریں دیں میں نے اس سے کہا اے عزیز میں آپ کے ساتھ رہنا چاہتا ہوں اس نوجوان نے کہا آپ میں میرے ساتھ رہنے کی ہمت و طاقت نہیں ہے میں اُسے چھوڑ کر چلا گیا حضرت مالک بن دینار فرماتے ہیں میں نے ایک روز اسی نوجوان کو منیٰ میں مسجد خیف کے نزدیک دیکھا نماز میں مشغول تھا جب نماز سے فارغ ہوا تو اس نے کہا یا اللہ لوگ تیرے دربار میں اپنے جانوروں کی قربانیاں پیش کر لے رہے ہیں اور میں اپنی جان کے سوا اور کسی چیز کا مالک نہیں ہوں میں تیری بارگاہ میں اسی جان کو بطور قربانی پیش کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر اس نے اپنی انگلی سے اپنے حلق کی طرف اشارہ کیا اور فوراً جہاں بچتی ہو گیا۔

۱۔ قربانی نفس امارہ: نفس کی چار قسمیں ہیں۔

۱۔ نفس مطمئنہ: یہ وہ نفس ہے جس کو خدا تعالیٰ اپنی عنایت سے اپنی طرف کھینچے۔

۲۔ نفس ملہمہ: جس کو دنیا سے نفرت اور آخرت سے رغبت ہو اس کی برکت سے نفس مقام روح میں داخل ہو جاتا ہے اور تنہائی پسند ہو جاتا ہے خلقت سے وحشت اور خالق کی طرف رغبت ہو جاتی ہے۔

۳۔ نفس لوامہ: جس کو ترک دنیا حاصل ہو جائے بلکہ یہ حق سے غافل کر دینے والی چیزوں سے بچتا ہے یہ اولیاء کرام کا مقام ہے۔

د۔ نفس امارہ :- یہ سرکش ہوتا ہے بری باتوں کی طرف رغبت دلاتا ہے  
 خدا تعالیٰ کے برگزیدہ بندے اپنی نفسانی خواہشات کی مخالفت کرتے  
 ہیں اور نفس امارہ کو بھوک پیاس مجاہدات ریاضات اور عبادات  
 کی چھری سے ذبح کر دیتے ہیں نفس امارہ کی قربانی ان کو خدا کی بارگاہ  
 میں مقام محبوبیت تک پہنچا دیتی ہے ان کی زندگی کا ہر پہلو سنت  
 رسول خدا کے سانچے میں ڈھل جاتا ہے شریعت مطہرہ زندگی کے  
 ہر موڑ پر ان کی رہنمائی کرتی ہے ان کی شکل و صورت لباس حرکات  
 و سکنات اور معاملات وغیرہ میں خالص اسلامی رنگ نظر آنے لگتا ہے۔  
 تِلْكَ عَشْرَةٌ كَامِلَةٌ

## ۱۰ — "تَوَكَّلْ"

خدا تعالیٰ کا سب سے بڑا اور آخری حق توکل ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ  
 انسان ہر مفید کام کی انجام دہی میں اپنی انتہائی کوشش کر کے اس کا نتیجہ خدا  
 کے سپرد کرے قرآن مجید میں اکثر مقامات پر توکل کی اہمیت کو وضاحت  
 کے ساتھ بیان کیا گیا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

۱۱) وَ عَلَى اللَّهِ فليتوكل المؤمنون۔

مؤمنوں کو اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیے۔

۱۲) فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ۔

پھر جب آپ رائے پختہ کر لیں تو خدا پر اعتماد کیجئے۔

۱۳) وَ مَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ۔

اور جو اللہ پر بھروسہ کرے خدا اس کے لئے کافی ہے۔

۴۳) إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرُوا لِلَّهِ وَقِيلَتْ قُلُوبُهُمْ  
وَأَذَاتُهَا تَلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَعَلَى  
رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ۔

ایمان والے تو ایسے ہوتے ہیں

کہ جب ان کے سامنے اللہ کا ذکر آتا ہے تو ان کے دل کہانپ  
جاتے ہیں اور جب اللہ کی آیات ان کو پڑھ کر سناتی جاتی ہیں۔  
تو وہ آیات ان کے ایمان کو اور زیادہ مضبوط کر دیتی ہیں اور وہ  
اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں۔

توکل کے بارے میں احادیث کا ذکر بھی کثرت سے آیا ہے چنانچہ ارشاد  
نبوی ہے عا کہ میری امت کے ستر ہزار لوگ ایسے ہوں گے جن سے تیامت  
کے دن حساب کتاب نہ لیا جائیگا اور ان کے من جملہ اوصاف میں سے ایک  
وصف یہ ہے کہ وَعَلَى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔

۲۔ لَوْ أَنَّكُمْ تَتَوَكَّلُونَ عَلَى اللَّهِ حَقَّ تَوَكُّلِهِ لَرَزَقَكُمْ  
لَمَا يَرْزُقُ الطَّيْرُ تَغْدُو خِمَاصًا وَتَرُوحُ بِطَانًا ذَرْمًا

اگر تم اللہ پر بھروسہ کر لو۔ جیسا کہ توکل اور بھروسہ کا  
حق ہے تو وہ تم کو اس طرح رزق دے گا۔ جیسا کہ پرندوں کو  
رزق دیتا ہے کہ صبح کو بھوکے نکلتے ہیں اور شام کو پیٹ بھر  
کر آجاتے ہیں۔



## باب چہارم

### حقوق العباد

دنیا کی زندگی سوشل ہے اور انسان کی جتنی بھی تعریفیں کی گئی ہیں ان میں سے سب سے زیادہ مشہور یہی ہے کہ انسان ایک مجلسی حیوان ہے لہذا فطرتاً ہی وابستگی کے مدارج مختلف ہیں اور انہیں کی بنا پر حقوق کی بھی کئی اقسام ہیں۔

#### ۱۔ حقوق رفتگیاں

انسان دنیا میں گزشتہ تاریخ اور گزر دو نواح کے موجودہ حالات سے متاثر ہوتا ہے اور ہر شخص کو فطرتاً اپنے بزرگوں کے کارناموں اور اپنے حب و نسب پر فخر اور ناز ہوتا ہے اور یہ بات تو کم از کم کوئی شخص پسند نہیں کرتا کہ اس کے آباؤ اجداد کی توہین کی جائے اس لئے دین فطرت یعنی اسلام نے حکم دیا کہ کسی مسلمان کو مرنے کے بعد برانہ کہا جائے کہ زندوں کو رنج پہنچتا ہے۔ البتہ جو لوگ دین فطرت کی مخالفت محض ہٹ دھرمی اور بددیانتی سے کرتے رہے ہوں اور ان کے انجام خراب ہوئے ہوں ان کی زبوں حالی کا ذکر دوسروں کو عبرت دلانے کے لئے جائز قرار دیا گیا۔

شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

نام نیک رفتگیاں ضائع مکن تا بماند نام نیکت پر فرار  
یوں تو قرآن شریف میں کسی کو برا کہنے کی اجازت نہیں یہاں تک

کہ کفار کے ان بزرگوں کو جن کے بت بطور دیوتاؤں کے پوجے جاتے ہیں۔  
 بدی سے یاد کرتا، اردوئے قرآن سخت ممنوع ہے اسی سے اندازہ لگاؤ کہ انبیاء  
 اولیاء اور صالحین کا کس قدر ادب ملحوظ رکھنا ہوگا شارح اسلام کے جو  
 احسانات دنیا پر ہوئے ان کو سامنے رکھتے ہوئے اس ذات بابرکات کی  
 جنبی بھی عزت کی جائے کم ہے جس وقت انسان پستی کی تحت التری ہمک  
 پہنچ چکا تھا تو اس ہستی نے قانون فطرت کے ذریعے اس کو فخر مذلت سے  
 نکال کر اوج رفعت تک پہنچایا اور پھر اس قانون پر ایسی خوبی اور کمال سے عمل  
 کر کے دکھایا کہ حیات انسانی کا کوئی پہلو ایسا نہیں بچا جس میں آپ کا نمونہ  
 پیش نہ کیا جاسکتا ہو اگر آدمی زندگی کے ہر شعبہ اور ہر مرحلہ پر حضور پر نور  
 کے نقش قدم پر چلے تو بلا شک و شبہ کامیاب و کامران ہو سکتا ہے جس  
 ہستی نے انسانیت کو گمراہی اور ضلالت کی تاریکیوں سے نکال کر رشد و  
 ہدایت کی راہ دکھائی ہو اس کے انسان پر کتنے حقوق ہوں گے یہی وجہ  
 ہے کہ اس اسوہ کامل نے خود ارشاد فرمایا۔ اس ہستی کی قسم جس کے قبضہ  
 میں میری جان ہے تم میں کوئی حقیقی پیرو دین فطرت یعنی مسلمان نہیں ہو  
 سکتا جب تک کہ وہ اپنے والدین۔ اولاد اور جملہ خویش واقارب سے  
 مجھے محبوب تر نہ سمجھے انسان مسلم طور پر پائشرف المخلوقات ہے اور حضور  
 علیہ السلام کامل و اکمل انسان ہیں اسی لئے آپ کو خیر البشر اور سید البشر کے  
 معزز خطابات سے مخاطب فرمایا گیا پس ثابت ہو کہ دنیا میں خدا تعالیٰ  
 کے بعد آپ ہی کا مرتبہ ہے۔

”بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر“

## ۲۔ حقوق الدین

خالق حقیقی کے بعد اگر کوئی ہستی انسان کی جان کی کفیل ہوتی ہے تو وہ والدین ہیں چنانچہ اسی بزرگی کو مدنظر رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا: **وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا يَاكًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا** ترجمہ: اور تمہارے رب نے فیصلہ فرمایا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور والدین کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ۔

خدا اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کے بعد والدین کی خدمت لازم ہے۔ جن تکالیف اور مصائب کو برداشت کر کے مال باپ بچوں کی پرورش کرتے ہیں ان کا تقاضا یہی ہے کہ انسان والدین کی خدمت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ رکھے والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے کے سلسلے میں خدا تعالیٰ نے انسان کو تعلیم دینے کے تمام طریقے اختیار فرمائے چنانچہ کہیں ارشاد فرمایا:

**إِنَّمَا يَبْلُغُنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرُ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَيْهِمَا فَلَا تَقُلْ لَهُمَا  
أُفٍّ وَلَا تَنْهَرُهُمَا وَقُلْ لَهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا**

ترجمہ: اگر والدین میں سے ایک یا دونوں ترے سامنے بڑھاپے کو پہنچے تو ان کے سامنے اُف بھی نہ کر اور ان کو جھڑکومت بلکہ ان کے ساتھ نرمی سے بات کرو۔

کہیں ارشاد بانی ہوتا ہے:

**وَإِنْ خِفَضُوا لَهُمَا جَنَاحَ الذَّلِيلِ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَبِّ ارْحَمْهُمَا  
مَا كَانَ لِأَيْدِيكَ صَغِيرًا**

ترجمہ: اور محبت سے خاکساری کا پہلوان کے آگے جھکائے رکھنا

اور ان کے حق میں دعا کرتے رہنا کہ الہی جس طرح انہوں نے مجھ چھوٹے سے کو پالاد اور میرے حال پر رحم کرتے رہیں، اسی طرح تو بھی ان پر رحم کر۔ صنف نازک کو یہاں بھی زیادہ قدر کی نگاہ سے دیکھا گیا ہے چنانچہ کلام مجید میں جہاں والدین کے ساتھ نیکی و مروت کی ہدایت ہے وہاں ماں کے حقوق کی طرف خصوصیت سے توجہ دلائی گئی ہے اور اس کی دلیل میں ارشاد ربانی ہے کہ۔

حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلَيَّ وَهْنًا عَلَيَّ وَفِصَالُهُ فِي عَامَيْنِ۔

ترجمہ: اس کی ماں نے مصیبت پر مصیبت اور دکھ پر دکھ برداشت کر کے اُسے پیٹ میں اٹھائے رکھا اور پھر دو سال تک اپنا دودھ پلا کر اس کی پرورش کی۔

رسول پاک علیہا السلام کا ارشاد ہے جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے اور جب ایک صحابی نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ دنیا میں احسان کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے تو آپ نے فرمایا تیری "ماں" پھر جب اس نے دریافت کیا تو آپ نے دوبارہ سہ بارہ یہی جواب دیا کہ تیری ماں چوتھی دفعہ جب اس نے کہا کہ حضور ماں کے بعد کون مفتر ہے تو فرمایا تیرا باپ۔

والدین کی رضا میں خدا کی رضا ہے اور ان کی ناراضگی خدا کے قہر و غضب کا موجب ہے حقوق اللہ میں سب سے اول درجہ جہاد کا ہے مگر جہاں والدین کو تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہو وہاں مسلمانوں کو جہاد پر جانے سے بھی معافی دی گئی چنانچہ ایک مرتبہ ایک نوجوان جہاد میں بھرتی ہونے کے لئے آیا تو حضورؐ نے اس سے دریافت کیا کہ کیا تیرے والدین یا ان میں سے کوئی ایک زندہ ہے جب جواب اثبات میں دیا گیا تو حکم ہوا جاتا تو ان کی خدمت کرو تمہارا یہی جہاد ہے۔

## ۳. حقوق زوجین

عورت پر مرد کے ایسے حقوق ہیں۔

۱۔ مرد کی خواہش پر زنی کرے (۱) اپنے آپ کو اپنے خاوند کی خوشنودی کے لئے آراستہ رکھے (۲) خاوند کے گھر سے خاوند کی اجازت کے بغیر کسی کو کوئی چیز نہ دے (۳) خاوند کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ نہ رکھے (۴) خاوند کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر نہ نکلے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو عورت اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر نکلتی ہے تو جب تک وہ واپس نہیں آتی فرشتے اس پر لعنت کرتے ہیں ایک اور جگہ ارشاد فرمایا نَوَا مَرَّتْ أَحَدًا أَنْ تَسْجُدَ لِأَحَدٍ لِغَيْرِ اللَّهِ لَا مَرَّتْ أَنْ تَسْجُدَ الْمَرْأَةُ لِزَوْجِهَا مِنْ عُنْظِمِ حَقِّهِ عَلَيْهَا

ترجمہ: اگر میں کسی کو اللہ کے سوا کسی کے سامنے سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو میں حکم دیتا کہ عورت اپنے خاوند کو سجدہ کرے اس کے شرف و عظمت کی وجہ سے۔ (۱) خاوند کی غیبت نہ کرے اور اس کا عیب ظاہر نہ کرے (۲) اپنے آپ کو نامحرم کی نظر سے بچائے (۳) شوہر کی آبروریزی اور پردہ دری نہ کرے (۴) شوہر کے مال کی حفاظت کرے (۵) عورت کو چاہیے کہ اپنے گھر میں بیٹھی رہے شوہر کے دوستوں سے آشنائی نہ کرے (۶) خاوند کی اگر پہلی بیوی سے اولاد ہو تو اس پر شفقت کرے۔ (۷) خاوند کے سامنے اپنے حسن پر فخر نہ کرے اور اس کی بد صورتی کی وجہ سے اسے حقیر نہ جانے (۸) محتاج خاوند کو حقارت سے نہ دیکھے (۹) خاوند کے اختیار سے باہر فرمائش نہ کرے۔ حدیث پاک میں ہے۔

لَا تُؤْذِي امْرَأَةً مِنْ وَجْهَانِي الدُّنْيَا إِلَّا قَالَتْ زَوْجَتُهُ  
مِنَ الْجُورِ الْعَيْنِ لَا تُؤْذِيهِ قَاتِلِكَ اللَّهُ فَإِنَّمَا  
هُوَ عِنْدَكَ رَجُلٌ يُؤْشِكُ بِفَارُوقِكَ الْإِنْيَاهُ

ترجمہ: نہیں ایذا دیتی کوئی عورت اپنے خاوند کو مگر اس مرد  
کی جنتی بیوی حور عین کہتی ہے اے عورت خدا تجھے قتل کرے  
اس کو ایذا نہ دے بیشک مرد آج تیرے پاس ہے عنقریب  
وہ ہمارے پاس آجاتے گا۔

(۱۵) بیماری میں پورے طور پر خاوند کی تیمارداری کرے (۱۶) اگر خاوند  
فقیر ہے تو عورت کو لازم ہے کہ سلائی پسانی وغیرہ کا کام کر کے اس کو بھی  
کھلائے۔ (۱۷) اذقات عبادت میں خاوند کی مدد کرے (۱۸) خاوند کے  
گھر کا کام بخوشی کرے (۱۹) خاوند کو نیکی سے یاد کرے (۲۰) خاوند کے  
لئے نیک دعا کرے (۲۱) شوہر کی موت کے بعد چار مہینے دس دن سوگ  
کرے اس مدت میں عطر نہ لگائے اور نہ ہی بناؤ سنگار کرے۔  
خاوند پر بھی بیوی کے اکیس حقوق ہیں۔

(۱) مہر ادا کرنا (۲) بقدر وسعت نفقہ دے (۳) موسم کے مطابق کپڑے  
بنائے (۴) تیسرے دن صحبت کرے اور چار دن سے زائد وقفہ نہ دے  
(۵) ضروریات روزمرہ کا سامان مہیا کرے (۶) اگر خود عطر وغیرہ کا شوق  
ہو تو زوجہ کے لئے بھی مہیا کر دے (۷) بیوی کی رہائش کے لئے علیحدہ  
مکان ہو (۸) اگر امیر ہو تو زوجہ کے لئے بھی خادم یا باندی منفر  
کر دے (۹) زوجہ کو نماز روزہ حج زکوٰۃ اور حیض و نفاس کے  
ضروری مسائل سکھا دے اگر خود نہ جانتا ہو تو دوسروں سے پوچھ کر بتا

دے (۱۱) زوجہ کو بلا ضرورت شرعی رنجیدہ نہ کرے (۱۲) اگر شرعی سے  
 پیش نہ آئے (۱۳) محبت سے باتیں کرے (۱۴) اگر قدرت ہو تو زوجہ کو  
 زیور پہناتے (۱۵) زوجہ کے سامنے ان عورتوں کا ذکر نہ کرے جنہیں  
 اس کی زوجہ سے زائد جہیز ملا ہو (۱۶) اگر ایک زوجہ مالدار دوسری غریب  
 ہو تو غریب کی اہانت نہ کرے (۱۷) زوجہ کے رشتہ داروں سے ہی سلوک  
 کرے جو اپنے قرابت داروں سے کرتا ہے (۱۸) عورت کو گالی نہ دے  
 (۱۹) زوجہ کو رشک نہ دلائے یعنی اس کے سامنے دوسری بیوی کے  
 ساتھ دل لگی کی باتیں نہ کرے اور نہ ہی کوئی ایسا کام کرے جس سے قابت  
 کے جذبات بیدار ہوں (۲۰) زوجہ پر خرچ کر کے احسان نہ جتائے (۲۱)  
 سفر سے زوجہ کے لئے تحفہ لائے (۲۲) زوجہ کے مرنے کے بعد اس کے  
 عزیز اور رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔

ان متذکرہ حقوق کے بارے میں قدرے وضاحت سے تحریر کیا  
 جاتا ہے۔

عورت کی سب سے بڑی ذمہ داری جو مرد کے سر ہے وہ یہ کہ عورت  
 کی دلجوئی اور اس کی پوشش اور خورد و نوش کی کفالت کرے یہ باتیں مرد  
 کی استطاعت کے مطابق ہونی چاہئیں عورتوں کو آرام پہنچانا اور اذیتوں سے  
 مصئون و محفوظ رکھنا مرد کا فرض ہے۔ اسی لئے ارشاد ہے کہ جن ایام میں  
 عورتیں پاک نہ ہوں ان سے الگ رہو کیونکہ اس میں ان کی جسمانی تکالیف اور  
 امراض کا خطرہ ہے ان ایام کے علاوہ رخصت کہ عورتوں سے قانون فطرت  
 کے اقتضاء کے مطابق صحبت کرو ارشاد ربانی ہے۔

نِسَاءُكُمْ حَرَّتُكُمْ فَأَلَوْا حَرَّتْكُمْ أَلِي سَيْتُمْ

ترجمہ بر عورتیں تمہاری کھتیاں ہیں تم جس مناسب طریق سے چاہو ان  
کے پاس آؤ جاؤ۔

بیوی کے فرائض میں سب سے اول خاوند کی فرمان برداری ہے اور اس  
کے مال کی پوری پوری حفاظت ہے سرور کائنات کا ارشاد ہے اگر کوئی  
عورت اس حال میں وفات پاتے کہ اس کا خاوند اس سے خوش رہا تو جنت  
میں داخل ہوگی۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ اچھی اور قابل تعریف عورت  
وہ ہے کہ شوہر جب اس کو دیکھے وہ خندہ پیشانی سے نظر آئے اور خاوند کی  
فرمان بردار ہو اور اپنا مال اور جان اس کے حوالے کر دے۔

میاں بیوی کے راز کے اوقات بھی فاطر مہستی نے مقرر فرمائے چنانچہ  
حکم ہے کہ تین اوقات میں تمہارے پاس کسی کو آنے کی اجازت نہیں  
عشاء کی نماز کے بعد دوپہر کے وقت جب تم آرام کی خاطر بعض کپڑے  
آنا لیتے ہو اور صبح کی نماز سے پیشتر اسی ضمن میں جناب محبوب کبریا کا فرمان  
ہے کہ دنیا و آخرت میں سب سے برا خائن وہ شخص ہے جو خواہ مرد ہو یا عورت  
دوسروں کے سامنے باہمی صحبت کے حالات کا انکشاف کرے۔

یہ تمام قواعد و ضوابط اس لئے بنائے گئے کہ انسان کی متناہل زندگی سکون  
اور آرام سے بسر ہو پھر بھی اگر باہمی رنجش کی کوئی صورت پیدا ہو جائے تو  
فرمایا ایک حکم عورت کے رشتہ داروں اور ایک مرد کے رشتہ داروں سے  
مل کر میاں بیوی کی صلح کرا دیں مجبوراً اگر صلح کی کوئی صورت پیدا نہ ہونے  
پائے تو طلاق کے ذریعے علیحدگی کر دی جائے امام الانبیاء نے فرمایا مباحات  
میں بدترین بات جو مباح رکھی گئی ہے وہ طلاق ہے طلاق دیتے وقت  
مندرجہ ذیل امور کا لحاظ رکھنا نہایت ضروری ہے۔



۱۱) بیوی کو اس کا حق مہر پورا ادا کیا جائے (۱۲) جو جائیداد از قسم مکانات، زیورات، ملبوسات، نقدی وغیرہ اس کو قطعاً دی جا چکی ہو اس میں سے کچھ واپس لینے کے لئے (۱۳) عدت طلاق کے لئے اس کو نان و نفقہ دیکر رخصت کر دے (۱۴) اگر بیوی حاملہ ہو تو ایام و صبح حمل تک اس کے اخراجات کے کفیل رہو اس کے بعد اگر بچہ کو دو دھ پلانا مقصود ہو تو اس کی اجرت علاوہ بچہ کے اخراجات کے ادا کرو۔

موت کے بعد زوجین ایک دوسرے کے وارث قرار پائے ہیں اور بیوہ اگر حوران ہو تو اختتام عدت پر اس کو شادی کی اجازت ہے ورثہ میں مرد اپنی عورت کی نصف جائداد کا مالک ہے مگر بصورت اولاد کے اسے چوتھے حصے کا حق ہے اسی طرح عورت بہ اور دیگر عطیات کے علاوہ خاوند کی جائداد سے چوتھے حصے کی مالک ہوتی ہے اور اگر صاحب اولاد ہو تو اسے آٹھواں حصہ ملتا ہے۔

## ”پرودہ“

عورت کو پرودے کا حکم دیا گیا ہے ارشاد خداوندی ہوتا ہے۔  
 يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ  
 يُدْرِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِمَّنْ جَلَدٍ يَدْرِيْنَ

ترجمہ: اے نبی! اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور مؤمنوں کی عورتوں سے فرماد دیجئے کہ وہ اپنے اوپر اپنی چادروں سے گھونگھٹ ڈال لیا کریں۔

عورت کو پرودے کا حکم دینے میں یہ حکمت ہے کہ فتنہ کا دروازہ

بند کر دیا جائے۔ جب ایک حسین و جمیل نوجوان عورت اپنے حسن و جمال اور زینت و آرائش کے ساتھ بے حجاب لوگوں کے سامنے آئے گی تو جو لوگ شہوات نفسانی رکھتے ہیں اور وہ منجانب اللہ محصوم و محفوظ بھی نہیں ہیں وہ ضرور متاثر ہوں گے ان کے جذبات میں تحریک پیدا ہوگی وہ اپنی جذباتی آگ کو ٹھنڈا کرنے کیلئے ناپاک منصوبوں کے بارے میں سوچنا شروع کر دینگے اور کچھ نہیں تو بار بار قصداً نظر کر کے لطف اندوز ہونگے اور پھر یہی لطف اندوزی ایک عادت بن جائیگی جو آگے چل کر بے حیائی کے ارتکاب اور فتنہ و فساد کا موجب بنے گی اس بڑے فتنے کا قلع قمع کرنے کیلئے عورتوں کو حکم دیا گیا کہ وہ ان چھوٹے چھوٹے فتنوں سے اپنے آپ کو بچائیں جو آگے چل کر عورت اور مرد کو برائی کے ارتکاب پر مجبور کر سکتے ہیں وہ فتنے حسب ذیل ہیں۔

۱۔ فتنہ نظر۔ نفس کا سب سے بڑا چور نگاہ ہے اس لئے قرآن و حدیث

میں سب سے پہلے اس کی گرفت کی گئی حکم ہوتا ہے قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَعْصُوْنَ

مِنَ الْبَصَارِ هُمْ وَ يَحْفَظُوْنَ اَفْوَاجَهُمْ ذٰلِكَ اِذْ كُنْتُمْ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا

يَصْنَعُوْنَ وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَحْفَظْنَ مِنْ الْبَصَارِ هُنَّ وَ يَحْفَظْنَ فِرَ وَّ جِهَنَ

ترجمہ: اے نبی مومن مردوں سے کہہ دو کہ اپنی نگاہوں کو غیر عورتوں

سے، باز رکھیں اور اپنی نثر مگاہوں کی حفاظت کریں یہ ان کے لئے زیادہ

پاکیزہ طریقہ ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں اس سے اللہ بانہر ہے اور اے نبی

مومن عورتوں سے بھی کہہ دو کہ اپنی نگاہوں کو غیر مردوں سے باز رکھیں

اور اپنی نثر مگاہوں کی حفاظت کریں۔

۲۔ فتنہ تماس جس میں فتنہ نظر کا ایک شاخسانہ وہ بھی ہے جو عورت کے

دل میں یہ خواہش پیدا کرتا ہے کہ اس کا حسن دیکھا جائے یہ خواہش ہمیشہ نمایاں نہیں ہوتی دل کے پردوں میں کہیں نہ کہیں نمائش حسن کا جذبہ چھپا ہوا ہوتا ہے اور وہی لباس کی زینت میں بانوں کی آرائش میں باریک اور شوخ کپڑوں کے انتخاب میں اپنا اثر ظاہر کرتا ہے قرآن نے ان سب کے لئے ایک جامع اصطلاح "تبرج جاہلیت" استعمال کی ہے ہر وہ زینت اور ہر وہ آرائش جس کا مقصد شوہر کے سوا دوسروں کے لئے لذت نظر بننا ہو تبرج جاہلیت کی تعریف میں آجاتی ہے اور خدا نے اس سے منع فرمایا ہے حکم ہوتا ہے۔

وَلَا تَبْرَجْنَ تَبْرُجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ۔

ترجمہ: زمانہ جاہلیت جیسی بناؤ شکار کی نمائش نہ کرو۔

جو آرائش ہر بری نیت سے پاک ہو وہ اسلام کی آرائش ہے اور جس

میں ذرہ برابر بھی بری نیت شامل ہو وہ جاہلیت کی آرائش ہے۔

سہ۔ فتنہ زبان اور شیطان نفس کا ایک دوسرا ایجنٹ زبان ہے کتنے ہی

فتنے ہیں جو زبان کے ذریعہ سے پیدا ہوتے ہیں اور پھیل جاتے ہیں مرد اور

عورت بات کر رہے ہیں کوئی برا جذبہ نمایاں نہیں مگر دل کا چھپا چور آواز

میں عداوت لہجے میں لگاؤٹ اور زبانوں میں گھلاؤٹ پیدا کئے جا رہے

قرآن اس چور کو پکڑتا ہے اور کہتا ہے۔

إِنَّ الْقِيَّتَيْنِ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِي فِي

قَلْبِهِ مَرَضٌ وَقُلْنَ تَوَلَّا مَعْرُوفًا۔

ترجمہ: اگر تمہارے دل میں خدا کا خوف ہے تو دبی زبان سے

بات نہ کرو کہ جس شخص کے دل میں بیماری ہے وہ تم سے کچھ امیدیں البتہ

کر لے گا بات کرو تو سیدھے سادے طریقے سے کرو۔

یہی دل کا چور ہے جو دوسروں کے ناجائز یا جائز صنفی تعلقات کا حال بیان کرنے میں مزے لیتا ہے اور سننے میں بھی اسی لطف کی خاطر عاشقانہ غزلیں کہی جاتی ہیں اور عشق و محبت کے افسانے جھوٹ بیچ ملا کر جگہ جگہ بیان کتے جاتے ہیں اور سوسائٹی میں آہستہ آہستہ ان کی اشاعت ہوتی چلی جاتی ہے قرآن نے اس پر بھی تنبیہ کی ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَنْ تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا  
لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۗ

ترجمہ: جو لوگ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کے گروہ میں بے حیائی کی اشاعت ہو ان کے لئے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے۔  
۴۔ فتنہ آواز: درسا اوقات زبان خاموش رہتی ہے مگر دوسری حرکات سے سامعہ کو متاثر کیا جاتا ہے اس کا تعلق بھی نیت کی خرابی سے ہے اور اسلام اس کی بھی ممانعت کرتا ہے۔

وَلَا يَصْرِيحُ بِأَرْجُلَيْهِمْ لِيَعْلَمَ مَا يَخْفَيْنَ مِنْ زِينَتِهِمْ  
ترجمہ: اور وہ اپنے پاؤں زمین پر مارتی ہوئی نہ چلیں کہ جو زینت انہوں نے چھپا رکھی ہے یعنی جو زیور اندر پہنے ہوئے ہیں) انکا حال معلوم ہو یعنی جھنکار سنانی دے۔

۵۔ فتنہ خوشبو: خوشبو بھی ان قاصدوں میں سے ایک ہے جو ایک نفس شریک کا پیغام دوسرے نفس شریک پہنچاتے ہیں۔ یہ خبر سانی کا سب سے زیادہ لطیف ذریعہ ہے جس کو دوسرے تو خفیف سمجھتے ہیں لیکن اسلامی حیاتی حساس ہے کہ اس کی طبع نازک پر یہ لطیف تحریک بھی گراں ہے وہ ایک مسلمان عورت کو اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ خوشبو میں بسے ہوئے کپڑے پہن کر راستوں

سے گزرے یا محفلوں میں شرکت کرے کیونکہ اس کا حسن اور اس کی زینت پوشیدہ بھی رہی تو کیا فائدہ اس کی عطریت تو فضا میں پھیل کر جذبات کو متحرک کر رہی ہے حدیث پاک میں ہے۔

الْمُرَاةُ إِذَا شَعَطَرَتْ فَمَرَّتْ بِالْمَجْلِسِ فَهِيَ كَذَا وَ  
كَذَا يَعْنِي زَانِيَةٌ۔

ترجمہ :- یعنی حضور نے فرمایا جو عورت عطر لگا کر لوگوں کے درمیان سے گزرتی ہے وہ آوارہ قسم کی عورت ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ عورتوں کیلئے وہ عطر مناسب ہے جس کا رنگ نمایاں اور

خوشبو مخفی ہو۔

۶۔ فتنہ عربیانی :- اسلام عورت اور مرد دونوں کو جسم کے وہ تمام حصے چھپانے کا حکم دیتا ہے جس میں ایک دوسرے کے لئے صنفی کشش پائی جاتی ہے عربیانی ایک ایسی ناشائستگی ہے جس کو اسلامی جہاد قطعی برداشت نہیں کرتی اسلام کی نگاہ میں وہ لباس درحقیقت لباس ہی نہیں جس میں سے بدن نظر آئے ارشاد نبوی ہے۔

فَسَاءٌ كَأَسِيَّاتٍ عَارِيَّاتٍ مِّمْلَاتٍ مَائِلَاتٍ رُؤْسُهُنَّ  
كَاسْمَةِ الْبَحْتِ الْمَائِلَةِ لَا يَدْخُلْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يَجِدْنَ  
رِيحَهَا۔

ترجمہ :- جو عورتیں کپڑے پہن کر بھی شنگی ہوں اور دوسروں کو اچھا نہیں اور خود دوسروں پر ہنچائیں وہ جنت میں نہ جائیں گی اور اس کی خوشبو نہ پائیں گی۔

## ”پردے پر اعتراضات“

۱۔ اعتراض: حجاب کا پابند بنا کر عورتوں کو دوسروں سے روک دینا ان کی طرف سے اور زیادہ میدانِ دروغت کی راہ کھول دینا ہے کیونکہ اصول یہ ہے الا نسان حریص فیما منع (جس سے انسان کو روک دیا جائے اس کی حرص اور بڑھ جاتی ہے) پس جس قدر انہیں چھپایا جائے اتنا ہی ان کی طرف رغبتیں اور بڑھتی جائیں گی اور ایسی حالت میں ان فتنوں کا زیادہ خطرہ ہوگا جو بے پردگی کی حالت میں ہو سکتے تھے لیکن اگر عورتیں منظر عام پر بے نقاب ہو کر آجائیں تو دیکھتے دیکھتے طبیعتیں سیر ہو جائیں گی۔ اور جوش و خروش کے جذبات ٹھنڈے پڑ جائیں گے۔

جواب: معترضین کے لئے مقامِ غور ہے کہ اگر عورتوں کے بے نقاب کر دیئے جانے کی صورت میں ان کو بار بار دیکھتے رہنے ہی سے دیکھنے کے جذبات سرد پڑ سکتے ہیں تو یہ دیکھنا چاہیئے کہ اسے دیکھتے رہنے کے بعد اگر اس کے اعضا پنہانی کو دیکھنے اور استعمال میں لانے کے جذبات ابھر جائیں اور کسی بلا دید و استعمال یہ جوش ٹھنڈا نہ ہو تو کیا یہی اقتصادی مفتی عورت کو بالکل برہنہ باہر نکالنے اور اس کو ہر طرح استعمال میں لانے کا فتویٰ صادر فرمائیں گے۔ اور اپنے اسی اصول پر پختہ رہیں گے کہ از نکابِ معصیت ہی ترکِ معصیت کا ذریعہ ہے اگر اقتصادی بہبود کا سنگ بنیاد اسی اصول پر ہے تو انہیں یہ بھی اعلان کر دینا چاہیئے کہ دنیا کے تمام سرمایہ دار اپنی دولت کو چھپانے کے عادی چلے آ رہے ہیں فی الحقیقت چوروں کی مالی رغبت میں اضافہ کر رہے ہیں انہیں چاہیئے کہ دولت کی ٹھیلیاں منظر عام پر لٹکا دیں یا سڑکوں پر بکھیر دیں تاکہ چوروں

کی ہوس دولت گیری ختم ہو جائے لیکن اگر دولت دیکھ کر چوروں کے جذبات  
 حرص سرور نہ ہوں بلکہ اس دولت پر اور قبضہ جمانے کے جذبات بھڑک اٹھیں  
 تو پھر ان سرمایہ داروں کے لئے اقتصادی حیثیت سے مناسب ہو گا کہ اپنی  
 دولت سے ہر قسم کی محافظت اور قبضے کے حجابات بھی اٹھالیں تاکہ غریبوں  
 کے یہ قبضہ خواہی کے جذبات بھی قبضہ کر کے ٹھنڈے پڑ سکیں بلکہ ان  
 معترضین کو اس اقتصادی بہبود کا ایک قدم آگے بڑھا کر دنیا کی تمام حکومتوں  
 کو اس بات پر آگاہ کر دینا چاہیے کہ وہ اخلاقی جرائم کی ممانعت سے ہاتھ کھینچ  
 لیں اور پولیس کے محکمہ کو یکسر موثوت کر دیں جو ہر وقت اخلاقی مجرموں کو جرائم  
 سے روکتا ہے اور ان کی نگرانی کرتا رہتا ہے کیونکہ بہت ممکن ہے کہ یہ ممانعت  
 ہی جرائم کی حرص بڑھا رہی ہو اور ارتکاب جرائم بہت حد تک ممانعت  
 جرائم ہی کی بنا پر ہو رہا ہو اس لئے ملک کو جرائم میں آزاد کر دیا جائے تاکہ جرائم  
 کے عام ہو جانے سے طبیعتیں ان سے سیر ہو جائیں اور اس طرح انسداد جرائم  
 ہو کر سہم گیری امن قائم ہو جائے۔

اگر یہ اقتصادیات کے ماہر روپیہ کو سٹرکوں پر پھینک کر چوروں کی مالی  
 حرص مٹادیں اور اگر قوانین انسداد جرائم اٹھا کر جرائم پیشوں کو پرہیزگار بنا  
 دیں تو پھر انہیں ضرور حق حاصل ہے کہ اپنی عورتوں کو پرہیزگار کر کے مردوں  
 کو عفت مآب اور پرہیزگار بنانے کی کوشش کر دیں۔

### ۳۔ اعتراض

پر دے کی قیودات اور گھروں کی چار دیواری میں ہم گھنٹے کی  
 جیل عورتوں کی صحت پر برا اثر ڈالتی ہے نہ انہیں تازہ ہوا میسر آتی ہے

نہ وہ کہیں آزادی سے باہر آ اور جاسکتی ہیں ان کی اس خرابی صحت کا اثر اولاد پر بھی پڑتا ہے جو قومی ہلاکت کا سب سے بڑا ذریعہ بن سکتا ہے معترضین عقل سلیم سے سوچیں کہ اگر گھر میں رہنا ہی مضر صحت ہے تو مرد بھی اسی گھر میں مقیم ہے جس میں عورت ہے یقیناً وہ گھر تنہا عورت کا قفس نہیں بلکہ مرد کا بھی ہے بلا ضرورت جس طرح عورت کے لئے گھر سے نکلنا مفید نہیں اسی طرح مرد کے لئے بھی غیر مفید ہے اور ضرورت سے باہر جانا خواہ وہ دینی ضرورت ہو یا دنیوی اگر مرد کے لئے سدا رہا نہیں تو یقیناً عورت کے لئے بھی نہیں ہاں فرق اگر ہے تو صرف یہ کہ عورت چہرہ ڈھانپ کر نکلے گی اور مرد کھلے منہ اور منہ ڈھانپ کر باہر نکلنا اور کسی غیر کو اپنے چہرہ سے آشنا نہ کرنا مضر صحت نہیں سوتے ہوئے عموماً اور کبھی جاگتے ہوئے بھی سردی اور برسات میں مرد اور عورت دونوں اپنے چہرے ڈھانپ لیتے ہیں اور رات بھر ڈھانپے پڑے رہتے ہیں مگر ان کی صحتوں پر محض اس فعل سے کوئی بُرا اثر نہیں پڑتا ورنہ یہ سونے والے جب صبح کو اپنے منہ کھولیں تو ہیریاں ان کے چہروں پر کھیلتی ہوئی نظر آئیں۔

رہا عورت کا گھر میں زیادہ وقت گزارنا تو یہ غیر ضروری نہیں کیونکہ عورت کے خانگی کام اس قسم کے ہیں کہ طبعی طور پر ان سے عہدہ برآ ہونے کے لئے اس کے لئے چار دیواری زیادہ مناسب ہے خانہ داری پرورش اولاد کھانا پکانا سینا پر دنا۔ گھر بلیو اثاثہ کی حفاظت اور خانگی احاطہ کی نگرانی وغیرہ ایسے امور ہیں جو قدرتی طور پر اس کے لئے گھر میں طول قیام ہی کو چاہتے ہیں۔ ان امور خانہ داری کو کما حقہ انجام دینے میں عورت کے لئے ایک ہلکی سی ورزش بھی ہے جو اس کی صحت کے لئے از حد مفید ہے



جو عورتیں گھر میں محنت و مشقت کرنے کی عادی ہوتی ہیں ان کی جسمانی حالت  
منسبوت ہوتی ہے۔

## ۴۔ حقوق اولاد

اولاد کی آرزو ایک فطری جذبہ ہے ہر انسان اس بات کا متمنی ہوتا  
ہے کہ بقائے نسل سے اس کا نام باقی رہے کلام مجید اس بات پر شاہد ہے کہ  
بڑے بڑے جلیل القدر پیغمبر اولاد کے لئے دن رات دعائیں مانگتے رہے  
حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت زکریا علیہ السلام کے قصص اس پر شاہد  
ہیں اولاد سے جو محبت ہوتی ہے اس کا اندازہ حضرت یعقوب علیہ السلام  
اور حضرت یوسف علیہ السلام کے دلچسپ واقعہ سے بخوبی ظاہر ہے خود سید الانبیاء  
کو دیکھئے کہ اپنے تخت جگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وفات پر آنسو نہ  
تھمتے تھے اور ریش مبارک تر ہو گئی تھی علاوہ ازیں اپنے نواسوں حضرت  
امام حسن اور امام حسینؑ کو کندھوں پر اٹھائے لئے پھرتے تھے۔

جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو سب سے پہلے اس نعمت کے عطا ہونے پر  
شکر خالق واجب ہے اس کے بعد جس قدر جلد ہو سکے اس کے سر کے بال اتر دینے  
چاہئیں تاکہ اس کی جڑوں میں کوئی میل یا دیگر جراثیم ہوں تو ان سے خلاصی  
ہو جائے نیز اگر لڑکا ہو تو اس کا خنتہ بھی کرا دینا چاہیے تاکہ پیشاب کی  
کسی بیماری کا خطرہ نہ رہے زچگی کے زمانہ میں مکان صاف اور ہوادار  
ہونا چاہیے بچہ کو دودھ پلانے کی مدت دو سال ہے چاہے ماں دودھ  
پلانے جو بہت مفید ہے اور چاہے دایہ کے سپرد کیا جائے پانچ سال  
تک بچہ کی خوراک و ہوانوری کا باقاعدہ انتظام ہونا چاہیے اس کے

بعد اس کو نیک و ابد کاموں کی تعلیم دینی چاہیے تاکہ خیر و شر میں تمیز  
اسے نیک بننے میں مدد دے سکے جب سن رشد کو پہنچ جائے تو اس کی  
خواہ گاہ الگ کر دی جائے اور وہ والدین کے کمرے میں بلا اجازت  
داخل نہ ہوں۔

جہاں تک بچوں کی تعلیم و تربیت کا تعلق ہے یہ والدین اور معاشرے  
کی مشترکہ ذمہ داری ہے قرآن حکیم اور احادیث کی رو سے علم کی غیر  
معمولی اہمیت مسلمات میں سے ہے اللہ تعالیٰ نے خود اپنے محبوب کو یہ عا  
مانگے کا حکم دیا تَحَارِبِ زِدْنِي عِلْمًا یعنی اے رب میرے علم کو زیادہ  
کر کیونکہ علم و حکمت سے بہت زیادہ دنیوی و اخروی، انفرادی اور اجتماعی  
فوائد و منافع حاصل ہوتے ہیں ان سے انفرادی اور اجتماعی زندگی کی نشو  
نما اور ترقی ہوتی ہے علم و حکمت سے وہ قوت حاصل ہوتی ہے جس سے  
انسان تسخیر کائنات کرتا ہے علم ہی کے ذریعے سے انسان کو دین کی صحیح  
اقدار کا پتہ چلتا ہے اور وہ حق و باطل، خیر و شر اور سود و زیان میں امتیاز  
کرتا ہے علم ہی انسان کو اس کی راہ منزل کی نشان دہی کرتا ہے غرضیکہ علم  
ہی کی بدولت کوئی قوم انحطاط و تنزل سے محفوظ رہ سکتی ہے۔

علم کے ان گنت فوائد کے پیش نظر اسلام نے اسلامی معاشرے  
کے تمام افراد پر اس کی تحصیل لازم قرار دی ہے حضور اکرم علیہ السلام کا  
ارشاد ہے مسلمان مرد اور عورت پر علم حاصل کرنا فرض ہے اس کا مطلب  
یہ ہوا کہ تعلیم اسلامی معاشرے کی بقا نشوونما اور ارتقاء کے مسلسل کی خاطر  
بھی ضروری ہے کہ اس کے افراد زیادہ سے زیادہ علم حاصل کریں اس  
سے یہ استنباط ہوتا ہے کہ تعلیم والدین اور معاشرے کی مشترکہ ذمہ داری

ہے لہذا بچوں کی تعلیم و تربیت کا زمانے کے تقاضوں کے مطابق بند و بست کرنا والدین قوم اور ملت اسلامیہ کی ذمہ داری ہے۔

اسلام اس بات کی ہرگز اجازت نہیں دیتا کہ اللہ تعالیٰ کی حسین ترین مخلوق جسے اس نے حواس و قلب عطا کئے اور استعداد و علمی عطا کی اور جسے

اس نے دنیا میں اپنا خلیفہ بنایا اور جس کے لئے اس نے ساری کائنات کو مسخر کر دیا علم و حکمت سے محروم رہ کر ظالم و جاہل بن جائے اور اپنی زندگیوں

کو ہلاک و برباد کر ڈالیں۔ اسلام کسی حالت میں بھی اپنے معاشرے کے اس نسیاخ کو برداشت نہیں کرتا حقیقت یہ ہے کہ اولاد کو علم و حکمت اور دنیا میں

تربیت سے محروم رکھ کر اس کے قلب کو مردہ بنا دینا اصل میں انسان کو ہلاک کرنا اور اس کی دنیا و آخرت دونوں کو تباہ و برباد کرنا ہے غرضیکہ اسے علم کی روشنی

سے محروم رکھنا اور مناسب تربیت سے ان کے اخلاق کی تحسین نہ کرنا اور اس میں حقوق اللہ اور حقوق العباد کا احساس اور شعور بیدار نہ کرنا اسے ہلاک

برباد کرنا نہیں تو اور کیا ہے۔ بچوں کو تعلیم کے میدان میں پوری آزادی ہے ان کی دنیاوی تعلیم ان کی میدان طبع کے مطابق ہو تو بہتر ہے اس بات کی نگرانی

ہونی چاہیے کہ بچہ قوانین فطرت کی خلاف ورزی نہ کرتے پائے اور بوجہ نا تجربہ کاری اپنا نقصان نہ کر بیٹھے جب بچہ سمجھ کے قابل ہو تو اس کو قرآن

کی تعلیم دلائی جائیے سات سال کا ہو جائے تو اسے نماز پڑھنے کا حکم دیا جائے گا وں سال کی عمر میں بھی اگر نماز کا عادی نہ بنے تو اسے مار کر نماز کا

عادی بنایا جائے اس کے اخلاق کے تعمیر میں خاص توجہ دینی چاہیے حقیقت یہ ہے کہ والدین کی گود بچے کا پہلا مدرسہ ہے اور سب سے افضل ترین،

مدرسین خود مال باپ ہیں اسی بچے کی تعلیم و تربیت اور آئندہ زندگی

کے اخلاق کا دار و مدار حالات خانہ پر ہے رسول پاک علیہ السلام کا ارشاد ہے بہترین عطیہ جو والدین اپنی اولاد کو دے سکتے ہیں ان کی عمدہ تعلیم و تربیت ہے۔

بعض کثیر العیال لوگ تنگ دستی کے خوف سے جنین کو مار دینے یعنی وضع حمل کی کوشش کرتے ہیں اور بعض نئی روشنی کے دلدادہ خاندانی منصوبہ بندی پر عمل کر کے کم بچے پیدا کرنے کے حق میں ہوتے ہیں۔ تاکہ معاشی اور اقتصادی حالت بہتر نہ ہو جائے آج ارباب اقتدار بھی اس بات کی کوشش کرتے ہیں کہ شرح پیدائش کم ہوتا کہ کثرت آبادی کی بنا پر ملک میں اقتصادی بحران پیدا نہ ہونے پائے۔ توجہ طلب امر یہ ہے کہ ذاتی مفاد کے نام پر جو اپیل بچے کم پیدا کرنے کے لئے کی جائیگی اس کا اثر صرف بچے ہی کم پیدا کرنے تک محدود رہے گا یا کچھ اور نتائج بھی برآمد ہو سکتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ایک مرتبہ آپ لوگوں کے سوچنے کا انداز بدل کر اس رخ پر ڈال دیجئے کہ ان کی کمائی کا زیادہ حصہ ان کی اپنی آرائش اور آسائش پر خرچ ہونا چاہیئے اور ان کے اندر یہ احساس پیدا کر دیا جائے کہ خاندان کے چو افراد کمانے کی بجائے صرف خرچ کرنے والے ہیں ان کی شرکت سے کمانے والے کا معیار زندگی گر جاتا ہے جسے برداشت نہ کرنا چاہیئے اسکے بعد آپ دیکھیں گے کہ نئی پیدا ہونے والی اولاد ہی پر اس کا برا اثر نہ پڑے گا بلکہ بوڑھے والدین تیم بہن بھائی گھر کے مریض افراد جن کے شفا یاب ہونے کی توقع باقی نہ رہی ہو اور ایسے عزیز واقارب جو پابج اور ناکارہ ہوں سبھی متاثر ہوں گے۔ اور ہر اس شخص کا وجود ان کی نگاہ میں ناقابل برداشت بوجھ بن جاتے گا جو ان کی کمائی میں حصہ بٹا کر ان کے معیار زندگی کو پست کرتے ہیں ظاہر ہے کہ جو اپنی اولاد کا بوجھ برداشت

نہیں کر سکتا وہ دوسروں کا بوجھ کیونکر برداشت کرے گا۔ اور  
 خاندانی منصوبہ بندی کی مضر توں میں سے ایک برا نتیجہ یہ بھی ہے  
 کہ ضبط تولید کا علم جب عام طور پر پھیل جاتے گا۔ اور اس کے ذریعے  
 اور مسائل عام لوگوں تک پھیلا دیئے جائیں گے تو کسی کے پاس بھی اس امر کی ضمانت نہیں ہے  
 کہ ان سے صرف شرابی تندرست ہو جائے ہی فائدہ اٹھائیں گے بلکہ زیادہ صحیح یہ ہے کہ شرابی تندرست  
 نہ بنیں اس سے اتنا فائدہ نہ اٹھائیں گے جتنا بن بیاتے ہوئے اٹھائیں گے اس سے  
 زنا کو وہ فروغ ہو گا جو ہمارے معاشرے کی تاریخ میں کبھی نہیں ہوا  
 جہاں تعلیم و تربیت میں دین و اخلاق کا عنصر روز بروز کمزور ہوتا چلا جا رہا  
 ہو جہاں سینما فحش تصاویر فحش لٹریچر اور فحش گانے جنسی محرکات میں روز بروز  
 اضافہ کے جا رہے ہوں جہاں پردے کے حدود و قیود ٹوٹ رہے ہوں  
 اور مردوں اور عورتوں کے لئے آزادانہ میل جول کے مواقع روز بروز زیادہ  
 پیدا ہو رہے ہوں جہاں عورتوں کے لباس میں عریانی اور زینت اور نمائش  
 نفس روز افزوں تر رہ رہے ہو جہاں تعداد اور رواج کے راستے میں قانونی رکاوٹیں  
 کھڑی کر دی گئی ہوں مگر ناجائز تعلقات کے راستے میں کوئی قانونی رکاوٹ  
 نہ ہو اور جہاں ۱۴ سال سے کم عمر کی لڑکی کا نکاح قانوناً ممنوع ہو وہاں بد اخلاقیوں  
 کے راستے میں بس ایک ہی رکاوٹ رہ جاتی ہے اور وہ ہے ناجائز حمل کا  
 ایک دفعہ یہ خوف بھی دور کر دیجئے اور برے رجحانات کو کھنکھنے والی عورتوں کو یقین لایجئے کہ اشتہار حمل کا کوئی خطر نہیں  
 تو آپ دیکھیں گے کہ زنا کا ایک ایسا سیلاب امڈ آئے گا جس کو کوئی طاقت  
 روک نہیں سکتی اگر یقین نہ آئے تو ان مغربی ممالک کے حالات معلوم کر کے  
 دیکھ لیجئے جن میں قانوناً خاندانی منصوبہ بندی اور ضبط تولید کو رواج  
 دیا گیا ہے۔

بعض نادان لوگ صرف اولاد نہینہ ہی کو قابل قدر سمجھتے ہیں لہذا وہ لڑکیوں کی لکاح حقہ قدر نہیں کرتے یہ خیال اصولی فطرت کے سراسر خلاف ہے اگر خدا سب کو صرف لڑکے ہی عطا فرمائے تو نسل انسانی کا سلسلہ کیسے جاری رہے کیونکہ یہ حقیقت ہے کہ:

وجود زن ہے تصویر کا بنا ت میں رنگ

مالک حقیقی جو احسن الخالقین ہے تمام قسم کی اولاد کو اپنے انعامات میں

شمار کرتے ہوتے فرماتا ہے۔

يَهَبُ مَنْ يَشَاءُ اِنَا تًا وَيَهَبُ مَنْ يَشَاءُ  
الذَّكُوْرَ اَوْ يَزُوْجَهُمْ ذُكْرًا نَا و  
اِنَا تًا وَّ يَجْعَلُ مَنْ يَشَاءُ عَقِيْمًا ؕ

ترجمہ :- وہ جس کو چاہتا ہے لڑکی عطا فرماتا ہے اور جس کو چاہتا ہے لڑکا دے دیتا ہے اور جس کو چاہے لڑکے اور لڑکیاں دونوں عطا کر دے اور جس کو چاہے بے اولاد رکھے زمانہ جاہلیت میں بعض لوگ اپنی لڑکیوں کو زندہ درگور کر دیا کرتے تھے۔

حضور علیہ السلام نے اس منہج شدہ قانونی فطرت کی اصلاح فرمائی

ہوئے ارشاد فرمایا جو شخص اپنی لڑکیوں کو لڑکوں کی طرح بخوبی پرورش کرے ان کو مناسب تعلیم و لائے اور ان کی شادی کر دے وہ بہشت میں داخل ہوگا ایک حدیث میں ہے کہ جسکی عیال زبردش میں دو لڑکیاں بلوغ تک رہیں وہ قیامت کے دن اس طرح آئے گا کہ میں اور وہ پاس پاس ہوں گے ایک جگہ ارشاد ہے جس کی لڑکی ہو اور وہ اسے زندہ

ورگور نہ کرے اور اس کی توہین نہ کرے اور اولاد ذکور کو اس پر ترجیح نہ دے  
اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل فرماتے گا۔

اگر والدین سے کوئی ایک فوت ہو جائے تو اس کے لئے حسب  
ذیل احکام ہیں۔ اگر والدہ فوت ہو جائے تو تعلیم و تربیت اور پرورش  
کا بوجھ باپ پر ہے اور اگر والد انتقال کر جائے تو اس وقت یہ فرائض  
دادایا قریب ترین رشتہ داروں کے ذمے عائد ہوتے ہیں اور ذی استطاعت  
اصحاب کو حکم ہے کہ ان یتیم بچوں کی اپنے بچوں کی طرح پرورش کریں متوسط  
الحال اور غریب اقارب اگر چاہیں تو نابالغوں کی جائداد سے بقدر ضرورت  
لے سکتے ہیں مگر ضرورت سے زیادہ لینا پیٹ میں آگ بھرنے کے مترادف  
ہے حکم الہی ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَىٰ ظُلْمًا إِنَّمَا  
يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا ۖ وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيرًا

ترجمہ: جو لوگ ناحق یتیموں کے مال خورد برد کرتے ہیں وہ اپنے  
پیٹ میں آگ بھرتے ہیں اور عنقریب دوزخ میں پڑیں گے  
ایسی صورت میں بچوں کی نگہداشت کی والدہ کو بھی سخت تاکید ہے  
چنانچہ حدیث میں آیا ہے جو بیوہ جوان و نحو بصورت ہونے کے باوجود  
عقد ثانی صرف اس واسطے نہیں کرتی کہ اپنے یتیم بچوں کی خاطر خواہ  
پرورش کرے وہ قطعاً جنتی ہے۔

اولاد ماں باپ کی جائیداد کی وارث بھی ہے اگر ماں باپ میں سے  
کوئی ایک فوت ہو جائے تو جو زندہ ہے اس کا حصہ نکال کر باقی جائداد  
کی مالک اولاد ہے اور اس میں لڑکے کا حصہ لڑکی سے دو گنا ہے جس

کی وجہ یہ ہے کہ لڑکی سسرال کی جانب سے حق مہر بھی پاتی ہے اور لڑکے کے لئے ایسا کوئی موقع نہیں۔

## ۵۔ حقوق اقارب

والدین زوجین اور اولاد کے ذکر کے بعد اب خویش و اقارب کا ذکر آتا ہے ان میں بھائی بہن سے بڑھ کر دنیا میں کوئی رشتہ نہیں یہ ایک دوسرے کے بازو اور ایک ہی درخت کی شاخیں ہیں اور یہی وجہ ہے کہ ان میں بے حد انس و محبت اور یگانگت ہوتی ہے تکلیف اور مصیبت میں نہ صرف ایک دوسرے کے لئے سینہ سپر ہو جاتے ہیں بلکہ دکھ درد کے شریک ہوتے ہیں۔ بھائی بہنوں کے بعد دوھیال۔ ننھیال اور سسرال کے بزرگوں کا درجہ ہے اور پھر چچاؤں پھوپھیوں، ماموؤں اور خالائوں کا قصہ مختصر یہ کہ ایک لامتناہی سلسلہ ہے جس میں قریب ترین کے حقوق کو بعید تر پر ترجیح ترجیح دی گئی ہے۔ ان سب میں رواداری اور حسن سلوک کا حکم ہے اور ان میں اس قدر بے تکلفی جائز رکھی ہے کہ ہر پابند قانون فطرت یعنی مسلمان کو انکے گھر سے کھانے پینے کی اجازت دی گئی۔ کتاب اللہ میں صاف وارد ہے کہ تمہیں اس پر کوئی گرفت نہیں کہ تم اپنے باپ ماں بھائیوں بہنوں چچاؤں پھوپھیوں ماموؤں خالائوں مانتوں یا مخلص دوستوں کے ہاں سے کھاؤ پیو۔

اللہ تعالیٰ نے جہاں والدین کے ساتھ احسان کی خاص ترغیب دلائی وہاں رشتہ داروں کا بھی ساتھ ہی ذکر کیا حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَسُطَّ لَهُ فِي رِزْقِهِ وَيَسْأَلَهُ فِي أَثَرِهِ فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ



ترجمہ: جو شخص اس بات کو پسند کرے کہ اس کے رزق میں کٹاؤ لگے  
 ہو اور اس کی عمر دراز ہو جائے تو اسے چاہیے کہ صلہ رحمی کرے  
 یعنی اپنے رشتہ داروں سے حسن سلوک سے پیش آئے۔

اب ذرا اس عامل کا اسوہ کامل دیکھا جائے کہ اس نے ان احکام پر  
 کس طرح عمل کر کے دکھایا حضور کو اپنوں نے کیا کیا ایذا میں پہنچائیں کیا کیا  
 دکھ دیتے لیکن آپ پھر ان کے ساتھ کمال رواداری کا سلوک کرتے رہے  
 تکالیف میں ان کے کام آتے رہے ان کی دشگیری فرماتے رہے دن رات  
 مسلمانوں کو بھی یہی تاکید کرتے رہے کہ رحم کے رشتہ داروں کو ملاتے رکھو۔  
 خویش واقارب اگر مقروض و مساکین ہوں تو ان کی امداد کرو اور فرمایا کرتے  
 تھے جس نے اپنوں کو ملاتے رکھا اللہ اس کے ساتھ رہا اور جس نے اپنوں  
 سے قطع تعلق کیا اللہ نفاق لے لے اس سے قطع تعلق کیا ایک از شاد و فرمایا  
 اپنے رشتہ داروں سے نیکی کرنے کا ثواب دگنا ہے ہدایت تھنی کرناں پاپ  
 کا درجہ تین آدمیوں کا حاصل ہے۔ ایک اس کو جس کے ہاں تو پیدا ہوا۔  
 دوسرے اس کو جس کے ہاں تو بیاہا گیا تیسرے اس کو جس نے تجھ کو پرٹھایا  
 سکھایا۔

### ۶۔ اجباب و ہمسایگان کے حقوق

انسان سوسائٹی کے بغیر رہ نہیں سکتا اس لئے دوستوں کا بنانا ایک  
 لازمی امر ہے یہاں تک کہ بعض بزرگوں کو تو یہاں تک کہہ دیا کہ جس شخص نے  
 کوئی دوست نہ بنایا وہ نامراد رہا۔ مگر جس نے اپنے حقیقی مخلص دوست  
 کو ناراض کر دیا اس نے اپنی عمر کا رت گنوا دی اکثر دیکھا جاتا ہے کہ مخلص

دوست بعض اوقات اپنوں سے بھی زیادہ مہر و محبت سے پیش آتے ہیں اور انسان کے بعض راز اور اسرار ایسے ہوتے ہیں کہ جن کا اپنے عزیزوں سے پوشیدہ رکھنا زیادہ مناسب ہوتا ہے مگر وہ اپنے محبوب پر بلا روک ٹوک منکشف کر دیئے جاتے ہیں۔

البتہ دوستوں کی تلاش میں احتیاط شرط ہے چنانچہ پیغمبر اسلام کا فرمان ہے آدمی کا حشر اس کے ساتھ ہو گا جس کو اس نے اپنا دوست بنایا دوست کو جب تک اچھی طرح پرکھ نہ لیا جائے اس پر حد سے زیادہ اعتماد نہ کرنا چاہیے۔ حتیٰ الوسع دوستی کے واسطے اس شخص کی جستجو کرو جو بظاہر قانونِ فطرت کے ٹوڑنے کا مرتکب ہونے والا معلوم نہ ہو۔

صحبت صالح ترا صالح کند

صحبت ظالم ترا ظالم کند

بہترین دوست وہ ہے جس کی دوستی محض اللہ کے لئے ہو اور یہ بھی ضروری نہیں کہ دوست کا انتخاب بیگانوں ہی سے کیا جائے بلکہ رشتہ داروں سے دوستانہ تعلقات استوار کرنا زیادہ بہتر ہے۔

اجاب کے بعد ہمسایوں کے حقوق میں حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے

مَا زَالَ جَبْرِيلُ يُوصِيَنِي بِالْجَارِ حَتَّى ظَنَنْتُ اَنَّهُ  
سَيُورَانِي۔

ترجمہ: جبریل ہمسایہ کے بارے میں مجھے برابر نصیحت کرتے رہے یہاں تک کہ میرا خیال ہوا کہ شاید اسے وراثت میں شریک کر دیں گے۔

ایک اور جگہ فرمایا۔

وَاللَّهُ لَا يُؤْمِنُ وَاللَّهُ لَا يُؤْمِنُ وَاللَّهُ لَا يُؤْمِنُ  
فِيَلَّ مَنْ يَأْرَسُولَ اللَّهِ قَالَ الَّذِي لَا يَأْمَنُ جَارَهُ  
بِوَأَيْقَنَهُ

ترجمہ: قسم ہے اللہ کی وہ شخص ایمان رکامل نہیں لاتا خدا کی قسم وہ شخص  
رکامل ہومن نہیں خدا کی قسم وہ شخص کمال مومن نہیں۔ دریافت کیا گیا یا رسول اللہ  
کون؟ فرمایا جس کے پڑوسی اس کی شرارتوں سے امن میں نہیں۔  
ایک جگہ از شبا وہ ہے۔

مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يُؤْذِي جَارَهُ  
ترجمہ: جو شخص اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے پڑوسی  
کے ساتھ حسن سلوک کرے۔

ایک جگہ فرمایا مومن رکامل، وہ نہیں جو خود پیٹ بھر کے کھائے اور  
اس کا ہمسایہ بھوکا رہے۔

ایک دوسری جگہ حدیث میں فرمایا جب کوئی شخص ہنڈیا پکائے تو  
شور یا زیادہ کرے اور پڑوسی کو بھی اس میں سے کچھ دے۔

غرضیکہ اپنا خوشی ہو یا دوست ہمسایہ ہو یا عام مسلمان ہر اک سے خوشی  
خوشی ملنا اور اس کی خوشی کو دو بالا کرنا قابل توصیف ہے حضور فرمایا کرتے  
تھے کہ کسی کو حقیر نہ سمجھو تم سے اور اگر کچھ نہیں ہو سکتا تو کم از کم اپنے خوشی  
واقارب احباب و متعلقین اور عامتہ المسلمین سے جب ملو تو خندہ پیشانی

سے ملو۔  
۶۔ راعی و رعایا کے حقوق

سید البشر صلی اللہ علیہ وسلم کا اعلان ہے کہ تم میں سے ہر ایک حاکم ہے

اور ہر ایک اپنی رعیت کا جوابدہ ہے یعنی ہر عاقل و بالغ کے ذمہ ایسے حقوق ہیں جو اس کو ادا کرنے ہیں مثلاً ہر شخص اپنے اہل و عیال میں مختار ہے اور ان کا آرام و آسائش حفاظت اور نگرانی اور اخراجات وغیرہ کے ذمے ہیں اسی طرح افسر اپنے ماتحتوں استاد اپنے شاگردوں آقا اپنے ملازموں اور مصنف اپنے متخاصمین کے حقوق کا پاسبان اور نگہبان ہے۔ کلام اللہ میں ایسے حکم کی اطاعت فرض قرار دی گئی ہے جو مسلمان یعنی پابند قانونِ فطرت ہو چنانچہ ارشادِ ربانی ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ  
وَأُولِ الْأَمْرِ مِنْكُمْ۔

ترجمہ: اے ایمان والو! تم اللہ کی فرمانبرداری کرو اور تم میں سے جو لوگ صاحب امر و حاکم ہیں انکی فرمانبرداری کرو۔  
رعایا پر بھی حاکم کی فرمانبرداری فرض ہے امیرِ عاقل سے بغاوت یا اس کی مخالفت کو خدا و رسول کے مقابلہ کے مترادف قرار دیا گیا ہے اور اس کی سزا قتل، پھانسی، ہاتھ پاؤں کاٹ دینا اور جلا وطنی مقرر کر دی ہے اور فرمایا اس قسم کا فساد یا سازش وغیرہ جرمِ قتل سے بھی زیادہ خطرناک ہے نیز فرمایا گیا کہ جو شخص دینِ فطرت کے قواعد کی خلاف ورزی کرے اس کی جرم کی نوعیت کے مطابق گوشمالی کی جائے۔

ملازمین کے لئے بعض ہدایات بہت ضروری ہیں لہذا ان کو  
درج کیا جاتا ہے فرمایا تمہارے نوکر چاکر تمہارے بھائی ہیں ان سے بہت  
اچھا سلوک کرو اور ان کے کھانے پینے میں کوئی حقارت آمیز تمیز نہ  
کرو روزانہ مزدوری کرنے والوں کے بارے میں فرمایا ان کی روزانہ  
اجرت ان کی محنت کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کرو یا کرو۔ یہی

احکام و دیگر شعبوں میں قابل نفاذ ہیں۔

## ۸۔ وطن کے حقوق

حدیث میں ہے کہ وطن کی محبت ایمان کا جزو ہے جس سے صاف عیاں ہوتا ہے کہ اہل وطن سے اتفاق و اخلاص رکھنا لازمی امر ہے اور ان سے برا درانہ سلوک کرنا وطن کی محبت کا تقاضا ہے اہل وطن کی بہتری و بہبودی درحقیقت وطن کی ترقی ہے اسی لئے تو مذہب کی رو سے ان پر تشدد کا دروازہ یہ فرما کر بند کر دیا کہ لَا اِکْرَاهَ فِي الدِّينِ ... یعنی مذہب کے معاملے میں جبر و تشدد ہرگز جائز نہیں تبلیغ دین کے سلسلے میں ارشاد ہوا۔ اُدْعَ اِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ ترجمہ :- اپنے رب کی راہ کی طرف دانائی اور بہتر نید و نصیحت سے کالو۔

غرضیکہ حتی الامکان وطن میں اتحاد و ارتباط کو مضبوط کر دنا کہ کسی دشمن کی آنکھ ملک کی طرف اٹھنے نہ پائے۔

پیروان قانون فطرت پر ایک اور ملک کا بھی حق ہے اور وہ یہ کہ اپنے مرکز یعنی عرب سے ہر آن دہر لحظہ وابستہ رہیں مکہ مکرمہ وہ سب سے پہلا گھر ہے جہاں سب سے پہلے نور حق کی کرنیں نمایاں ہوئیں اور ضابطہ فطرت کی دفعات کا نزول ہوا اس سے بڑھ کر یہ کہ وہ رسول پاک کا مولد ہے اور خالق کائنات کا سب سے اول اور آخری پیغام اسی سرزمین میں سنایا گیا اور مدینہ منورہ میں تاقیامت آلام فرما ہیں اس عرب کے دیگر مقامات مثلاً طائف وغیرہ حضور کے

۱۱۱۱۱

قدمِ میمنت لزوم سے پہرہ اندوز ہو چکے ہیں حضور کی آخری وصیت میں ہے کہ جزیرہ عرب کو غیر مسلم تسلط سے محفوظ و مہنون رکھا جائے کیونکہ ان لوگوں کو جو قانونِ فطرت کے مخالف ہیں مرکزِ اسلام میں رسائی ہوگی تو دینِ فطرت کا قیام دنیا میں محال ہوگا۔

غرضیکہ وطن اور ارضِ مقدس کی حفاظت ہر مسلمان کا فرض ہے امیرِ مال و دولت سے غریب دست و بازو سے ادیب اپنے مضامین سے مذہبی عالم و عظمیٰ سے حکماء اپنی دانائی سے بہادر اپنی بہادری سے سپاہی اپنے ہتھیاروں سے مذہبی عالم و عظمیٰ سے حکماء اپنی دانائی سے بہادر اپنی بہادری سے سپاہی اپنے ہتھیاروں سے حاکم اعلیٰ اپنی طاقت و خزانے سے المختصر ہر فرد اپنی صلاحیت اور طاقت کے مطابق اپنے ملک اور قوم کی خدمت کے لئے مستعد اور تیار رہے۔

## باب پنجم

### اخلاق

قانون فطرت کی اہم غرض و غایت امن عامہ کا انتظام و قیام ہے۔ اور جو کچھ پہلے لکھا جا چکا ہے وہ اس کے موٹے موٹے اصول تھے اب ان اصولوں کا بیان ہوگا جو عوام الناس سے متعلق ہیں۔

ظاہر ہے کہ ہر فتنہ و فساد اور ہر نقص و جرم افراد ہی سے شروع ہوتا ہے اول ایک شخص کے دل میں برے خیالات پیدا ہوتے ہیں پھر ان کی اشاعت ہوتی ہے اور آخر کار ان خیالات کو عملی جامہ پہنایا جاتا ہے لہذا ضروری ہوگا کہ افراد کے ان باہمی حقوق کے لئے قواعد و ضوابط کئے جائیں ان قواعد کا نام ہم نے اخلاق تجویزیہ کیا ہے اور یہ چند اقسام پر منقسم ہیں۔

### ۱۔ حفاظت جان

ایک مسلم کا دوسرے مسلم کو جان سے مار ڈالنا حرام ہے قتل کی سزا قتل ہے مگر وارث رضا مند ہو جائیں تو خون بہا بھی دیا جاسکتا ہے اور حاکم کو اختیار ہے کہ حالات پر غور کرنے کے بعد اگر جرم کی نوعیت اتنا قبیح یا حفظ جان و مال و آبرو کے لئے ہو تو معاف کر دے یا سزا میں تخفیف کر دے مسلمان کو مسلمان کا عمدًا قتل کر دینا شدید ترین جرم ہے اس کے متعلق ارشاد خداوندی ہے۔

وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَدًّا فَجَزَاءُ كَأْتِهَا خَالِدًا فِيهَا  
 ترجمہ: اور جس نے جان بوجھ کر کسی مومن کو قتل کر دیا اس کی سزا  
 یہ ہے کہ ہمیشہ کے لئے جہنم میں رہے گا۔

دیگر ضربات کے متعلق صریح احکام ہیں کہ مضر و بضر کو ویسی ہی ضرب  
 لگائے اور اگر چاہے تو معاف کر دے مثلاً دانت کے بدلے دانت نکالنا  
 آنکھ کے بدلے آنکھ نکالنا اور ناک کے بدلے ناک مقرر ہے۔

اس کے علاوہ حبس بے جا میں رکھنا یا اغوا کر کے لے جانا بھی جرم ہے  
 اور صاحب حکومت پر اس کا انسداد ضروری ہے۔ اغوا یا گمشدگی کا جو اثر انسانی  
 طبیعت پر ہوتا ہے وہ حضرت یعقوب اور حضرت یوسفؑ کے قصے سے عیاں ہے  
 جان کی حفاظت کے سلسلے میں چند دیگر ہدایات بھی ہیں مثلاً ایک مسلمان  
 کی جان بچانے کے لئے اس کے دشمن کو غلط خبر دینا یا غلط راہ پر لگانا مباح  
 قرار دیا گیا کسی دل چلے کی فریاد سنا اس کی حوصلہ افزائی اور دلجوئی کرنا ممنون  
 ہے مریض کی عیادت اور خبر گیری قابل ستائش اور سنن ضروریہ سے ہے۔

قصہ کوٹناہ رسول مقبولؐ کے نزدیک کسی جان کو بلا وجہ تھوڑے  
 سے تھوڑا صدمہ پہنچانا بھی قابل مواخذہ و سزا ہے انسان تو انسان کسی  
 حیوان پر بھی ظلم و ستم روا نہیں حضور علیہ السلام کے کئی اقوال اس بارے میں  
 ہیں کہ حیوانات و طیور پر رحم و شفقت کرنا ثواب عظیم کا باعث قرار دیا ہے  
 اور حج کے موقع پر احرام کی حالت میں موذی جانوروں تک کا مارنا یا شکار  
 کرنا بھی حرام کر دیا حلال جانوروں کے ذبح کرنے میں بھی اس بات کا خاص  
 خیال رکھا گیا ہے کہ ذبح کرتے وقت کم سے کم وقت صرف ہو اور چھری  
 کو تیزی سے چلانے کا حکم دیا گیا تاکہ جانور کو زیادہ دیر تک ٹپٹپنے نہ دیا جائے۔



## ۲۔ حفاظت جائیداد

جنگ کا موقع ہے اسلام کی فوج ظفر مویج حملہ کو چاہی ہے مگر اس کے سپہ سالار کو ہادی اسلام ہدایات دے رہے ہیں کہ دشمن کے ملک میں جا کر ان کے مکالوں کھیتوں درختوں اور مال مویشی کو تباہ نہ کرنا ان کے گھر میں گھس کر ان کے اموال کو نہیں نہیں نہ کرنا مقام غور ہے کہ جب جنگ کے ایام میں پیغمبر اسلام کی یہ تعلیم ہے تو ان کے ایام میں آپ کے کیا ارشادات ہوں گے چنانچہ حکم ہے کہ ڈاکو غاصب امانت کھانے والے دھوکے سے کسی کی جائیداد حاصل کرنے والا سب چور ہیں اسلام نے چور کی سزا ہاتھ کاٹنا مقرر کیا ہے تاکہ آئندہ چوری کا قلع قمع ہو جائے اور مال کا ضیاع رک جائے پیام امن کے لئے اس سے بڑھ کر اور کوئی سزا نہیں ایک تو اپنا کٹا ہاتھ دیکھ کر پشیمان ہو گا اور اپنے فعل پر نادم ہو گا دوسرے عوام الناس اس سے عبرت حاصل کریں گے اور آئندہ چوری کا راستہ بند ہو جائے گا اگر آج دو چار آدمیوں کو یہ سزا دی جائے تو پورے ملک سے چوری ختم ہو سکتی ہے یتیمی مساکین اور دیگر اشخاص کا مال خورد برد کرنا حرام کیا گیا ہے حکام کو رشوت دینا و لانا حرام ہے ارشاد خداوندی ہے۔

لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ۔

ترجمہ:۔ آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق طریقے سے نہ کھاؤ  
رسول کریمؐ کا ارشاد ہے الرَّاشِي وَالْمُرْتَشِي كِلَاهُمَا فِي النَّارِ  
یعنی رشوت لینے اور دینے والا دونوں دوزخی ہیں۔

غیر منقولہ جائیداد کا جبراً چھین لینا تو درکنار اس میں بلا اجازت کسی کے گھر میں داخل ہونے سے منع کیا گیا اور گھروں میں دروازوں کے ذریعے سے داخل ہونے کا حکم دیا گیا۔

فضول خرچی قمار بازی عیاشی شراب خوری اور اسراف وغیرہ میں روپیہ خرچ کرنا سخت ممنوع قرار دیا گیا اسلام نے خرچ کی انہیں میں بیان فرمائی ہیں، اتفاقاً اس خرچ پر خدا کی طرف سے ثواب دیا جاتا ہے اور قرآن میں جگہ جگہ اس خرچ کی ترغیب و تحریص دلائی گئی ہے۔ تمام نیک کاموں کے اخراجات اس میں آجاتے ہیں۔ (۲) اسراف، ضرورت سے زیادہ پیسہ خرچ کرنے کو اسراف کہتے ہیں یہ خرچ خدا کے نورو ناپسند ہے حکم ہوتا ہے وَلَا تُسْرِفُوا إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ یعنی اسراف نہ کرو خدا تعالیٰ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔ (۳) تہذیب حرام کاموں پر روپیہ خرچ کرنے کو تہذیب کہتے ہیں ایسا خرچ کرنے والوں کے متعلق فرمایا گیا إِنَّ الْمُبَذِّرِينَ كَالنُّجُورِ الْأَخْوَانِ السَّيِّئِينَ یعنی بیشک حرام کاموں پر دولت اڑانے والے شیطان کے بھائی ہیں، لہذا شراب پینے والے، زنا کرنے والے عیش و طرب میں زندگی بسر کرنے والے ریڈیو ٹیلیوژن اس غرض سے خریدنے والے کہ گانے سننے کے فلمیں دیکھنے کے سینما دیکھنے والے تھیٹر اور سرکس دیکھنے والے کلبوں میں جا کر عیش و عشرت میں دولت ٹٹانے والے اور طوائفوں کے گانے سننے اور ڈانس دیکھنے میں رقم خرچ کرنے والے سب اس زمرے میں آجاتے ہیں ایسے لوگ تصنیع مال اور تصنیع اوقات کا شکار ہو جاتے ہیں ملک و قوم کے لئے نہایت غیر مفید ثابت ہوتے ہیں۔

تجارت پیشہ اصحاب کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا۔  
 فَأَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ  
 أَشْيَاءَهُمْ۔

ترجمہ: ناپ تول پورا رکھو اور لوگوں کو چیزیں نہ دیا کرو۔

اب خیال کرو کہ ایسے قواعد و ضوابط کے ہوتے ہوئے قانون  
 فطرت کے پیروان کو مال منافع ہونے کا خطرہ کیسے لاحق ہو سکتا ہے  
 البتہ مالداروں پر زکوٰۃ فرض کر دی ہے اور دیگر صدقات و خیرات  
 کی احسن طریقے سے ترغیب دلائی گئی۔

علاوہ ازیں اسلام نے جہاد کے موقعہ پر جائداد قربان کرنے  
 کا حکم دیا۔ صدقہ، خیرات میں عمدہ چیزیں دینے کا حکم دیا۔ قرض حسنہ  
 پر تحریریں دلائی گئی تاکہ محتاج اور حاجت مند مسلمان بھائیوں کی ضروریات  
 پوری ہو سکیں سودی کاروبار سے منع کیا گیا کیونکہ اس طریقے سے خدشہ  
 تھا کہ امراء، غریبوں کو اور بھی زیادہ غریب بنا دیں گے اور ان کو معاشی  
 بد حالی کا شکار بنا دیں گے۔ سود اخلاقی و روحانی، معاشی اور تمدنی ترقی  
 میں نہ صرف مانع ہوتا ہے بلکہ تنزل کا ذریعہ بنتا ہے، سود دراصل خود  
 غرضی۔ بخل، تنگ دلی اور سنگ دلی جیسی صفات کا نتیجہ ہے اور وہ  
 انہیں صفات کو انسان میں نشوونما بھی دیتا ہے۔

تمدنی حیثیت سے دیکھتے تو با دلی تامل یہ بات ہر شخص کی سمجھ  
 میں آجائے گی کہ جس سوسائٹی میں افراد ایک دوسرے کے  
 ساتھ خود غرضی کا معاملہ کریں کوئی شخص اپنی ذاتی غرض اور اپنے ذاتی  
 فائدے کے بغیر کسی کے کام نہ آئے ایسی سوسائٹی کبھی بھی مستلحکم

نہیں ہو سکتی اس کے افراد میں آپس کی محبت کی بجائے باہمی بغض و حسد اور بے دردی بے تعلقی نشوونما پائے گی اس کے اجزاء ہمیشہ انتشار اور پراگندگی کی طرف مائل رہیں گے۔

اگر معاشی حیثیت سے بھی سود کا جائزہ لیا جائے تو سود کا نتیجہ تباہ کن ہو گا دنیا کے وہ ممالک جن میں سودی کاروبار عام ہے وہاں ساہوکار اور مہاجن غریب مزدوروں اور عوام کا خون چوس رہے ہیں ان امر کو غریبوں کی ضروریات اور ان کے معیار زندگی کے پست ہونے کی کوئی پرواہ نہیں وہ دن رات اس ناجائز طریقے سے دولت سیٹنے پر لگے ہوئے ہیں اس کا نتیجہ ان دونوں طبقوں میں باہمی رنجش کشیدگی اور دشمنی ہے غیر ضیکہ سود کا نقصان ہی نقصان ہے۔

### ۳۔ حفاظت آب و

دنیا میں جس قدر فساد اور فتنے برپا ہوتے ہیں اگر ذرا غور سے ان کی تحقیق کی جائے تو فوراً پتہ چل جاتا ہے کہ ان کی تہ میں اکثر عورتوں کا تعلق ہوتا ہے مستورات فطرتاً ضعیف اور کمزور جسم ہیں اس لئے یا تو مردوں کی زبردستی کا شکار ہو جاتی ہیں یا مکر و فریب جو کمزور کا ہتھیار ہے سے مردوں کو اپنا شکار بنا لیتی ہیں یہی وجہ ہے کہ دین فطرت نے ہر دو صنفوں کو غیر محرم کی طرف دیکھنے سے منع فرمایا اور ہر دو کو حکم دیا کہ چلتے پھرتے محفل و بازار میں اپنی نگاہیں ایک دوسرے پر نہ ڈالیں۔

ابتداءً آفرینش سے آج تک کی تاریخ کی ورق گردانی

کر جاؤ تو نہیں معلوم ہو جائیگا کہ سب اقوام گزشتہ بلکہ خاندانوں اور  
 افراد تک کی ترقی کا دار و مدار مستورات کی سلیقہ شعاری تعلیم اور  
 عصمت و عصمت پر رہا اور ازل سے غیرت کا یہی معیار چلا آیا ہے کہ  
 لوگوں کی بہو بیٹیاں، مائیں بہنیں اور بیویاں عصمت دری سے تو کجا  
 بڑی نظر تک سے محفوظ رہیں۔ اسی جذبہ فطرت کو سامنے رکھ کر اسلام  
 نے آبروریزی کا بدترین ذریعہ زنا قرار دیا اور فرمایا زنا کے قریب نہ  
 جاؤ وضا بطہ فطرت نے اس جرم کو نہایت سنگین بنا یا اور اس کے واسطے  
 پورا ثبوت ہم پہنچنے پر وہ ذلت کی موت تجویز کی جو کسی جرم کے لئے  
 تجویز نہیں کی گئی قتل کا جرم معاف ہو سکتا ہے خون بہا ادا کر کے قاتل  
 کی خلاصی ممکن ہے مگر زنا کی سزا میں نہ تو تخفیف کی اجازت ہے نہ  
 معافی کی گنجائش۔ ملت برصیحا ایک جسم ہے اور اس کے افراد اس کے اعضا  
 پس زنا کا ارتکاب جسم میں ایک ایسے ناسور چھوٹنے کے برابر ہے جو سارے  
 جسم کی ہلاکت اور تباہی کا موجب ہو اس لئے لائق و فائق جراح کی طرح  
 انسان کا میل کو حکم دیا گیا کہ ایسے عضو کو فوراً کاٹ دیا جائے تاکہ بقایا  
 جسم اس ناسور کے زہریلے اثر سے بچ جائے سرور کائنات نے فرمایا  
 زنا انفرادی اور قومی فصر کی بنیاد کو ڈھا دیتا ہے امام غزالی فرماتے ہیں  
 کہ زنا میں دس آفات ہیں ۱، دین کا نقصان ہے ۲، عقل کا نقصان  
 ۳، علم کا نقصان ۴، عمر کا نقصان ۵، رزق کا نقصان ۶، مفلسی کا سبب  
 ہے ۷، چہرے کا نور دور کرتا ہے ۸، نیسان اور بھول پیدا کرتا ہے  
 ۹، نیکیوں کو زانی سے بغض اور عداوت ہو جاتی ہے ۱۰، اس کی زانی،  
 کی کوئی عبادت اور دعا قبول نہیں ہوتی۔ یہ موذی مرض جن اقوام میں پھیل

جاتا ہے وہ آہستہ آہستہ قعر مذلت میں جا گرتی ہیں۔  
 جہاں زنا کی روک تھام کی گئی ہے وہاں اس قسم کا چھوٹا الزام لگانے  
 والے کیلئے بھی اسی درجے کی سزا مقرر کی گئی ہے اور اگر وہ اس کے بعد  
 زندہ بچ رہے تو ایسے افترا پرداز پر بشرطیکہ وہ تائب نہ ہو عمر بھر اعتبار  
 کرنے سے منع کیا گیا۔ غرضیکہ مشورات کا باحیا و باوقار ہونا قومی قوت  
 اور خاندانی و انفرادی عزت کے برقرار رکھنے اور آئندہ کی ترقی و  
 عروج کے واسطے از بس ضروری ہے کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

جو نہیں عصمت والی ہیں وہ امت کی رکھوالی ہیں

اسلام کی زینت ان سے ہے اس نام کی عزت ان سے ہے

مشورات کی وجہ سے توہین عزت کو چھوڑ کر بچوں کے ذریعے  
 اس امر کو لیجئے کہ یہ بھی ابرو ریزی کا ایک نہایت گندہ طریقہ ہے قرآن  
 مجید میں قوم لوط کا ذکر ہے جن کی بربادی اور تباہی کا موجب یہی فعل  
 بیح تھا اسی لئے پیروان دین فطرت کو ہدایت کی گئی کہ عوام الناس  
 کو اس سے باز رکھنے کی سجد کوشش کریں اور جو لوگ اس فعل کے مرتکب  
 ہوں ان کو سخت اذیت دیکر ذلیل و خوار کریں اب سمجھو کہ جو جوان یا نوجوان  
 بچہ عنفوان شباب میں ہی بے عزت ویے وقار ہو کر ملت کی نظروں  
 سے گر جائے اس کے مستقبل کی کیا امید ہو سکتی ہے۔

ان جرائم کے علاوہ ایک دوسرے کی توہین تحقیر کے لئے بہتان  
 باندھنا گالی گلوٹح و بنا مغلظات اور لغویات بکنا طعن تشنیع کرنا یا  
 ہسی اڑانا بھی منع ہے کسی سے بدظن ہونا یا دوسروں کو بدظن کرنا بھی  
 اچھا نہیں چغلی اور غیبت سخت ممنوع ہے کہ ان سے باہمی الفت و محبت

کار نشہ منقطع ہو جاتا ہے۔

جھوٹی شہادت سے بھی منع کیا گیا اور اگر کوئی لغو حرکت کرنے تو اس سے چشم پوشی کر دنا کہ اس کی تہک نہ ہو غرضیکہ ہر اس فعل کو مستحسن سمجھا گیا جس سے کسی کی عزت اور احترام کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو کیونکہ جو لوگ دوسروں کے وقار عزت اور آبرو کی حفاظت کرتے ہیں وہ خود باعزت ہو جاتے ہیں۔

## ۴۔ عام امور متعلقہ اخلاق

اخلاق میں سے بعض امور ایسے ہیں جو جان و مال اور آبرو سب پر حاوی ہیں ان سب میں سے اول سچائی ہے جو جھوٹ بولنے کا عادی ہو جائے وہ معاشرے میں بے اعتبار ہو جاتا ہے سوسائٹی میں اس کا وقار گر جاتا ہے خدا تعالیٰ نے جھوٹ سے اجتناب کا ارشاد فرمایا۔ **وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّورِ** یعنی جھوٹی بات سے بچو اور امام الانبیاء کا ارشاد ہے۔

إِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِي إِلَى الْبِرِّ وَإِنَّ الْبِرَّ يَهْدِي إِلَى الْجَنَّةِ وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَصْدُقُ حَتَّى يَكْتُبَ عِنْدَ اللَّهِ صِدْقًا وَإِنَّ الْكُذْبَ يَهْدِي إِلَى الْفُجُورِ وَإِنَّ الْفُجُورَ يَهْدِي إِلَى النَّارِ وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَكُذِبُ حَتَّى يَكْتُبَ عِنْدَ اللَّهِ كَذًّا يَا أَيُّهَا

ترجمہ: بریتیک سچائی بھلائی کی طرف ہدایت کرتی ہے اور بھلائی جنت کی طرف رہنمائی کرتی ہے اور آدمی برابر سچ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ حق تعالیٰ کے یہاں اس کو صدیق لکھ دیا جاتا ہے

اور جھوٹ برائی اور بے حیائی کی راہ دکھاتا ہے اور آدمی جھوٹ  
 بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس کو اللہ کے ہاں جھوٹا لکھ دیا  
 جاتا ہے۔  
 اگر کسی سے دشمنی ہو تو اس دشمنی کی بنا پر بے انصافی اور زیادتی نہ کرو  
 ارشاد خداوندی ہے۔

وَلَا يَجْرُ مِّنْكُمْ شَنَاةُ قَوْمٍ عَلَىٰ آلَا تَعْدِلُونَ  
 ترجمہ: اور لوگوں کی دشمنی تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم  
 انصاف چھوڑ دو۔

جو شخص تم سے برائی کرے تم اس سے بھلائی کرو بالعموم یہ وطیرہ  
 اختیار کرو کہ لوگوں کو معاف کر دیا کرو اور ان سے درگزر کی جائے۔ حکم  
 ربانی ہے۔

وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ  
 ترجمہ: غصہ پی جانے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے  
 جب وعدہ کرو تو پورا کرو تا کہ تمہارے بھروسہ پر کوئی شخص نقصان  
 نہ اٹھائے یا کم از کم شرمسار نہ ہو اور اللہ کے نزدیک یہ بڑا بھاری گناہ  
 ہے کہ تم منہ سے ایسی بات نکالو جس کے پورا کرنے کا منشا نہ ہو۔ حکم خداوندی  
 ہے۔ لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ ؕ

ترجمہ: اس بات کو منہ سے کیوں نکالتے ہو جس کو پورا نہیں کرنا۔  
 ہر ایک کو نیک مشورہ دو حتیٰ الامکان اپنے ذاتی فائدے کو اپنے  
 بھائی کے مفاد پر قربان کر دو کہ یہ قومی و شخصی ترقی کی معراج ہے کسی مجلس  
 میں اگر جگہ تنگ ہو جائے تو سکرٹ کر بیٹھ جاؤ اور جگہ زیادہ ہو تو کٹھاؤ۔



ہو کر بیٹھو تاکہ جلسہ گاہ بھری ہوئی نظر آئے اور کسی حالت میں بھی منتظرین  
کی دل شکنی نہ ہو۔

تکالیف میں خود بھی صبر کرو دوسروں کو بھی صبر کی تلقین کرو اور رابطہ  
اتحاد قائم کرو۔

ملت کے ساتھ رابطہ استوار رکھو

پیوستہ رہو شجر سے امید بہا رکھو

گفتار و رفتار میں سنجی اور بڑائی تکبر و غرور کو راہ نہ دو اور کبھی ازراہ  
فخر و کبر یہ نہ کہو کہ فلاں کام کل ہو جائے گا بلکہ یوں کہو کہ اگر خدا کو منظور  
ہوا تو ہو جائے گا۔ اسی طرح رفتار کے متعلق فرمایا:

وَلَا تَمْشِي فِي الْأَرْضِ مَرَحًا فَإِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْأَرْضَ  
وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُولًا

ترجمہ: زمین پر اکڑ کر مت چل کیونکہ اس طرح نہ تو تو زمین

کو پھاڑ ڈالے گا نہ پہاڑ کی بلندی تک پہنچ جائیگا۔

جو تمہیں السلام علیکم کہہ کر مخاطب کرے اس کو بلا تحقیق کہتے غیر مسلم نہ

سمجھو۔ نصیحت اوقات سے بھی منع فرمایا گیا جس بات کی دوسروں کو نصیحت

کرتے ہو اس پر خود بھی کار بند رہو تاکہ کوئی یہ نہ کہے خود را نصیحت دو پگال

را نصیحت۔

ان تمام امور کی غرض و غایت یہ بیان فرمائی کہ پیران دین فطرت

متحد اور متفق رہیں اور کوئی ایسی وجہ پیدا نہ ہو کہ نفاق و شقاق کا پہلو نکل

آئے چنانچہ فرمایا گیا۔

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا

ترجمہ: اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ رکھو اور فرقہ بانہی

نہ کرو۔

اتفاق اور اتحاد میں قوت طاقت اور برکت ہوتی ہے خواہ خاندان  
میں ہو یا قوم میں جہاں نا اتفاقی ہوگی وہاں اتحاد کا شیرازہ بکھر جائے گا  
دشمن کو نقصان پہنچانے کا موقع مل جائے گا وقار اور عزت مجروح ہو  
جائیگی ذلت و رسوائی کا سامنا کرنا پڑے گا۔ زندگی اجیرن ہو جائیگی  
حصول مقصد میں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑے گا۔

اسلامی تہذیب میں ننگے سر رہنا مایوس ہے اس لئے سر پر کوئی ٹوپی  
وغیرہ اوڑھنے کی عادت ڈالنی چاہیے۔ آپس میں نہایت تیسریں انداز  
میں گفتگو کرو تلخ کلامی سے اجتناب کرو۔

چند روزہ زندگی ہے نیک نامی کے لئے

یہ زباں سب کو ٹی ہے خوش کلامی کے لئے

ہر ضروری حاجت پیشاب و پاخانہ کے وقت سمیت کعبہ منہ  
یا پشت کر کے نہیں بیٹھنا چاہیے اگر غلطی سے کوئی بیٹھ گیا تو سمت معاوہم  
ہونے پر شمال یا جنوب کی طرف پھر جائے پاخانہ کے واسطے جائے  
ضروری میں داخل ہوتے وقت بائیں پاؤں اندر رکھے اور بعد فراغت  
باہر نکلتے وقت دایاں پاؤں باہر نکالے پاخانہ کے واسطے جائے  
ضروری میں بیٹھنے سے پہلے ننگا نہ ہونا چاہیے۔

پانی ہمیشہ بیچھ کر واسنے ہاتھ سے تین سالن میں پینا چاہیے ہاں  
وضو کا سچا ہوا پانی اور آبِ زمزم کھڑے ہو کر پینا چاہیے۔ جب کوئی  
شخص گھر پہنچے آئے تو اس کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آو اور ممکنہ

طور پر مدارات کرو بہیار مسلمان کی بہیار پرسی کے لئے جاؤ اسے تسلی  
و تشفی دواس کی صحت کے لئے خدا سے دعا کرو کسی مسلمان کی وفات  
پر اس کے جنازے میں شرکت کرو اگر کوئی تمہاری مجلس میں آئے  
تو کھڑے ہو کر اس کی تعظیم کرو۔ بشرطیکہ عمر یا مرتبہ میں بڑا ہو۔

اگر کوئی مسلمان دعوت دے تو جانا چاہیے مگر بن بلائے شرکت  
نہ کرے کہ یہ خفت کا باعث ہے بے اجازت صاحب خانہ کھانا شروع نہ  
کرے جب میزبان اجازت دے تو صرف اپنے سامنے رکھا ہوا کھانا  
تناول کیا جائے دوسرے کے سامنے سے کھانے کا کوئی حصہ اٹھا کر اپنے  
آگے نہ رکھے کھانے پینے کے معاملے میں ابتدا میں بسم اللہ پڑھنے کا خیال  
رکھا جائے کھانا پچی نگاہ کر کے کھایا جائے ادھر ادھر نہ دیکھا جائے  
کھانے کے دوران کوئی ایسی حرکت نہ کرے جو دوسرے کے لئے کراہت  
کا باعث ہو۔ مرد غیر عورتوں کا اور عورتیں غیر مردوں کا جھوٹا پانی نہ پییں  
بدن اور کپڑوں کو صاف ستھرا رکھنا چاہیے۔

جمعہ کے دن حجامت بنواتا اور غسل کرنا ثواب کا کام ہے سوتے  
وقت دائیں پہلو لیٹنا چاہیے سونے سے پہلے آنکھ میں سرمہ لگانا چاہیے  
جمائی لیتے وقت منہ سارا نہ کھولنا چاہیے اور نہ ہی آواز بلند کرنی چاہیے  
راستے میں پیدل اطمینان سے چلنا چاہیے۔ دوڑ کر چھپٹ کر اکڑ کر،  
اٹھلا کر اسینہ اہجار کر۔ گردن اٹھا کر اور اترا کر نہ چلنا چاہیے۔ بات  
کرنے سے پہلے سوچنا ضروری ہے کیونکہ زبان سے نکلا ہوا لفظ واپس  
نہیں ہوتا۔ بزرگوں کی عزت اور ان کی خدمت شرافت کی علامت  
ہے علم و ہنر سیکھنے میں کوشش کرنا عقلمندی کی نشانی ہے ہر اس شخص کا

جو تمہارے ساتھ بھلائی سے پیش آئے اور تمہاری بروقت امداد کرے  
شکر گزار ہونا چاہیے کیونکہ جو اپنے محسن کا شکر یہ ادا نہیں کرتا وہ اپنے  
خدا کا بھی شکر یہ ادا نہیں کرتا۔

## اخلاق اور محبت الہی

دین و دنیا کی سب سے بڑی نعمت محبت اور پیار ہے اور خاص کر  
وہ محبت و پیار جو خدا کو اپنے بندے کے ساتھ ہو یہ غیر فانی اور لازوال  
دولت جن ذریعوں سے انسان کو حاصل ہو سکتی ہے ان میں دیگر ضروریات  
دین کے بعد سب سے بڑا اور اہم ذریعہ حسن اخلاق ہے اللہ تعالیٰ کی محبت  
پر زور تو تورات و انجیل میں بھی دیا گیا ہے مگر اصل سوال یہ ہے کہ خدا کی  
محبت کے حصول کا طریقہ کیا ہے اور یہ دولت انسان کو کیسے حاصل ہو سکتی  
ہے اس کا جواب صرف قرآن نے دیا ہے اور وہ یہ کہ ہر کام اور ہر چیز میں  
داعی خیر کی پیروی محبت الہی کا ذریعہ ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔  
قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ  
ترجمہ: فرمادیکے اگر تم خدا سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی  
کو خدا تم سے محبت کرے گا۔

اس لئے حضور سرور کائنات کی تعلیمات ارشادات، احکام، اخلاق  
اور اعمال کی پیروی محبت الہی کا ذریعہ ہے لیکن قرآن نے اس مختصر حوالہ  
پر قناعت نہیں کی بلکہ ذرا تفصیل سے کام لیتے ہوئے بتایا کہ خدا کی محبت  
کے مستحق اور سزا دار کون کون ہیں اور اس دولت سے محروم کون ہیں اور  
اس سے اسلامی اصول اخلاق کا یہ مسئلہ سمجھ میں آجاتا ہے کہ ان کاموں میں

جو خدا کی محبت کا ذریعہ ہیں حسن خلق بھی ہے اور ان امور میں جن سے  
یہ نعمت چھین جاتی ہے بد اخلاقی اور بد کرداری بھی ہے۔

پہلی صف میں حب ذیل خوش قسمت انسانی جماعتیں داخل ہیں۔

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ۔ بیشک خدا اچھے کام کرنے والوں سے پیار کرتا ہے۔

وَاللَّهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِينَ۔ اور خدا ایمان والوں کو دوست رکھتا ہے۔

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ۔ بیشک خدا توبہ کرنے والوں کو پیار کرتا ہے۔

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ۔ بیشک خدا توکل کرنے والوں کو پیار کرتا ہے۔

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُصْطَفِينَ۔ بیشک خدا انصاف کرنے والوں کو پیار کرتا ہے۔

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ۔ بلاشبہ خدا تقویٰ اختیار کرنے والوں کو پیار کرتا ہے۔

وَاللَّهُ يُحِبُّ الصَّابِرِينَ۔ اور خدا صبر کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ۔ خدا پاک صاف رہنے والوں کو پیار کرتا ہے۔

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ۔ خدا ان کو پیار کرتا ہے جو اس کی راہ میں لڑتے ہیں۔

ان آیات میں نو باتیں ایسی بیان کی گئی ہیں جو محبت الہی کو اپنی طرف کھینچتی

ہے۔ ایمان، احسان، توبہ، توکل، انصاف، تقویٰ، صبر، پاکیزگی اور جہاد۔

حب ذیل صفات وہ ہے جو محبت الہی کے فیضان سے انسان کو محروم کر دیتی

ہیں۔

فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِينَ۔ پس بلاشبہ خدا کافروں سے محبت نہیں کرتا۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ۔ بیشک خدا حد سے بڑھنے والوں کو پیار نہیں کرتا۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخَالِفًا لِلَّذِينَ آمَنُوا۔ بیشک خدا ان کے اور شیخی مارنے والے کو پیار نہیں کرتا۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَانًا أَيْمًا۔ بیشک خدا خیانت کار اور گھبرگار سے محبت نہیں کرتا۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْخَائِنِينَ۔ بیشک خدا خیانت کرنے والوں کو پیار نہیں کرتا۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُورٍ۔ بلاشبہ خدا کسی خیانت کار یا شکرے کو پیار نہیں کرتا۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِينَ۔ بیشک خدا اترانے والوں کو پیار نہیں کرتا۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُسْذِبِينَ۔ بلاشبہ خدا فساد کرنے والوں سے محبت نہیں فرماتا۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ۔ بیشک خدا بے جا خرچ کرنے والوں کو پیار نہیں کرتا۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُتَكَبِّرِينَ۔ بلاشبہ خدا متکبروں سے محبت نہیں کرتا۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ۔ بیشک خدا ظالموں سے محبت نہیں کرتا۔

غرضیکہ کفر، بد گوئی، بدلہ لینے میں حد سے تجاوز، فخر غرور، شیخی، خیانت

نا شکری، فساد، اسراف، ظلم اور گناہ وہ بد اخلاقیات ہیں جو انسان کو محبت الہی کے سایہ سے دور کرتی ہیں اس تفصیل سے اندازہ ہو گا کہ اسلامی اخلاق کی ترکیب میں محبت الہی کا کتنا بڑا عنصر شامل ہے۔

## تعلیم اخلاق کے طریقے اور اسلوب

سرور کائنات کی بعثت تعلیم و تزکیہ کے لئے ہوئی یعنی لوگوں کو سکھانا اور بنانا اور نہ صرف سکھانا اور بنانا بلکہ عملاً بھی ان کو اچھی باتوں کا پابند اور بری باتوں سے روک کر راستہ و پیراستہ بنانا اسی لئے آپ کی خصوصیت یہ بتائی گئی ہے کہ

يُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ

ترجمہ: وہ رسول ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے

اور پاک و صاف فرماتا ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ اس معلم ربانی نے کن طریقوں سے اپنی اخلاقی

تعلیم کے فرض کو انجام دیا ہے ایک کامیاب معلم کے لئے پہلی شرط یہ ہے

کہ اس میں اپنے اپنے موقع پر سختی اور نرمی دونوں ہوں۔ حضور علیہ السلام کی تعلیم اخلاق کے طریقوں کا بنظر غور مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ آپ اپنی تعلیم میں سختی اور نرمی کے موقع و محل کو خوب پہانتے تھے اور اس پر عمل فرماتے تھے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ آپ نے کبھی اپنی ذات کے لئے بدلا نہیں لیا مگر کوئی شرعیّت کی حدود کو توڑے تو اس کو سزا دیتے تھے قریش کی ایک عورت چوری کے جرم میں پکڑی گئی بعض مسلمانوں نے سفارش کرنی چاہی تو آپ نے فرمایا تم سے پہلے کی تو میں اسی لئے تباہ ہوئیں کہ جب ان میں معمولی لوگ گناہ کرتے تھے تو ان کو سزا دیکھتی تھی اور جب بڑے لوگ گناہ کا ارتکاب کرتے تو ان کو چھوڑ دیا جاتا تھا۔

یہ تو سختی کی مثال ہے نرمی کی مثال یہ ہے کہ ایک دفعہ مسیّد نبوی میں ایک بدوی آیا اتفاق سے اس کو پیشاب کی حاجت ہوئی تو وہ وہیں بیٹھ گیا صحابہ اس کو مارنے کے ارادے سے دوڑے حضور نے منع فرمایا کہ تم سختی کے لئے نہیں نرمی کے لئے بھیجے گئے ہو بعد ازاں اس بدوی کو بلا کر فرمایا کہ یہ عبادت کی جگہ ہے یہ نجاست کے لئے موزوں نہیں یہ خدا کی یادگار اور تراکن پر پڑھنے کے لئے ہے پھر صحابہ سے فرمایا کہ اس پر پائی بہادور۔

اسی قسم کے اور واقعات کو سامنے رکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جہاں حدود الہی کی شکست کا خوف ہوتا تھا وہاں نرمی نہیں برتی جاتی تھی لیکن جہاں وسعت ہوتی تھی یا جہاں مستحبات اور اخلاقی فضائل و رزائل کا موقع ہوتا تھا آپ نرمی سے سمجھا دیتے تھے۔

انسانی فضائل و رزائل کی تعلیم کے بھی مختلف طریقے اختیار کئے گئے

کہیں کسی اخلاقی تعلیم کو حکم خداوندی بنا کر اچھی اچھی موثر تشبیہوں کے ذریعے  
کہیں اس کے اچھے برے نتائج کو کھول کر اس طرح بیان کیا جاتا کہ سننے والے  
متاثر ہو کر اس پر عمل کرنے کو فوراً تیار ہو جاتے چنانچہ قرآن نے اپنی تعلیم میں  
کہیں فرمان الہی کی صورت اختیار کی اور کہا۔

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ  
وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ  
تَذَكَّرُونَ ط

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ عدل اور احسان اور رشتہ دار  
کو دینے کا حکم کرتا ہے اور بے حیائی کی بات اور ناپسندیدہ  
بات اور سرکشی سے منع کرتا ہے تمہیں وہ نصیحت کرتا ہے تاکہ  
تم نصیحت پکڑو۔

یہاں خدا تعالیٰ نے ایک شہنشاہ مطلق کی حیثیت سے اپنے فرمان  
کو نافذ فرمایا اور حکم دیا ہے کہ یہ کام کرو اور ان سے بچو تمام انسانوں  
کا فرض ہے کہ وہ اس کے حکم کی پوری پوری تعمیل کریں۔ اس تعمیل میں بندوں  
کے چوں و چرا کی گنجائش نہیں۔

تعلیم کا دوسرا اسلوب یہ ہے کہ فضائل کو عمدہ تشبیہوں کے ساتھ اور  
زرائل کو بیخ مناظر اور قابل نفرت صورتوں میں اس طرح پیش کیا جائے  
کہ سننے والا بالبطح فضائل کی طرف مائل اور زرائل سے روگرداں ہو جائے  
مثلاً خدا کی راہ میں دینا ایک اخلاقی فضیلت ہے جس کی تصویر یوں کھینچی  
گئی کہ یہ نیکی ایک دانہ ہے زمین سے ہر دانہ ایک بال ہو کر اگتا ہے  
اور ہر بال میں سو دانے ہوتے ہیں اسی طرح نیکی کا ایک دانہ سینکڑوں



ربانی انعامات کا باعث ہوتا ہے۔

ریا اور نمائش کی نیکی بے نتیجہ ہوتی ہے نہ مخلوق پر اس کا کوئی اثر پڑتا ہے نہ خدا کے ہاں اس کا کوئی بدلہ ہے قرآن نے اس کو یوں ادا کیا کہ اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے کسان اپنا بیج ایسی چٹان پر چھینٹ دے جس پر ذرا مٹی پڑی ہو جہاں زور کی بارش ہوتی تو بیج اور مٹی سب بہہ گتے اور چٹان دھل کر صاف ہو گئی۔ اس بیج سے ایک دانہ بھی پیدا نہ ہوگا۔

یتیموں کے مال کھانے والوں کے پاس میں فرمایا کہ وہ اپنے پیٹ میں آگ بھرتے ہیں پیٹھ پیچھے برائی کرنے کی کراہت یوں ظاہر کی "یا کوئی اپنے مردہ بھائی کی لاش کا گوشت لڑچ لڑچ کر کھاتا ہے کسی کو کوئی چیز دیکر واپس لینا شرافت اور فیاضی کے خلاف ہے حضور علیہ السلام نے اس کی برائی کو یوں ظاہر فرمایا "جو دیکر واپس لیتا ہے وہ گویا تھے کر کے پھر چاٹتا ہے" اس سے زیادہ مکروہ تشبیہ اس بد اخلاقی کی اور کیا ہو سکتی ہے۔

قبیلہ اسلم کے ایک شخص نے ایک اخلاقی گناہ کا ارتکاب کیا اور بعد ازاں اس پر یہ اثر ہوا کہ اس نے خود عدالت نبوی میں پیش ہو کر شریعت کی حد اپنے اوپر جاری کرنے کی درخواست کی حضور نے تحقیقات کے بعد اس کے سنگسار کئے جانے کا حکم صادر فرمایا جب وہ سنگسار ہو چکا تو آپ نے ایک صاحب کو دوسرے سے یہ کہتے سنا کہ اس کو دیکھو کہ خدا نے اس کے گناہ پر پردہ ڈال دیا تھا لیکن اس نے اپنے آپ کو نہیں چھوڑا اور کتے کی طرح سنگسار کیا گیا حضور یہ سن کر خاموش رہے تھوڑی دور چلے تھے کہ ایک گدھے کی لاش پڑی ملی آپ نے فرمایا کہ فلاں صاحب کہاں ہیں انہوں نے جواب دیا کہ ہم یہ ہیں آپ نے فرمایا اترو اور اس گدھے کی لاش سے کچھ کھاؤ انہوں

نے عرض کی اے اللہ کے رسول اس کو کون کھاتے گا آپ نے فرمایا اچھی جو تم نے اپنے بھائی کے حق میں جو کچھ کہا وہ اس کو لاش کے کھانے سے زیادہ گھناؤنی بات ہے۔

غیبت کی برائی کو ذہن نشین کرنے کے لئے اس سے مؤثر طریقہ اور کیا ہو سکتا ہے۔

تعلیم کا تیسرا طریقہ یہ ہے کہ اچھے کاموں کے اچھے اور برے کاموں کے برے نتائج کھول کر بیان کر دیئے جائیں مثلاً شراب نوشی قمار بازی سے روکنا تھا تو اس کے برے نتیجوں کو قرآن میں وضاحت سے بیان کیا گیا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ  
وَالْأَزْكَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوا  
لَعَلَّكُمْ تَفْلِحُونَ. إِنَّهَا يَرِيْدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُوقِعَ  
بَيْنَكُمْ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ  
وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ فَهَلْ  
أَنْتُمْ مُنْتَهُونَ.

ترجمہ: اے ایمان والو! شراب اور جوا اور بت اور پانسے ناپاک ہی ہیں شیطان کا کام تو ان سے بچنے رہنا تا کہ تم فلاح پاؤ۔ شیطان یہی چاہتا ہے کہ تم میں بے راہ دشمنی ڈالے شراب اور جوتے میں اور تمہیں اللہ کی یاد اور نماز سے روکے تو کیا تم رک جاؤ گے۔

شراب اور جوتے کے برے نتائج یہ ہیں کہ ان کا خاتمہ اگر کھیلنے والوں کی باہمی دشمنی اور لڑائی پر بلکہ قتل اور خودکشی تک پہنچ جاتا ہے اور انسان

اس میں مبتلا ہو کر اپنے دین اور دنیا کے فرائض سے غافل اور بیکار ہو جاتا ہے  
نتیجہ جانی اور مالی بربادی ہوتا ہے۔

اسلام نے اخلاق کی تعلیم کا ایک اور طریقہ اختیار کیا ہے کہ وہ فضائل  
اخلاق کو الوہیت بلوکیت اور نبوت کے محاسن میں اور رذائل کو شیطان  
کے خصائص میں داخل کرتا ہے جس سے فضائل کے اختیار اور رذائل کے  
اجتناب کرنے کا شوق ہوتا ہے مثلاً عفو و درگزر کی تعلیم دی تو یوں فرمایا۔

إِنْ تَبَدُّوا خَيْرًا أَوْ نَخَوْهُ أَوْ نَفَوْا عَنْ سُوءٍ  
فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ عَفُورًا كَبِيرًا ط

ترجمہ: اگر تم بھلائی ظاہر کرو یا اس کو چھپاؤ یا کسی برائی کو معاف  
کر دو تو اللہ بڑا ہے معاف کرنے والا۔

قدرت کے باوجود عفو اللہ تعالیٰ کا خاص وصف ہے بندوں سے  
کہا جاتا ہے کہ تم بھی ایسا کرو و تَخَلَّقُوا بِأَخْلَاقِ اللَّهِ اپنے آپ کو صفات  
الہیہ کے رنگ میں رنگنے کی کوشش کرو۔

حدیث میں ہے کہ ایک صحابی نے پوچھا یا رسول اللہ اگر کوئی یہ چاہتا  
ہے کہ اس کے کپڑے اچھے سیقے کے ہوں اس کا جوڑنا اچھا ہو تو کیا بھی  
غور ہے فرمایا نہیں إِنَّ اللَّهَ جَمِيلٌ وَيُحِبُّ الْجَمَالَ واللہ جمال والا ہے  
اور جمال کو پسند کرتا ہے اس لئے بندوں کو بھی چاہیے کہ اپنے طور و طریق  
اور لباس میں سیقہ اور جمال کا لحاظ رکھیں۔

مسلمانوں کو عزم و استقلال اور بہادری کی تعلیم دینی تھی تو اس کو قرآن  
نے اس طرح کیا لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ  
لِلَّهِ رِضْوَانٌ مِّن دُونِ الْمُشْرِكِينَ اس لئے اللہ کے رسول میں پیروی کا اچھا نمونہ ہے۔

فضول خرچی بری صفت ہے مسلمانوں کو اس سے بچانا تھا تو اس کی برائی یوں  
بیان کی اِنَّ الْمُبْذِرِيْنَ كَاَنْفَا اِخْوَانِ الشَّيَاطِيْنَ رَبُّنَا نَسِيكَ فَضُولِ خَرْجِ شَيْطَانُوْنَ  
کے بھائی ہیں۔ اب کون ہے جو شیطانوں کا بھائی ہونا پسند کرے بیکار۔

جابر بن سلیم ایک صحابی دربار نبوت میں اپنی پہلی حاضری کا قصہ یوں بیان  
فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ مجلس میں ایک شخص بیٹھا ہے جو وہ کہتا ہے اس کو  
سب لوگ بجالاتے ہیں میں نے پوچھا کون ہے لوگوں نے کہا کہ یہ اللہ کے  
رسول ہیں پس کر میں نے دو دفعہ کہا اے اللہ کے رسول علیک السلام آپ  
چپ رہے پھر فرمایا علیک السلام نہ کہو وہ مردوں کا سلام ہے السلام علیک  
کہو میں نے کہا کیا آپ اللہ کے رسول ہیں فرمایا ہاں میں اللہ کا رسول ہوں۔  
اس اللہ کا جس کو تم تکلیف میں پکارتے ہو تو وہ اس تکلیف کو دور  
کر دیتا ہے اور جس سے خشک سالی میں مانگتے ہو تو وہ آگاہ دیتا ہے اور  
جب تم لقمہ ووق میدان میں ہوتے ہو اور تمہاری سواری گم ہو جاتی ہے تو تم  
اس خدا سے دعا کرتے ہو تو وہ تمہیں تمہاری سواری لوٹا دیتا ہے۔ میں  
مے عرض کی یا رسول اللہ مجھے کوئی نصیحت فرمائیے ارشاد ہوا کسی  
کو برا نہ کہو جابر نے بتاتے ہیں آپ کے ارشاد کا مجھ پر یہ اثر ہوا کہ میں  
نے کبھی کسی کو برا نہ کہا خواہ مالک ہو خواہ غلام حتیٰ کہ جانور تک کو بھی  
کبھی برا نہ کہا آپ نے پھر یہ نصیحت فرمائی کہ تم کسی چھوٹی ٹہنی  
کو بھی حقیر نہ جانو یعنی اس کو کتے جاؤ اور تم کو چاہیے کہ اپنے بھائی سے جب  
بات کرو تو تمہارا چہرہ کھلتا ہے یہ بھی نیکی ہے اور اپنا تہ بند آدمی پنڈلی  
تک اونچا رکھو اگر یہ نہیں تو ٹھٹھنے تک اونچا رکھو کیونکہ تہ بند کو بہت  
نیچے لٹکانا غرور کی نشانی ہے اور اللہ غرور کو پسند نہیں کرتا اور اگر تمہیں

کوئی گالی دے اور تمہارے اندر جو برائی وہ جانتا ہے اس پر تمہیں عار دلانے  
تو تم اس کی اس برائی سے جو تم جانتے ہو عار نہ دلاؤ کہ اس کا وبال اسی کی  
گردن پر ہو گا۔

ایک اور شخص نے عرض کی یا رسول اللہ مجھے کوئی نصیحت کیجئے ارشاد  
ہوا غصہ نہ کر اس نے کئی دفعہ اپنا سوال دہرایا آپ نے ہر مرتبہ یہی جواب  
ارشاد فرمایا کہ غصہ نہ کر اس سے معلوم ہوا کہ آپ ہر شخص کا علاج اس  
کے مرض کے مطابق فرماتے تھے۔ اس شخص میں غصہ ہی اتنا ہو گا کہ اس کے  
اس غصہ کی بنا پر بہت سی برائیاں سرزد ہوتی ہوں گی اس لئے آپ نے اس  
کے لئے اس علاج کو تجویز فرمایا کہ وہ غصہ کو ترک کر دے۔

ایک دفعہ آپ کے صحابی ابو ذر غفاری نے عرض کی یا رسول اللہ  
سب کاموں میں بہتر کام کونسا ہے فرمایا خدا پر ایمان رکھنا اور اس  
کی راہ میں جہاد کرنا پھر پوچھا کس غلام یا کنیز کو آزاد کرنا بہتر ہے فرمایا  
جس کی قیمت زیادہ ہو۔ اور جو اس کے مالک کی نظر میں زیادہ پسندیدہ ہو پھر  
دریافت کیا ان کاموں میں سے کوئی نہ کر سکوں فرمایا تو کسی بے کس کی مدد  
کر دیا کسی بد سلیقہ کا کام کر دو پوچھا اگر یہ بھی نہ بن پڑے فرمایا کہ شر سے  
لوگوں کو بچاؤ کہ یہ بھی صدقہ ہے جو تم اپنے آپ پر کر سکتے ہو۔

کبھی آپ یہ فرماتے کہ لوگوں سے سوال کرتے وہ جواب دینے کی طرف  
توجہ کرتے آپ ان کی اس توجہ کو مفید پا کر وہ جواب دیتے کہ ان کے دلوں  
میں اثر جاتا چنانچہ ایک دفعہ صحابہ سے آپ نے پوچھا کیا تم جانتے ہو کہ مفلس  
کون ہے لوگوں نے عرض کی ہم میں مفلس وہ ہے جس کے پاس نہ روپیہ ہو نہ  
سامان فرمایا میری امت میں مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن گونا

روزہ اور زکوٰۃ کی نیکیاں نیکر آتے گا لیکن اس نے کالی دی ہوگی اس پر نہت  
رکائی ہوگی اس کا مال کھایا ہوگا۔ اس کا خون بہایا ہوگا اس کو مارا ہوگا تو اس کی  
نیکیوں میں سے کچھ کچھ ان لوگوں کو دے دیا جائے گا اگر اس کی نیکیاں ختم ہو  
گئیں اور اس کے ذمے لوگوں کا کچھ باقی رہ گیا تو ان کی برائیاں اس کے نام  
لکھ دی جائیں گی پھر وہ جہنم میں ڈال دیا جائیگا۔

اس حدیث پر غور کیجئے کہ کیسے احسن پیرایے میں کالی گلویج، تہمت،  
پرایا مال کھانے، ناحق خون بہانے اور بے جا جسمانی اذیت دینے سے منع کیا گیا  
ہے ان اخلاقی برائیوں کا بھیا تک انجام یہ بتایا گیا کہ حشر کے دن نیکیاں اکا  
جائیں گی اور اس انجام پر غور کرے تو مذکورہ برائیوں سے اجتناب کے بغیر  
چارہ کار نظر نہیں آتا۔

اسی طرح ایک مرتبہ آپ نے دریافت کیا پہلوان کون ہے عرض  
کی گئی جو کسی کو کشتی میں بچھا دے نہ ہو یا پہلوان وہ نہیں جو کسی کو بچھا  
دے بلکہ پہلوان وہ ہے جو غصہ میں اپنے نفس کو قابو میں رکھے۔  
اس شخص کو جس کے بچے نہ جیتے ہوں صبر کی تلقین کرنی تھی تو دریافت فرمایا  
کہ تم بے اولاد کس کو کہتے ہو صحابہ نے کہا کہ جس کا بچہ نہ ہو نہ فرمایا بے اولاد  
وہ ہے جس نے اپنے سے پہلے کوئی اولاد آگے نہ بھیجی ہو اس طریقہ ادا نے  
کس خوبی سے یہ بات دل میں بٹھا دی کہ بے اولاد کی عثم کی چیز نہیں بلکہ  
اگر اس پر صبر کیا جائے تو قیامت میں درجہ کی بلندی کا سبب ہوگی۔

ایک دفعہ کچھ لوگ بیٹھے تھے کہ حضور سرور کائنات تشریف لائے  
اور فرمایا کیا میں تمہیں بتا دوں کہ تم میں سب سے اچھا کون ہے اور برا کون  
ہے حاضرین چپ رہے آپ نے دوسری بار یہی سوال کیا پھر تیسری بار

پوچھا ایک شخص نے کہا ہاں یا رسول اللہ شرابیئے ارشاد ہوا تم میں سب سے اچھا وہ ہے جس سے اچھالی کی امید کی جائے اور جس کی برائی سے لوگ امن میں رہیں اور تم میں سب سے بُرا وہ ہے جس سے کسی اچھالی کی امید نہ کی جائے اور جس کی برائی سے لوگ امن میں نہ ہوں۔

ایک دفعہ آپ نے شرابیا مجھ سے کون بتائیں سیکھ کر ان پر عمل کرتا ہے اور دوسروں کو سکھاتا ہے کہ وہ بھی ان پر عمل کریں ابوہریرہ نے کہا اے اللہ کے رسول میں اس پر آپ نے حضرت ابوہریرہ کا ہاتھ پکڑ لیا پھر پانچ باتیں گن کر بتائیں شرابیا گناہوں سے پرہیز کرو تو تم سب سے بڑے عبادت گزار بن جاؤ گے جو کچھ خدا نے دیا ہے اس پر راضی رہو تو سب سے بڑھ کر دولت مند ہو جاؤ گے اپنے پڑوسی کے ساتھ احسان کرو تو مومن بنو گے لوگوں کے لئے وہ چاہو جو اپنے لئے چاہتے ہو تو مسلمان بن جاؤ گے اور زیادہ نہ ہنسا کرو کہ زیادہ ہنسنے سے دل مروہ ہو جاتا ہے یعنی دل کی صلاحیت ختم ہو جاتی ہے ایک دفعہ شرابیا کون ہے جو دو جہڑوں اور دونوں پاؤں کے بیچ کی حفاظت کی ضمانت دیتا ہے میں اس کے لئے جنت کی ضمانت دیتا ہوں کون جانتا ہے کہ کتنے مسلمان اس کی ضمانت کے لئے اٹھے ہوں گے ان فقروں کی بلاغت پر غور کرو دونوں جہڑوں کے بیچ زبان ہے جو پرسم کی قومی برائیوں کی جہڑ ہے اور دونوں پاؤں کے بیچ ہیں انسان کی شرمگاہ ہے جو بدکاری کی جگہ ہے ان دو کی حفاظت کی جائے تو انسان کی برائیوں کے بڑے حصے کی اصلاح ہو جائے۔

کبھی کبھار خاص صاحبوں کو ان کی مناسب طبع دیکھ کر خاص طرز کی نصیحتیں فرماتے حضرت ابو ذر غفاری کو یا فطر تاتارک الدنیا تھے۔

بڑے ہی عابد اور زاہد تھے ان کے ذوقِ طبع کو دیکھ کر فرمایا کہ اے ابو ذر جہاں  
 رہو خدا سے ڈرتے رہو نہ رات کے پچھے نیکی کرو تو تم اس کو مٹا ڈالو گے۔ اور  
 لوگوں سے خوش خلقی سے ملا کرو۔

لوگ عام طور پر یہ سمجھتے ہیں کہ صدقہ صرف اللہ کی راہ میں روپیہ پیسہ  
 دینے کا نام ہے حضور علیہ السلام نے لوگوں کی اس تنگ خیالی کو دور کرنا تھا۔  
 فرمایا ابو ذر تمہارا اپنے بھائی سے ملتے وقت مسکرا نا بھی صدقہ ہے اچھی  
 بات کہنا اور بری بات سے روکنا بھی صدقہ ہے کسی بھولے ہوئے کو راہ  
 بتا دینا بھی صدقہ ہے۔

کبھی آپ مسلمانوں سے مختلف اخلاقی باتوں پر بیعت لیتے تھے چنانچہ  
 خود قرآن پاک میں ہے کہ جو عورتیں ایمان لانا چاہیں وہ بیعت میں  
 رسولؐ سے ان باتوں کا عہد کریں کہ وہ چوری نہ کرینگی۔ بدکاری نہ کریں گی  
 اپنی اولاد کو نہ مار ڈالیں گی بہتان نہ باندھیں گی اور کسی بھلے کام میں رسولؐ  
 کی نافرمانی نہ کریں گی۔

عبادہ بن صامت کہتے ہیں کہ آپ نے ہم سے ان باتوں پر بیعت لی  
 کہ ہم ہر حال میں رسولؐ کی پیروی کریں گے اور ہم ہر موقع پر اپنی زبان عدل و  
 انصاف کے ساتھ ٹھیک رکھیں گے اور خدا کے معاملہ میں کسی ملامت  
 کرنے والی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔

## اسلام میں خدا کا تصور

انسانی ذہن اور سیرت و کردار اور اس کے جذبات کے بننے میں جن عوامل  
 نے سب سے بڑا اور اہم پارٹ ادا کیا ان میں ایک تصورِ خدا ہے مختلف



اقوام اور مذاہب نے خدا کو جن جن صفات کے ساتھ پیش کیا ہے ان کے تصور نے ان کی ذہنی ساخت اور ان کی ہیئت کردار کو بنیادوں سے لیکر کنگروں تک کو متاثر کیا ہے ایک تصور خدا وہ ہے جس نے انسان کو ڈرپوک اور بزدل بنا دیا ہے دوسرا وہ ہے جس نے اسے ظلم اور سنگدل کے اوصاف دیئے ہیں تیسرا وہ تصور ہے جس نے اسے خود دار، جری انصاف پسند اور فرض شناس ہستی کے معیار پر رکھ رکھا ہے وہ بھی ایک تصور خدا ہی ہے جو انسان کو کش مکش حیات سے فرار کر کے پہاڑوں کی چوٹیوں جنگلوں اور ویرانوں میں جا ڈالتا ہے وہ بھی ایک تصور خدا ہی تھا جس نے اسے قید و بند، تیغ و نیز اور صلیب و دار کے رنگارنگ معرکوں میں محو کر دیا اللہ کی ہستی کا وہ بھی کوئی شعور تھا کہ جس کے تحت آدمی نے آگ، پانی، ہوا، بجلی، درخت، پتھر، گھوڑے اور گائے وغیرہ موجودات میں جہاں کہیں قوت و جبروت کا کوئی مظاہرہ دیکھا اس نے فوراً جذبات مرعوبیت کے ساتھ عبادت گزار کی کے لئے گھٹنے ٹیک دیئے۔ اور جہاں اس نے اپنے لئے کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ افادیت پائی وہ شکرانے کے سجدہ میں گر گیا اور دوسری طرف وہ بھی اللہ ہی کی ذات کا ایک شعور تھا کہ جس کے نشے میں آدمی سرشار ہو کر اٹھا اور اس نے خلیقہ اللہ بن کر موجودات اور عناصر کی زمام تسخیر ہاتھ میں لی ان سطور میں اجمالاً ہم اس تصور خدا پر گفتگو کرنا چاہتے ہیں جسے اسلام نے نوع انسانی کے سامنے پیش کیا ہے۔ اسلام خدا کو جن صفات کے ساتھ ہم سے متعارف کراتا ہے اس کا شعور ہمارے ذہن و کردار کو بنانے میں گہرا اثر رکھتا ہے ہم معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ یہ شعور انسانی فکر و عمل کو کن کن سانچوں میں ڈھالتا ہے اور کس رخ پر انہیں ارتقا دیتا ہے۔

بہت سے قدیم اور جدید معاشروں کا تصورِ خدا یہ رہا ہے کہ وہ اگرچہ  
 آخری اقتدار کا مالک ہے اور عظیم و برتر ہے لیکن اسے اپنے بندوں کی زندگی  
 اور اس کے مسائل سے براہ راست کوئی دلچسپی نہیں وہ تخلیق کا ایک کھیل رچائے  
 ہوئے ہے وہ تفریحاً عناصر کا ایک ہنگامہ برپا کئے ہوئے ہے وہ حوادث  
 کے شعبدے خود ہی دکھانے والا ہے اور خود ہی دیکھ دیکھ کر ان سے لذت  
 اندوز ہوتا ہے یہ موت، بیماری، قحط، زلزلے، سیلاب اور بجلیاں اس کی  
 قدرت کے کھیل تماشے ہیں جن کی پلٹ میں آ کر مخلوق غارت ہوتی رہتی  
 ہے لیکن وہ ان تباہ کاریوں کو پوری شان بے نیازی کے ساتھ جاری رکھے ہوئے  
 ہے۔ اس کی تقدیر کا دریا اپنے پہاؤ کی شان میں مگن ہمہ وقت موجزن ہے  
 نہ اس کی پرواہ کہ کون ڈوبتا ہے نہ اس کا انتہام کہ کون تیرتا ہے آج ادھر سے  
 کنارہ کٹ گیا اور ادھر زمین برآمد ہو گئی جدید دور کے فلسفے میں غوطہ  
 مار کر یہ تصور دوبارہ ابھرا تو اس کی نئی شکل یہ تھی کہ ایک مکمل حیرت کے اسلوب  
 سے ایک اندھی قوت ہے جو توڑ پھوڑ اور بناؤ اور بگاڑ کا یہ ہنگامہ چمائے  
 ہوئے ہے۔ قرآن کا تصورِ خدا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی پوری مخلوقات  
 اور خصوصاً انسانی زندگی کی فلاح و بہبود سے براہ راست دلچسپی رکھتا  
 ہے وہ موجودات کا صرف خالق ہی نہیں بلکہ ہادی بھی ہے۔

الَّذِي خَلَقَ فَسَوَّىٰ وَالَّذِي قَدَّرَ فَهَدَىٰ

ترجمہ: جس نے بنا کر ٹھیک کیا اور جس نے اندازہ پر رکھ کر راہ دی

یہ قوتیں اور صلاحیتیں دیکر مخلوق کو بے یار و مددگار نہیں چھوڑ دیتا

چنانچہ انسان کو جب حیاتِ ارضی کے لئے میدان میں اتارنا تو اطمینان دلا

دیا کہ تمہیں اندھیرے میں نہیں چھوڑا جا رہا تمہاری رہنمائی اور یاری کی جائیگی۔

فَاِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ مِنِّي هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدًى فَلَا  
خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ط

ترجمہ: پھر اگر تمہارے پاس میری طرف کوئی ہدایت آئے تو جو میری  
ہدایت کا پیرو ہو اسے نہ کوئی خوف نہ غم وہ انسانیت کو شیطان  
کے مقابلے میں اتارتا ہے اور اخلاقی شر کے حملوں کا سامنا کرنے  
کے لئے اکھاڑے میں بھیجتا ہے وہ گہری دلچسپی کے ساتھ اسے  
پوری طرح خبردار کرتا ہے کہ اے اولاد آدم تم ایک خطرناک دشمن  
کی زد میں ہو اس کے آگے تسلیم خم نہ کر دینا۔  
يَا بَنِي آدَمَ لَا تَعْبُدُوا الشَّيْطَانَ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ  
ترجمہ: اے بنی نوع انسان شیطان کی پوجا نہ کرو وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

پھر اس دشمن کی خطرناکیاں پوری تفصیل سے بیان کرنے کے لئے اس کا  
تاریخی چیلنج انسانیت کے سامنے رکھ دیا جاتا ہے کہ میں انسانیت کے کارواں  
کا رہزن بن کر صراطِ مستقیم کے ہر مرحلے پر بیٹھوں گا میں انسان پر آگے پیچھے  
دائیں بائیں سے پورس کر دوں گا چنانچہ قرآن کا خدا انسان کو اس علمبردارِ شر کے  
قتلوں کا مقابلہ کرنے کے لئے ایک ایک گھر سکھاتا ہے وہ انسان کو منزل  
مقصود تک پہنچانے کے لئے مسلسل کئی رسول مبعوث فرماتا ہے وہ خدا منزل  
سلامتی تک پہنچانے والے راستے کے سارے نشانات کو اجاگر کرتا ہے۔  
اور اس منزل کی طرف دعوت دیتا ہے۔ وَاللَّهُ يَدْعُكُمْ إِلَىٰ دَارِ السَّلَامِ  
اور اللہ تمہیں سلامتی کے گھر کی طرف بلاتا ہے۔

وہ زندگی بسر کرنے کے لئے بنیادی حقیقتوں کا پورا پورا علم فراہم  
کرتا ہے صابطے اور قانون بناتا ہے طریقے اور اسلوب مقرر کرتا ہے

ایمان کے تقاضے اور عمل صالح کے سامنے شعبے واضح کرتا ہے اور زندگی کا پورا پورا نظام نامہ مرتب کر کے سامنے رکھ دیتا ہے اور صراحت سے کہہ دیتا ہے کہ تمہارے خدا نے اسلام ہی کو زندگی بسر کرنے کا دین قرار دیا ہے اِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ و بیشک اللہ کے نزدیک دین اسلام ہی ہے اور جو کوئی دینِ حیات سے ہٹ کر کسی اور بیج پر زندگی بسر کرے گا وہ نامراد رہے گا۔ وَمَنْ يَتَّبِعْ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ ترجمہ: اور جو اسلام کے سوا کوئی اور دین چاہے گا، وہ دین قبول نہ کیا جائے گا۔

قرآن کا خدا اپنے بندوں کے روزمرہ انفرادی اور اجتماعی زندگی کے ایک ایک معاملہ سے اتنا گہرا اور قریبی واسطہ رکھتا ہے کہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر ٹوکتا ہے ایک شفیق آقا کی طرح قدم قدم پر ہدایات دیتا ہے اسے اس بات کا خیال بھی ہے کہ لوگوں میں تفرقہ بازی نہ ہونے پائے اور فوجش کا چرچانہ ہو کہیں عدل احسان اور ایتائے ذی القربیٰ کی نصیحت کرتا ہے کہیں نفاق بزدلی اور مفاد پرستی کے چکر سے نکلنے کا اہتمام کرتا ہے کہیں وہ مردوزن کو گھر کی پاکیزہ فضا کو قائم رکھنے کا سبق دیتا ہے کہیں رضاعت اور میراث کے معاملات میں ان کو پریشانیوں سے نکالتا ہے کہیں اعلیٰ مقاصد کیلئے تلوار اٹھانے کی دعوت دیتا ہے اور ہمت بندھاتا ہے کہیں جنگی کارروائیوں پر تبصرہ کر کے پورے تجزیے کے ساتھ ان کمزوریوں کی نشاندہی کرتا ہے جو قوت کو کمزور کرتی ہیں آداب مجلس سکھاتا ہے کہیں بیع و نسیا کا قانون متعین کرتا ہے کہیں جرائم کی روک تھام کے لئے حدود اور تعزیرات مقرر کرتا ہے اور کہیں جرائم کی روک تھام کے لئے صالح

ماحول کی تعمیر کرتا ہے ایک معاملہ کے دلائل فراہم کرتا ہے اور کہیں ٹسکوں شہادت کی گریں کھولتا ہے اور مخالفین کے اعتراضات کا جواب دیتا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی شفیق استاد ہے جو درس حیات دے رہا ہے کوئی ریلوٹ مشین ہے جو تمام معاملات میں مشورے دے رہا ہے کبھی محبت کے پیرائے میں اور کبھی محبت بھری ڈانٹ کے ساتھ انسانی فطرت جس معاملہ میں سائل بن کر اٹھتی ہے فوراً سوال کا جواب اس کے سامنے رکھ دیتا ہے جو مطالبہ نظام تمدن کے اندر پیدا ہوتا ہے اسے فوراً پورا کر دیتا ہے زندگی کے ہر شعبے کے ہر نقص کو پورا کرتا ہے۔

یہ ہے خدا جسے انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی سے پوری پوری دلچسپی اور لگاؤ ہے جسے ہمارے ہر نفع اور نقصان سے کوئی واسطہ ہے جو اپنی مخلوق کو بے یار و مددگار نہیں چھوڑتا ایسے خدا کو ماننے سے جو اعتماد و یقین اور پختہ شعور حاصل ہوتا ہے دوسرے مسخ شدہ تصورات میں سے کسی سے نہیں ملتا۔

ہمیں خدا کا یہ تصور نہیں دیا گیا کہ وہ حیات انسانی سے بے تعلق بیٹھا ہے اور اسے اس سے کوئی غرض نہیں کہ تاریخ میں حق اپنا علم اٹھاتا ہے یا باطل اپنا بگل بجاتا ہے بھلائی غالب آتی ہے یا برائی حکمران ہو جاتی ہے خیر کا سکھ چلتا ہے یا شر کی حکمرانی جاری ہوتی ہے بلکہ اسلام نے ہمیں ایک ایسے خدا کی ہستی کا شعور دیا ہے جو اپنے دستور و آئین کے تحت ایک طرف سے باطل کا باطل ہونا صراحت سے سامنے لاتا ہے اور ان دو مقابل قوتوں کو چھانٹ کر انک کر دیتا ہے اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ اپنے کلام اپنی آیات اور اپنے فرامین کے ذریعے باطل کے ہر نقش کو محو کر دے۔

وہ تقاضا کرتا ہے کہ عبودیت کی حدوں سے گزر جانے والوں نے جو نظام اور ماحول استوار کر رکھا ہے اس کی ہرگز اطاعت نہ کروا کر تباہ ہوتا ہے۔

لَا تُطِيعُوا أَمْرًا مُسْرِفِينَ الَّذِينَ يُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ وَ  
لَا يُصْلِحُونَ ۝

ترجمہ:۔ حد سے تجاوز کرنے والوں کا کہنا نہ مانو۔ وہ جو زمین میں فساد کرتے ہیں اور اصلاح نہیں کرتے۔

قرآن کا خدا چاہتا ہے کہ آدمی نظام حیات کے ایک ایک گوشہ میں معروف و منکر کو چھانٹ چھانٹ کر الگ کر دے پھر نہ صرف معروف کو معروف اور منکر کو منکر کہے بلکہ معروف کو برپا کرنے کی کوشش کرے اور منکر کے سدباب کے لئے محنت سے کام لے۔

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ  
وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۝

ترجمہ:۔ تم بہتر ہو سب امتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں۔

بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو۔

قرآن واضح کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام انبیاء و رسل کی طرح اپنے آخری رسول کو اسی مقصد کے لئے بھیجا ہے کہ وہ اللہ کے دین کی حکومت قائم کرے اور اس کو فرمان روظاقت بنا دے۔

لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ ۝ ترجمہ:۔ تاکہ وہ دین اسلام تمام ادیان پر غالب آجائے۔

یہ تصور خدا آدمی کو نہ تو "بامسلمان اللہ اللہ" یا "ہمن رام رام" کا درس

دیتا ہے نہ اسے چلو تم ادھر کو ہوا ہو جدھر کی "کامسک سکھاتا ہے یہ ایسی  
 کینہ و عنیت نہیں پیدا کرتا کہ آدمی قوت و شوکت کو جدھر منتقل ہوتا دیکھے  
 اپنا قبلہ ادھر ہی بدل لے جس کے ہاتھ میں کوڑا دیکھے اس کے سامنے تسلیم خم  
 کر دے جس نظریے کے حق میں زیادہ ہجوم افراد کو سرگرم عمل دیکھے اسی پر ایمان لے  
 آئے ذرا ذرا سی رکاوٹیں اس کی سمت سفر کو بدل دیں اور واقعات و سولڈ  
 کے معمولی آثار چرچا و اس کے زویر نگاہ میں انقلاب لے آئیں بلکہ اس تصور  
 خدا سے ایک با اصول شخصیت نمودار ہوتی ہے ایک مضبوط ضمیر پیدا ہوتا ہے  
 ایک سپاہیانہ جذبہ پیدا ہوتا ہے آدمی اپنے ایمان کے لئے چوٹوں پر چوٹیں کھاتا  
 ہے اور اُف نہیں کرتا اسے زخم پر زخم لگتے ہیں لیکن قدم بچھے نہیں ہٹاتا۔  
 موجوں کے تھپیرے اس کے رخ کو تبدیل نہیں کر پاتے آندھیاں اور جھکڑ  
 چلتے ہیں لیکن ایمان کا چراغ بدستور ٹمٹماتا رہتا ہے۔

جو خدا اس طرح ایک اصول و مقصد کے لئے کش مکش کرنے والی ایک  
 طاقت کو نوع انسانی میں سے کھڑا کر کے اسے معرکہ ہائے خیر و شر میں اتارتا  
 ہے پھر وہ جنگاہ تارخ میں اپنے سپاہیوں کو چھوڑ کر ان سے بے خبر نہیں ہو  
 بیٹھتا وہ حالات کے اتار چڑھاؤ پر نظر رکھتا ہے اور ایک ایک سپاہی  
 سے اس کا تعلق قائم رہتا ہے وہ سب کچھ دیکھتا سنتا اور جانتا ہے کوئی  
 آڑ نہیں جو بیچ میں حائل ہو کوئی مخالفت نہیں جس کا وہ شکار ہو سکے  
 کسی کوتاہی علم کا اندیشہ نہیں اسے دلوں کے راز اور ارادے اور  
 نیتیں اور ضمیر کے چھپے گوشے تک معلوم رہتے ہیں اور ماضی حال اور  
 مستقبل کو یکساں جانتا ہے اسے ہر معرکہ کی ابتدا اور انتہا کا علم  
 ہے۔

اس کا کوئی اندیشہ نہیں کہ وہ کام کرتے کرتے اور معاملات کو دیکھتے دیکھتے کچھ وقفوں کے بعد ٹھکن میں مبتلا ہو کر غافل ہو جائیگا اس کا بھی کوئی امکان نہیں کہ مسلسل توجہ کے دوران اس پر کبھی اونگھ طاری ہو جائے گی۔  
لَا تَأْخُذُكَ سِنَةٌ وَلَا نَوْمٌ اِسے اونگھ اور بیند نہیں آتی۔

یہ تصور ایک جیتے جاگتے خدا کا تصور ہے جس کی قوتیں تحلیل نہیں ہوتیں جس پر ضعف طاری نہیں ہوتا جس کے خلق و امر کے تسلسل میں کوئی انقطاع واقع نہیں ہوتا جسے کام کا بوجھ دوسروں پر بانٹنے کی کوئی مجبوری پیش نہیں آتی۔ ایسے خدا پر ایمان رکھنے والے جب معرکوں میں مصروف ہوتے ہیں تو جس فرمان روا کا علم لیکر وہ آگے بڑھتے ہیں اس کے بارے میں وہ پورا پورا بھروسہ رکھتے ہیں کہ یہاں جو کچھ پیش آ رہا ہے وہاں پل پل کی خبر ہے جو یہاں زخم لگتا ہے اس کی ٹھیس عرش تک پہنچتی ہے یہاں خون پسینے کا جو قطرہ گرتا ہے اس کا وہاں باقاعدہ حساب رکھا جاتا ہے یہاں دشمنوں کے جن زرعوں سے سابقہ پڑتا ہے اسے ان سے پوری آگہی ہے سب کے ماروں پر جو لمحہ کرب بھی گزرتا ہے وہ اس کی پوری کیفیت کا علم رکھتا ہے۔

اتنا ہی نہیں کہ خدا ان تمام حالات کا علم رکھتا ہے جس سے اس کے سپاہی دوچار ہوتے ہیں بلکہ اسلام کا دیا ہوا تصور خدا پر بناتا ہے۔ کہ درحقیقت تمام حوادث کی زمام اس کے اپنے ہاتھ میں رہتی ہے وہ ایک فرمان روا طاقت ہے وہ صاحب اختیار رہتی ہے وہ فعال ذات ہے اس نے سلطنت کائنات کا پورا نظام اپنے ہاتھ میں رکھا ہے معاملات کو حل کرنے والی آخری قوت وہی ہے وہی زمین و آسمان کی سلطنت کے چھپے اسرار کو جاننے والا ہے لہذا امور سلطنت کا مرجع بھی وہی ہے۔



وَلِلَّهِ غَيْبُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَإِلَيْهِ يُرْجَعُ الْأُمُورُ كُلُّهَا

ترجمہ: اور اللہ ہی کے لئے ہے زمین اور آسمانوں کا غیب اور ہر امر کا رجوع اسی کی طرف ہے۔

زمین و آسمان کی ساری طاقتوں سائے خزانوں کا حقیقی مالک وہی ہے لہٰذا مَقَالِيدُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ اسی کے لئے ہیں زمین و آسمان کی کنجیاں اسی اختیار کلی کے ساتھ گردش ایام کا نظام قائم کئے ہوئے ہے۔

تِلْكَ الْأَيَّامُ نُدَّوْا لَهَا بَيْنَ النَّاسِ

ترجمہ: یہ دن ہیں جن کو ہم لوگوں کے درمیان پھیرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی مشیت کے فیصلے ہیں کبھی جنگاہ جہات میں فاتحین کو پٹوا کر قیدیوں کے کیمپوں میں ڈلوا دیا جاتا ہے اور کبھی شکست خور وہ لشکروں کو آگے بڑھا کر فتح سے ہمکنار کر دیا جاتا ہے کسی سے سلطنت چھین لی جاتی ہے اور کسی کو تخت پر بٹھا دیا جاتا ہے۔

تُوْتِي الْمَلِكَ مِنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمَلِكَ مِنْ تَشَاءُ

ترجمہ: تو جس کو چاہتا ہے ملک عطا فرماتا ہے اور جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے۔

کسی کے سر پر عزت کا تاج رکھا جاتا ہے اور کسی کو قعرِ مذلت میں ڈال دیا جاتا ہے۔

وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُزِيلُ مَنْ تَشَاءُ

ترجمہ: اور جس کو چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ذلیل کر دیتا ہے۔

کبھی کالی رات صبح صادق کو جنم دیکر ایک نیا دور جہات لے آتی ہے

اور کبھی روز روشن کے اندر سے ظلمت شب کا سیلاب اُٹھاتا ہے۔

تَوَجَّحُ اللَّيْلُ فِي النَّهَارِ وَتَوَجَّحُ النَّهَارُ فِي اللَّيْلِ۔

ترجمہ: راتوں کا حصہ رات میں ڈال دیتا ہے اور رات کا حصہ دن میں ڈال دیتا ہے۔

کہیں یہ دیکھتے ہیں کہ مرد و معاشرہ میں سے زندگی کی ہما ہمیوں کے نئے چشمے اُبلنے لگتے ہیں اور کبھی یہ منظر سامنے آتا ہے کہ تمدن کی موجیں زندگی کے لاشے اٹھا اٹھا کر ساحل پر پھینکتی ہیں۔

وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ

ترجمہ: اور تو مردہ سے زندہ نکالتا ہے اور زندہ مردہ نکالتا ہے۔

ظاہر کی آنکھ جب تغیرات کے بڑے بڑے واقعات دیکھتی ہے تو

بندے کا چھوٹا سا دل دھک دھک کرنے لگتا ہے اس کے اوسانِ خطا

ہو جاتے ہیں وہ اپنی کوتاہ نظری کی وجہ سے ایسا محسوس کرتا ہے کہ بس اب

تمام راستے بند ہو گئے لیکن اگر اس پر یہ منکشف ہو جائے کہ ان سارے جھگڑوں

آندھیوں بگولوں اور سیلابوں کے پیچھے خدا کا دستِ قدرت متحرک ہے

تو وہ ایک لمحہ بھی مضطرب یا یوس اور ہیبت زدہ نہ ہو۔ خدا کے سامنے

کامِ حکمت پر مبنی ہیں اس کا یہ قانون تغیر و حدوث اپنا عمل نہ کرتا تو یہاں

ایک بار جو طاقت آگے آجاتی وہ ہمیشہ کے لئے تسلط جالیقی اللہ نے ہماری

حیاتِ مدنی کا نظام ایسے اصولوں کے تابع رکھا ہے کہ صاحبِ سطوت و

شوکت ہستیاں بڑے بڑے محلِ کھڑے کرتی ہیں جب وہ محلِ آسمان سے باتیں

کرنے لگتے ہیں تو کوئی زلزلہ ان کو معاً پیوندے خاک کر دیتا ہے بڑی بڑی

سلطنتیں قائم ہوتی ہیں اور جب تغیر کے قانون کا فیصلہ نافذ ہوتا ہے تو ان کے پرچھے اڑ جاتے ہیں بڑے بڑے ظالم جابر اور ظاہر سولین، چنگیز خان، ہلاکو اور ججاج بن یوسف کاروپ دھار کرا بھرے لیکن حادثات کی وجہ امر الہی کی تلوار بن کر نمودار ہوتی تو کوئی اس کے سامنے ٹھہرنے سکا خدا کے فرشتوں کا لائقہ اولش گرفتہ گروں کی سرکوبی کے لئے ہر وقت چاک و چوبند حکم کا منتظر کھڑا ہے اس نے اس امر کا پورا پورا انتہام کیا ہے کہ ظلم و تعدی کی طاقتوں کو وقتاً فوقتاً باہم لڑا کر ایک دوسرے کے ہاتھوں ختم ہر ادے ورنہ تمدنی صورت حالاً زندگی بسر کرنے کے قابل نہیں رہ سکتی۔

وَكُلًّا دَفَعَ اللَّهُ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَفَسَدَتِ  
الْأَرْضُ

ترجمہ: اور اگر اللہ بعض لوگوں کو بعض سے دفع نہ کرے تو  
زمین میں فساد برپا ہو جائے۔

حیاتِ ارضی کو بگاڑ دینے والی طاقتوں کو اگر ایک دوسرے سے  
پٹوانے کا بندوبست نہ ہوتا تو عبادت گاہیں منہدم ہو جاتیں علمی مراکز ویران  
ہو جاتے منڈیاں اُجڑ جاتیں اور یہاں کچھ نہ ہوتا جن پر زندگی کا لفظ بولا جاتا۔  
یہ تغیرات و حوادث کا ہی فیضان ہے کہ خدا کے بندوں کے لئے کام کرنے کے  
دروازے مختلف سمتوں میں بار بار کھلتے رہتے ہیں اور وہ جاوہِ حق پر قدم آگے  
بڑھاتے چلے جاتے ہیں۔

خدا کا جو تصور قرآن نے دیا ہے وہ یہ بتاتا ہے کہ وہ بندوں کے  
کام کرنے کے لئے اپنے فرشتوں کے ذریعے ہر معاملہ میں امر فرما رہا ہے  
کہیں اس کے کارندے کسی مسکین کی کشی کو بیگار سے بچانے کے لئے اس میں

چھید کر رہے ہیں کہیں وہ تہیم سچوں کے مال کی حفاظت کے لئے دیواریں  
کھڑی کر دیتے ہیں اور کہیں وہ بوڑھے والدین کو بہت بڑی مصیبتوں اور  
ذلتوں سے بچانے کے لئے ان کے بچے کو موت کی گھاٹ اتارتے نظر آتے ہیں  
بظاہر یہ کام حیرت انگیز نظر آئیں گے لیکن خدا کا صحیح تصور اگر موجود ہو گا تو  
وہ ان کو تسلی دے گا کہ ان حوادث کے پیچھے تمہاری فلاح و بہبود کا فرما ہے۔  
اسی طرح انسان کی اجتماعی زندگی میں جو بڑے بڑے ہولناک طوفان اٹھ کھڑے  
ہوتے ہیں مہوت کر دینے والے واقعات اچانک رونما ہو جاتے ہیں  
یہ ایک خطرات رونما ہو جاتے ہیں امن غارت ہو جاتا ہے جانوں سے امان  
اٹھ جاتی ہے شہری آلودیاں ختم ہو جاتی ہیں بنیادی حقوق کا گلا گھٹاتا ہے  
زیانوں پر مہر لگ جاتی ہیں قلوب پر پیرے پیٹھے جاتے ہیں۔ کام کے  
راستے بند نظر آتے ہیں۔ بظاہر گھٹن اور تنگی محسوس ہونے لگتی ہے۔ لیکن  
درحقیقت یہ سب پابندیاں کسی بڑی خیر کا پیش چھٹی ہوتی ہیں گردش روزگار عجیب  
و غریب تبدیلیاں لاتا ہے کبھی تاریکی ہے کبھی روشنی ہے کبھی فصل بہا رہے  
کبھی خزاں کا دور ہے کہیں جون کی تمارت آفتاب ہے تو کہیں ساون کی برسات۔  
جس خدا کی یہ نشان ہے کہ کسی حالت کو دوام نہ حاصل کرنے دے بلکہ بار  
بار پانسے پلٹتا رہے اور بڑی بڑی حکمتوں اور مصلحتوں کے تحت پلٹتا رہے  
اس پر ایمان لانے والوں کے دل کسی ناسازگار ترین حالت میں بھی نہیں بیٹھتے  
کیونکہ وہ جانتے ہیں جہاں آج عایشان محل اور ایوان نظر آ رہے ہیں وہاں کل  
قبرستان نظر آتے گا آج جس شے کو تخت کا نام دیا جاسکتا ہے ہو سکتا ہے  
اسے ہی کل تختے میں تبدیل کر دیا جائے۔ آج جن آستانوں پر مرعوبیت کے سجدے  
ہوتے ہیں کل ان کو دنیا سخارت کی نگاہ سے دیکھے گی۔

پھر قرآن کا خدا اتنا عظیم اتنا متعال اتنا کبیر تو ہی اور قابہ و جابر ہے اسے  
ماننے سے بڑی بڑی سلطنتیں اس کی مطیع ہو جاتی ہیں اس خدا کو ماننے سے  
نظر اتنی وسیع اور دماغ اتنا بلند ہو جاتا ہے کہ فراعنہ وقت اس نظام مشیت  
کے اندر مور و مگس سے زیادہ اہم نظر نہیں آتے۔ وقت کے نمرود اور شدا و اس کی  
نظر میں ایک حقیر سی مخلوق نظر آتے ہیں۔

آدمی جب اپنے سامنے اونچی اونچی عمارتیں دیکھتا ہے درباروں کی شان  
و شوکت دیکھتا ہے جب دھن دولت کی چھنا چھن سنتا ہے جب وہ زرق برق  
لباسوں کو دیکھتا ہے جب وہ بادہ و جام اور عیش عشرت کی محافل پر نگاہ ڈالتا  
ہے اس کے سامنے جب کاریں دوڑتی ہیں جہاز اڑتے ہیں پھر جب پولیس کے  
دستوں اور فوج کی چھاؤنیوں کا جائزہ لیتا ہے پھر جب قانون کی زنجیروں  
کی آواز سنتا ہے اور جب وہ اپنے سامنے اختیار کی تلواریں بے نیام ہوتے  
دیکھتا ہے تو اس کا چھوٹا سادل مرعوبیت اور ہیبت کے مانے سکر جاتا ہے اور  
وہ خیال کرتا ہے کہ اس شان و شوکت سے جو لوگ نوازے گئے ہیں ان کے سامنے  
دم مارنا اس کے بس کی بات نہیں یہ تو بس اٹل طاقتیں ہیں لیکن قرآن جس خدا  
پر ایمان لانے کی دعوت دیتا ہے اسے مانتے ہی وہی چھوٹا سادل پھیل کر  
پورے آفاق پر چھا جاتا ہے بلکہ کئی آفاق اس میں گم ہو جاتے ہیں چنانچہ  
عارف محی الدین فرماتے ہیں اگر عرش عظیم اور جو کچھ اس کے اندر ہے یعنی  
سارے آسمان اور زمین بمعہ ان تمام مخلوق کے جو آسمانوں اور زمینوں میں ہے  
اس کا دس کروڑ گنا عارف کے دل کے گوشوں میں سے ایک گوشے میں دکھلایا  
جائے تو اسے اس کی عظمت ذرہ بھر محسوس نہ ہوگی اور مومن کے دل میں تشکی کیسے  
محسوس ہو سکتی ہے جس میں قدیم ذات واجب الوجود اللہ رب العزت کی

گنجائش ہو۔

اسلام کا خدا کہتا ہے کہ یہ سائے ٹھاٹھ اور جاہ و تمجیل کوئی دم کا کھیل ہے  
 قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيلٌ کہہ دو کہ دنیا کا مال قلیل ہے۔  
 مال و اولاد کی کثرت اور شکروں کی قوت کے منظر ہرے قانون الہی  
 کے سامنے کوئی رکاوٹ نہیں پیدا کر سکتے۔

لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ أَمْوَالُهُمْ وَأَوْلَادُهُمْ شَيْئاً

ان کے مال اور ان کی اولاد ان کے کسی کام نہ آئے گی۔

وَلَنْ تُغْنِيَ عَنْكُمْ فِئَتِكُمْ شَيْئاً وَكُثْرَتُ

اور تمہارا جتھا تمہیں کام نہ دے گا چاہے کتنا ہی زیادہ ہو۔

خدا کی صفات کا یہ شعور اور اس کی عظمت و قدرت کا یہ اسلامی  
 تصور ہے جو عرب کے بادشاہوں کو اتنا جبری بنا دیتا ہے کہ وہ بے تکلفی سے  
 دربار ایران کے قالینوں کو پامال کرتے ہوئے ایک جابر بادشاہ کی طرف  
 آنکھوں میں آنکھیں ڈالے بڑھتے ہیں اور کسی دکھاوے سے مرعوب نہیں ہوتے  
 یہی تصور ہے جو امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ، امام احمد بن حنبل امام ابو حنیفہ  
 اور حضرت مجدد الف ثانی رحمہم اللہ تعالیٰ کو ظلم کے سامنے کلمہ حق کہنے کے  
 لئے کھڑا کر دیتا ہے۔

قرآن یہ بھی واضح کرتا ہے کہ خدا محنت کرنے والوں کی محنت کا قدر

تساں ہے وہ ہر سپاہی کی کارگزاری اور ہر مزدور کی جانفشانی کو جانتا ہے اور  
 ان کا پورا پورا قدر دان ہے وہ صرف قدر دان ہی نہیں بلکہ کارکنی دیتا ہے  
 کہ کسی کی محنت کمائی اور کیا کرایا کارت نہیں جائے گا۔ اِنَّا لَا نُضِيعُ اَجْرًا  
 لِمَصْلُحِينَ۔ ہم اصلاح کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتے۔

وَلَا تُضَيِّعْ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ۔ اور ہم احسان کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتے  
 ایک قدر شناس انعام دینے والے اور حق الن خدمت کو محفوظ رکھنے والے  
 خدا کا تصور انسان سے مشکل سے مشکل کام کروا دیتا ہے انسان آروں کے نیچے  
 چرتا ہے پھانسی کے تختوں پر کھڑا ہوتا ہے اپنی پیٹھ پر کوڑوں کی ضربیں برداشت  
 کرتا ہے اور اپنی زندگی کو داؤ پر لگا دیتا ہے لیکن ایمان، اصول اور مقصد  
 کو ہاتھ سے نہیں دیتا۔

قرآن کا خدا اس سے بھی آگے بڑھ کر اپنے بندوں کا رفیق و مساز و ملی کار ساز  
 اور حامی و ناصر بھی ہے وہ رفیق اور پار و مددگار ہے وہ ہر وقت اپنے  
 بندوں کے ساتھ ہے۔ وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ اور وہ تمہارے  
 ساتھ ہے جہاں بھی تم ہو۔ وہ ایسا ساتھی ہے جو کٹھن گھڑیوں میں ہمت بندھانے  
 کے لئے دل کے اندر سے پکارتا ہے۔ ڈھیلے نہ پڑو۔ ہراساں نہ ہو۔  
 ملول نہ ہو تم ہی غالب رہو گے۔

لَا تَجِنُّوْا وَلَا تَحْزَنُوْا اِنَّكُمْ اَلَا عُمَّلُوْنَ۔

کاہلی نہ کرو اور غم نہ کرو اور تم ہی غالب رہو گے۔

وہ دکھی دلوں کو اطمینان دلاتا ہے کہ جب تم ناسازگار حالات سے  
 دوچار ہو جاؤ اور درد و کرب کی گھٹائیں تم پر چھا جائیں تو مجھے پکارو میں  
 تمام تکالیف کو دور کرنے کے لئے اپنی رحمت کے دریچے کھول دوں گا۔  
 یہ خدا جو اپنے بندوں کی حوصلہ افزائی کرتا ہے جو اپنی نصرت و تائید  
 کا یقین دلاتا ہے اس کا تصور اتنی بڑی طاقت ہے کہ انسانی زندگی کو مالا  
 مال کر دیتا ہے اس طاقت کے بل بوتے پر انسان تاریخ میں وہ کارہائے نمایاں  
 سرانجام دیتا ہے جن کے نقوش اٹھتے ہیں ایسے خدا کا ماننے والا کسی

حالت میں بھی مایوس نہیں ہو سکتا۔

## امام ابو حنیفہ کا ایک دہریے سے مناظرہ

ایک مرتبہ امام اعظم کا ایک دہریے سے مناظرہ قرار پایا مگر آپ وقت متعینہ پر تشریف نہ لائے اس پر دہریے نے اعتراض کیا کہ آپ وقت پر نہیں آئے آپ نے وعدہ خدائی کی ہے آپ نے فرمایا میں نے دریا کے کنارے ایک عجیب و غریب واقعہ دیکھا ہے جس کی محویت نے وقت مقررہ کا خیال تک نہ آنے دیا دہریے نے پوچھا وہ کونسا واقعہ تھا آپ نے فرمایا میں نے دریا کے کنارے بہت سے لکڑی کے تختے ادھر ادھر بکھرے ہوئے دیکھے لیکن میری حیرت کی انتہا نہ رہی جب کہ وہ تختے خود بخود ادھر ادھر سے دوڑ کر جڑنے لگے اور ٹھوڑی دیر میں نہایت صحیح مقامات پر خود کیلیں جڑ گئیں چند منٹوں میں ایک نہایت شاندار کشتی تیار ہو گئی بعد ازاں وہ خود بخود پھسل کر دریا میں چلی گئی اور تیرنے لگی اس پر ملحد نے زور سے قہقہہ لگایا امام صاحب نے سننے کی وجہ دریافت فرمائی دہریے نے کہا حضرت عقل کی بات کریں کہیں آج تک ایسا ہونے بھی دیکھا ہے کہ ایک مخصوص ترکیب و ترتیب کی کشتی خود بخود بن کر تیار ہو جائے اور پھر خود بخود کھسک کر دریا میں تیرنے لگے۔

آپ نے فرمایا صاحب جب ایک چھوٹی سی کشتی بغیر کسی صالح کے تیار نہیں ہو سکتی تو پھر تم ہی بتاؤ کہ یہ زمین و آسمان پر عظیم الشان سیاروں اور ستاروں کی کشتیاں خود بخود بن کر کیسے تیار ہوتی ہیں آپ کے اس افسانہ پر دہریے کے دل کی دنیا بدل گئی اس کے دل پر حقیقت اسلام کا ایسا اثر ہوا



کہ اپنے فاسد عقائد سے تائب ہو کر حلقہ بگوش اسلام ہو گیا۔

## امام شافعی کا دہریوں کو جواب

ایک دفعہ چند دہریے حضرت امام شافعی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے خدا کی ہستی پر دلیل مانگی آپ اس وقت ایک ٹوت کے درخت کے نیچے طلباً کو درس دے رہے تھے ایک ٹوت کے پتے کو لے کر آپ نے فرمایا یہ مختصر بیۃ خدا تعالیٰ کی ہستی پر ایک زبردست اور بین دلیل ہے انھوں نے عرض کی کہ یہ کیسے؟

آپ نے جواب دیا کہ ٹوت کے سارے پتوں کا رنگ بومرا اور طبیعت یکساں ہوتی ہے لیکن اس کے باوجود جب اس سے رشیم نکلتا ہے اور جب اسے شہد کی مکھی کھاتی ہے تو شہد تیار ہوتا ہے۔ جب اسے بکری کھاتی ہے تو مینگنیاں بن جاتی ہیں اور جب اسے بہرن کھاتا ہے تو اس کے نافہ سے مشک پیدا ہوتا ہے اب تم ہی بتاؤ کہ باوجود طبیعت واحدہ کے یہ اختلافات کیسے پیدا ہو گئے معلوم ہوا کہ ان کے پیچھے ایک غیر مرنی قوت قابضہ کام کر رہی ہے اسی قوت کے مالک کو ہم خدا تعالیٰ کہتے ہیں اس کلمہ حق نے ان کے قلوب میں انقلاب پیدا کر دیا اور وہ سب آپ کے دستِ حق پرست پر ایمان کی دولت سے مشرف ہوئے۔

## خدا کے وجود کے عقلی دلائل

بعض لوگ خدا کی ہستی کے قائل نہیں ان کا کہنا ہے کہ یہ سارا کارخانہ محض ایک اتفاقی حادثے کے طور پر وجود میں آ گیا ہے اور اپنے آپ چلا

جا رہا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اتفاق یا حادثہ بذات خود کوئی چیز نہیں پھر جو چیز اپنا خود وجود نہ رکھتی ہو وہ کسی دوسری چیز کو وجود میں لانے کا سبب کس طرح بن سکتی ہے یہی وجہ ہے کہ کائنات کی یہ تشریح کائنات کے اوپر بالکل چسپاں نہیں ہوتی یہ محض ایک بے بنیاد دعویٰ ہے جو ذہنوں میں گھڑ لیا گیا ہے اور کائنات کی حقیقی ساخت سے اس کا کوئی تعلق نہیں اس کے برعکس خدا کا تصور کائنات کے ساتھ ہم آہنگ ہو جاتا ہے وہ خود کائنات کے اندر بول رہا ہے۔

کائنات اتنی پر حکمت اور اتنی منظم ہے کہ اس کا تصور نہیں کیا جاسکتا کہ وہ کسی اتفاق حادثہ کے طور پر وجود میں آگئی ہے زمین پر جاندار چیزوں کی بقا کیلئے جو حالات ضروری ہیں وہ مکمل طور پر یہاں موجود ہیں کیا محض اتفاق کے نتیجے میں اتنے عمدہ حالات پیدا ہو سکتے ہیں۔

سائنسدان یہ کہتے ہیں کہ زمین اپنے محور پر ایک ہزار میل فی گھنٹہ کی رفتار سے لٹو کی مانند گھومتی ہے اب اگر زمین کی رفتار ایک سو میل فی گھنٹہ ہوتی تو ہمارے دن رات موجودہ دن رات سے دس گنا زیادہ لمبے ہوتے زمین کا تمام سبزہ اور ہماری بہترین فصلیں سو گھنٹے کی مسلسل دھوپ میں جھلس جاتیں اور جو بیج رہتے وہ لمبی رات میں پالنے کی نذر ہو جاتیں۔ سورج جو ہماری زندگی کا سرچشمہ ہے اپنی سطح پر پارہ ہزار فارن ہیٹ سے دھک رہا ہے یہ حرارت اتنی زیادہ ہے کہ بڑے بڑے پہاڑ بھی اس کے سامنے جل کر راکھ ہو جائیں۔ مگر وہ ہماری زمین سے اتنے مناسب فاصلے پر ہے کہ یہ دائمی انگیٹھی ہمیں ہماری ضرورت سے ذرہ بھر زیادہ گرمی نہ دے سکے اگر سورج دگنے فاصلے پر چلا جائے

تو زمین پر اتنی سروی ہوگی کہ ہم سب لوگ جم کر برف ہو جائیں گے اور اگر وہ آدھے فاصلے پر آجائے تو زمین میں اتنی حرارت پیدا ہو جائیگی کہ تمام جاندار اور تمام پودے جل بھن کر خاک ہو جائیں گے۔

زمین کا کہہ نضا میں سیدھا نہیں کھڑا بلکہ ۲۳ درجہ کا زاویہ بنا نا ہے اور ایک طرف کو جھکا ہوا ہے یہ جھکاؤ ہمیں ہمارے موسم دیتا ہے جھکاؤ نہ ہوتا تو سمندر سے اٹھتے ہوئے بخارات سیدھے شمال یا جنوب کو چلے جاتے اور ہمارے براعظم برف سے ڈھکے رہتے۔

چاند ہم سے تقریباً ڈھائی لاکھ میل کے فاصلے پر ہے اس کی بجائے وہ اگر صرف ایک لاکھ میل کے فاصلے پر ہوتا تو سمندر میں مدوجزر کی لہریں اتنی بلند ہوتیں کہ تمام کرہ زمین دن میں دو مرتبہ پانی میں ڈوب جاتا اور بڑے بڑے پہاڑ موجوں سے ٹکرا کر گھس جاتے اور ختم ہو جاتے۔

اگر آپ کے پاس دس سکے ہوں جن پر ایک سے دس تک نشان لگے ہوں تو آنکھیں بند کر کے ان کو ترتیب وار جوڑنے کے امکانات کیا ہیں دس میں سے ایک دفعہ آپ نمبر ایک کو پہلے درجہ پر ترتیب دے سکتے ہیں اس کے بعد سو میں سے ایک بار ممکن ہے کہ نمبر ایک اور دو کو ترتیب وار رکھا جائے ایک دو اور تین صحیح ترتیب دینے کے لئے ایک ہزار دفعہ رو بدل کرنا ہو گا علیٰ ہذا القیاس علم ریاضی کی رو سے دس معمولی سکوں کو ترتیب وار رکھنے کے لئے اگر دس ارب دفعہ رو بدل کیا جائے تو ممکن ہے کہ ایک بار اتفاق سے صحیح ترتیب حاصل ہو جائے۔

اسی کلیہ کی رو سے ہم یہ سوچنے پر مجبور ہیں کہ کرہ ارض پر زندگی کا وجود محض اتفاقی نہیں بلکہ بے شمار اسباب و علل کی ایک مخصوص ترتیب

کی شکل میں بچا ہونے کے بعد ہی زندگی کی توثیق اس سارے میں نمودار ہوئی۔  
 اگر زمین کی بالائی سطح کی موٹائی دس فٹ زائد ہوتی تو آکسیجن کی پیداوار  
 ممکن نہیں تھی جس کے بغیر زندگی محال ہے اگر سمندر کی سطح چند فٹ اور گہری ہوتی تو  
 روٹے زمین کی تمام آکسیجن اور کاربن ڈائی آکسائیڈ سمندر میں جذب ہو جاتی ظاہر  
 ہے کہ ان دو گیسوں کے بغیر نباتات اور حیوانات کے زندہ رہنے کا سوال ہی پیدا  
 نہیں ہوتا اگر فضا میں لطافت زیادہ ہوتی تو لاکھوں شہاب ثاقب زمین سے  
 ٹکرا کر زندگی اجیرن کر دیتے یہ سب کچھ اس قدر نیا نکلا ہے کہ عقل انسانی پکار  
 پکار کر کہتی ہے کہ اس مکمل ترتیب کی تہ میں ضرور کوئی اعلیٰ طاقت کار فرما ہے  
 یہ سب کچھ محض حادثہ سے نہیں ہوا۔

عقل حیوانی اس خالق اعلیٰ کے وجود پر ڈال ہے جس نے حقیر اور بے دست و  
 پا مخلوق کو عقل بخشی مثلاً سان مچھلی کتی برس سمندر میں زندگی بسر کرنے کے بعد  
 ٹھیک اسی دریا میں اسی مخصوص جگہ پر انڈے دینے کے لئے پہنچ جاتی ہے جہاں  
 پر وہ خود پیدا ہوئی ہو کون اس کی اس قدر مکمل اور صحیح رہنمائی کرتا ہے۔ ہام  
 مچھلی جو جزیرہ بومودا کے قریب سمندر میں پاتی جاتی ہے بعض دفعہ ہزاروں میل  
 کے فاصلے پر کھلے سمندر میں انڈے بچے دیتی ہے کچھ مدت کے بعد اس کے بچے  
 خود بخود اپنے ماں باپ کے پاس پہنچ جاتے ہیں۔ ان واقعات سے پتہ چلتا ہے  
 کہ کائنات محض اتفاقی نہیں بلکہ اس کو وجود میں لانے والی کوئی ہستی موجود ہے۔

## اسلام کی انقلابی اہمیت

ابتداء سے آفرینش سے لیکر اس وقت تک دنیا میں ہزار انقلابات برپا ہوئے  
 تاریخ میں کوئی دور ایسا نہیں گزرا جو انقلاب سے ہمکنار نہ ہوا ہو اس بنا پر اگر

تاریخ انسانیت کو انقلابات کا ایک مربوط سلسلہ کہا جائے تو بے جا نہ ہو گا بلکہ تاریخ کی اس سے بہتر کوئی تعریف نہیں ہو سکتی۔

سکوں محال ہے قدر کے کاغذ میں ثبات ایک تغیر کو ہے زمانہ میں

اور انقلاب قدرت کا ایک بہت بڑا احسان ہے اگر انقلابات کے ذریعے انسانیت کے جسم سے فاسد خون وقتاً فوقتاً خارج نہ کیا جاتا بڑھتا اور حراب بنا جے ختم نہ کئے جاتے رہتے تو فوائے عمل مصحح ہو جاتے اور زندگی تعطل کا شکار ہو کر جاتی اور دنیا ان روحانی مادی اصلاحات سے محروم رہتی جو مختلف ادوار میں ہوئیں اور جن کی بدولت اسے ترقی کے اعلیٰ مقام پر پہنچنا نصیب ہوا۔

دنیا میں اب تک جننے بھی انقلابات ہوئے ہیں ان میں سب سے زیادہ صالح ہمہ گیر اور نتیجہ خیز وہ تھا جو اسلام نے برپا کیا اسلامی انقلاب کی عظمت قوت اور گہرائی کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اگرچہ اس کو رونما ہوئے چودہ سو برس ہوئے کو ہیں لیکن اس کے اثرات آج بھی کار فرما ہیں آج بھی اسلامی انقلاب کے نقوش نمایاں ہیں صرف تاریخی کتابوں ہی میں نہیں بلکہ عملی زندگی میں بھی یہ بات کسی دوسرے انقلاب کو نصیب نہیں ہوئی۔ اسلامی انقلاب کے علاوہ اور تمام انقلابات وقتی تھے اور اس کی اثر اندازی محدود تھی مخصوص ممالک تک اور پھر ان کے اثرات و نتائج ایک مدت تک زندگی کی سطح پر نمایاں رہے اور اس کے بعد وہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو گئے اور ان کی حیثیت داستان پارینہ ہو کر رہ گئی واقع ہونے والے انقلابات نے پہلے ہونے والے انقلابوں کے اثرات کو اس طرح مٹا کر رکھ دیا کہ گویا وہ کبھی رونما ہوتے ہی نہ تھے اس کلیہ سے نہ زمانہ ہاتے قدیم کے انقلابات مستثنیٰ ہیں اور نہ موجودہ زمانہ کے انگلینڈ کا انقلاب ۱۶۸۹ء امریکہ کا انقلاب ۱۷۷۶ء فرانس کا

انقلاب ۱۷۷۸ء ان سائے انقلابوں کے اثرات کا پتہ تاریخ کے صفحات میں تو ملتا ہے لیکن عملی زندگی میں تو ان کا عکس کہیں نہیں ملتا۔

اسلامی انقلاب کی اہمیت کا اندازہ پورے طور پر لگانے کیلئے ان حالات کا پیش نظر ہونا ضروری ہے جن پر وہ برپا ہوا۔ اگر اسلامی کارناموں کو ان حالات کے مقابلہ میں رکھ کر نہ جانچا جائے۔ جو اس کے طلوع ہونے کے وقت جزیرہ نمائے عرب کے تھے تو اس کی قدر و قیمت کا اندازہ نہیں ہوتا۔

اسلام کے جلوہ گر ہونے سے قبل عرب پر جہالت پرہیز اور بد اخلاقی کی تاریکی چھائی ہوئی تھی وہاں انسان ضرور آباد تھے لیکن انسانیت لاپتہ اور مفقود تھی انسانوں کی کیفیت جانوروں سے بدتر تھی اس سے زیادہ انسان سوز بات اور کون سی ہو سکتی ہے کہ لڑکیوں کو زناہ و فتنہ کر دیا جاتا تھا محض اس خیال سے کہ خسر بننے کی ندامت نہ اٹھانی پڑے۔ اس زمانے کے عربوں کی یہ ایک ضرب المثل تھی کہ سب سے بہتر داماد قبر ہے ان تمام اوصاف کے باوجود جو اس زمانہ کے عربوں میں پائے جاتے تھے مثلاً شجاعت، مہمان نوازی، ایفائے عہد وغیرہ باشندگان عرب ذلت آمیز سستی میں گرے ہوئے تھے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کی خوبیوں کی پشت پر کوئی ایسی ماوی یا اخلاقی طاقت نہ تھی جو انہیں ان کے غلط استعمال سے باز رکھ سکتی اسی بنا پر اکثر صورتوں میں ان صفات کو غلط استعمال کیا جاتا تھا۔ سیاسی تنظیم اور وحدت ملی سے تو وہ لوگ قطعاً نا آشنا تھے۔

اور صرف جزیرہ نمائے عرب ہی پر منحصر نہیں اس وقت ساری دنیا انحطاط اور جہالت کی دلدل میں پھنسی ہوئی تھی جو ممالک تمدنی اور معاشی اعتبار سے عرب سے بہتر تھے وہ بھی سیاسی انتشار اور فرقہ وارانہ نسلی تمیزات اور بد اخلاقی میں مبتلا تھے۔

اس حد و رصہ ناسازگار حالات میں آفتاب اسلام مطلع عرب پر نمودار ہوا ابتدا میں اس کی کوز میں جزیرہ نمائے عرب میں ضو قساں ہوئیں لیکن بتدریج وہ بلند ہوتا گیا اور اس کی روشنی پھیلتی گئی یہاں تک کہ وہ ایک صدی میں نصف النہار پر پہنچ گیا اور ساری دنیا اس سے روشن ہو گئی دنیا کا کوئی خطہ ایسا نہیں جو اسلام کی تعلیمات سے بالواسطہ یا بلاواسطہ طور پر فیضیاب نہ ہوا ہو یورپ تو اپنے موجودہ ارتقاء کے لئے کلیتہً مسلمانوں کی تعلیم و تربیت کا مرہون منت ہے وہ قدیم یونانی علوم و فنون جو یورپی تہذیب و تمدن کی اساس ہے مسلمانوں کی بدولت منظر عام پر آئے اور اہل یورپ کو ان سے متمتع ہونے کا موقع ملا مسلمانوں نے ان علوم و فنون کو سلطنت روم کی بربادیوں اور عیسائی کلیسا کی توہم پرستی کے بیماری بوجھ کے پیچھے سے نکالا جس کے پیچھے وہ صدیوں سے دبے ہوئے تھے اور ان کے تراجم کر کے ان کی اشاعت کی۔ اگر مسلمانوں نے یہ بہم سرنہ کی ہوتی تو ہائندگان یورپ جہالت کی تاریکیوں میں بھٹک رہے ہوتے۔

اسلامی انقلاب کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے اور یہی چیز اسے دوسرے تمام انقلابوں سے ممتاز کرتی ہے کہ اس نے سوسائٹی کی بیرونی ہیئت ہی میں سچے الشمول تبدیلی نہیں کی بلکہ شخصیتوں کو بھی بدل کر رکھ دیا بظاہر یہ کوئی خاص بات معلوم نہیں ہوتی لیکن درحقیقت یہ ایک عظیم النظیر کارنامہ تھا کوئی دوسرا انقلاب یہ کام سرانجام نہ دے سکا اسی بنا پر کسی دوسرے انقلاب کو وہ دیر پائی وسعت اور محبوبیت حاصل نہ ہو سکی جو اسلامی انقلاب کو ہوتی یہ کوئی مبالغہ یا بے جا طرفداری نہیں ایک تاریخی حقیقت ہے۔

اس تاریخی حقیقت نے روئے زمین کے متعجبس اذہان کو محو حیرت بنا دیا اور وہ اس عقدہ کو حل کرنے سے قاصر رہے کہ کس طرح عرب کے مٹھی

بھر باویہ نشینوں نے دائرہ اسلام میں داخل ہونے کے بعد تھوڑی سی مدت میں اس زمانے کی سب سے زیادہ طاقتور دو سلطنتوں کو زیر کر کے رکھ دیا اور صرف ان دو حکومتوں پر منحصر نہیں بلکہ ہر وہ طاقت جس سے صحرائے عرب کے بے سار و سامان جانباڑ ٹکرائے وہی پاش پاش ہو گئی اور سو سال کی مدت میں اسلام کا پرچم نصف سے زائد دنیا پر لہرایا گیا یہ سب کچھ نتیجہ تھا سیرتوں میں اس بنیادی تبدیلی کا جو اسلام نے کی اگر یہ بات نہیں تو کسی دوسرے نظریہ یا تحریک کو وہ عظیم الشان فتوحات مادی و غیر مادی میسر کیوں نہیں آئیں جو اسلام نے انجام دیں۔

اگر اسلام سے پیشتر کے اور بعد کے عرب کا تقابلی مطالعہ کیا جائے تو عقل کی حیرانی کی انتہا نہیں رہتی جو اسلام کے آنے سے پہلے وحشی، خونخوار اور رنگ انسانیت تھے اسلام سے وابستہ ہونے کے بعد شرافت و ہندوب کا بھسمہ بن گئے انسانیت کے اس ارفع مقام پر پہنچ گئے کہ آج اس کا تصور بھی ممکن نہیں۔

پرے ہے چرخ نیلی قام سے منزل مسلمان کی

تارے جس کی گزر راہ ہوں وہ کارواں تو ہے

اور سچ پوچھئے تو دنیا کو انسانیت کا صحیح مفہوم انہی سے حاصل ہوا مختصر یہ کہ اسلام نے جاہلیت کے سارے نقوش مٹا کر رکھ دیے اور پسند و ناپسند کا معیار بالکل بدل کر رکھ دیا سیرت و کردار کی یہ بلندی صرف چند افراد تک محدود نہ تھی بلکہ امت مسلمہ کی ایک معتدبہ تعداد اس رنگ میں رنگی ہوئی نظر آتی ہے اگرچہ اصلاح کے درجات میں فرق تھا اور ایسا ہونا ایک رتی امر

ہے۔



آئیے ایک طائرانہ نظر دوسرے انقلابوں پر ڈالتے چلیں اس سے انقلاب  
کی دوسرے انقلابوں پر فوقیت نکھر کر سامنے آجائیگی

فرانس کا انقلاب تاریخ میں ایک خاص اہمیت رکھتا ہے اس نے  
فرانس کی جاہلانہ شہنشاہیت کا خاتمہ کیا اور جمہوریت کی بنیاد ڈالی اس لئے  
اسے یورپ کی تاریخ میں ایک زریں باب کی حیثیت حاصل ہے لیکن جہاں اس  
انقلاب نے جمہوری خیالات کو پھیلایا اور عوام میں احساس آزادی بیدار کیا وہاں  
ان کے اخلاق کو اتنا پست کر دیا اور ان کے اندر خون کی پیاس اتنی شدید  
پیدا کر دی کہ سر زمین فرانس ٹھہرا اٹھی فرانس کے انقلابیوں نے حکومت پر قابض  
ہونے کے بعد اتنا خون بہایا کہ انسانیت لرز گئی اس دور کے سنگین واقعات  
اور وہم و گمبخت انگریزی کی داستانیں عام طور پر تواریخ میں مذکور ہیں۔

روس کا اشتراکی انقلاب بھی کافی اہمیت اور مقبولیت کا حامل ہے اس  
نے زاریت کو ختم کر کے اشتراکیت کو تخت پر بٹھایا اور اس طرح تاریخ میں ایک  
نئے باب کا اضافہ ہوا لیکن جہاں تک اخلاق و شرافت اور انسانیت کا تعلق  
ہے انقلاب فرانس کی طرح وہ بھی دنیا کیلئے مہلک ثابت ہوا اشتراکیت کا  
سب سے بڑا نقص یہ ہے کہ اس نے روحانی اور اخلاقی قدروں کی نفی کی جو انسانیت  
کی بنیاد اور اس کا جوہر ہیں اور جن سے محروم ہونے کے بعد انسان نے سہمیت  
کی کرپہ صورت اختیار کر لی۔

جیسا کہ اوپر ذکر ہوا اسلامی انقلاب ایک ہمہ گیر تحریک تھی اس نے صرف  
روحانی اور اخلاقی اصلاح کو اپنی توجہات کا مرکز نہیں بنایا بلکہ تہذیب و تمدن  
سیاست و معاشیات اور معاشرت کو بھی اپنے اصلاحی پروگرام میں بنایا جگہ  
دہا اور زندگی کے ان شعبوں میں بھی گراں قدر تہذیبیں کیں کیونکہ ظاہری

اصلاح و ترقی کے بغیر باطنی اصلاح و ترقی تشریح و تکمیل رہتی ہے اسلام نے معاشرہ کی بیرونی ہیئت میں جو شاندار تبدیلیاں کیں ان کی مثال بھی تاریخ میں مشکل ہی ملے گی۔ غیر مسلم عام طور پر اسلام کی فتوحات اور اس کی اشاعت کو تلوار کی دھن مننت قرار دیتے ہیں اس سے زیادہ خلافت حقیقت بات اور کوئی نہیں ہو سکتی تلوار جسموں کو فتح کرتی ہے لیکن قلب کی گہرائیوں میں اثر کر عفا تہذیبالات، افکار اور رجحانات کا رخ نہیں بدل سکتی اور پھر تلوار کے دھنی عربوں کے علاوہ اور قومیں بھی ہوتی ہیں آریہ، ہن اور منگول وغیرہ اقوام نے اگر عربوں سے زائد نہیں تو ان کے برابر یقیناً فوجی مہمات کیں اور تلوار کے ایسے جوہر دکھائے کہ دنیا انگشت پندان رہ گئی لیکن زمین و آسمان کا فرق ہے ان کی اور عربوں کی فتوحات میں ان قوموں نے ہوس ملک گیری اور لوٹ مار کی خاطر فتوحات حاصل کیں لیکن عربوں کی فوج کشی کا محرک خدائے واحد کا پیغام اس کے بندوں تک پہنچانے اور انسان کو انسان کی غلامی سے نجات دلانے کا جذبہ تھا یہی وجہ تھی کہ وہ لوگ تلوار کا استعمال وہیں کرتے تھے جہاں ان کی مزاحمت کی جاتی تھی۔ اور ان پاک اصولوں کی اشاعت میں روڑے اٹکائے جاتے تھے لیکن جہاں ایسا نہیں ہوا وہاں کبھی بھی مجاہدین اسلام کی تلوار میاں سے باہر نہیں آئی۔ تاریخ اس کا ناقابل تردید ثبوت فراہم کرتی ہے دوسری قوموں اور پیروان اسلام کی یادگاروں میں بن فرق ہے وہ قومیں اپنے پیچھے سوائے نصرت انگریز یاد اور تباہ کاری کے آثار کے اور کچھ نہ چھوڑ سکیں لیکن اسلام کے پیروں نے شرافت و انسانیت، عدل و انصاف اور اخوت و مساوات کے واقعات اور علوم و فنون کی شکل میں ایسے بیش بہا خزانے چھوڑے ہیں جو رہتی دنیا تک برقرار رہیں گے۔

اسلام کے تیزی کے ساتھ پھیلنے اور لوگوں کو دل و جان سے اپنا مطہر و فرمانبردار

بنانے کا راز تلوار میں پوشیدہ نہیں بلکہ اس کی روحانی و اخلاقی طاقت اور انقلابی روح میں مضمر ہے اسلام کی قوت کا سرچشمہ عرب کے وہ سرزوش قابل نہ تھے جن کے ذریعے وہ پھیلا بلکہ وہ اٹل اور ابدی و اخلاقی اور روحانی اصول جن پر اس کی تعمیر ہوئی عربوں کے قوائے عمل کو مضحمل ہوتے صدیاں بہت چکیں لیکن اسلام آج بھی توجہات کا مرکز بنا ہوا ہے یہ اصولوں کی طاقت نہیں تو اور کیا ہے کیا مادی قوت کے ذریعے پھیلنے والے نظریات میں یہ بات پیدا ہو سکتی ہے۔

اسلام کے علاوہ اور کوئی انقلاب سوسائٹی کی مکمل اصلاح نہ کر سکا۔ اس وقت صرف اسلام ہی ایک ایسا نظام ہے جو انسانی زندگی کے ہر شعبے میں رہنمائی کرتا ہے اس میں انسانی فطرت کی پوری رعایت موجود ہے اور وہ فطرت کے ان اصولوں پر قائم ہے جو ازلی اور ابدی ہیں اسی لئے وہ ہر دور اور ہر مملکت میں قابل نفاذ ہے اور تمام انسانی مسائل کا بہترین حل پیش کرتا ہے۔

## دنیا میں اسلام کیسے پھیلا؟

دشمنان دین و وقتاً فوقتاً اسلام پر مختلف اعتراضات کرتے رہے تاکہ لوگوں کے دلوں میں شکوک و شبہات پیدا ہو جائیں اور وہ دائرہ اسلام میں داخل ہونے سے باز رہیں ان اعدائے دین نے عوام ان کے خام ذہنوں میں بات ڈالنے کی کوشش کی کہ دین اسلام میں بذات خود کوئی خوبی نہیں۔ اسلام کی سرعت اشاعت کا راز مسلمانوں کی قوت بازو اور شمشیر زنی میں مضمر ہے اسلام کا دامن صداقت اور جافریبیت سے عاری ہے لیکن یہ بات حق و صداقت اور عدل و انصاف سے کوسوں دور ہے کیونکہ قرآن نے واضح طور پر اعلان

کر دیا ہے لَّا اِكْرَاهَا فِي الدِّينِ دین میں کسی پر جبر نہیں۔ دوسری جگہ ارشاد  
 باری تعالیٰ ہے اَفَاَنْتَ تُكْرِهُمُ النَّاسَ حَتَّىٰ يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ  
 ترجمہ۔ کیا آپ لوگوں پر جبر کریں گے تاکہ وہ ایمان لے آئیں۔

ان فرمودات ربانی کی روشنی میں یہ بات اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ  
 اسلام تلوار کے زور سے نہیں پھیلا بلکہ اسلام کی اشاعت کرنے والی اس کی خلاق  
 قوتیں تھیں۔

فتوح البلدان میں لکھا ہے کہ نجران کے عیسائیوں نے جب مصالحت  
 کر کے جزیہ دینا قبول کر لیا تو حضور علیہ السلام نے جو عہد نامہ لکھا اس میں یہ بات  
 بھی تھی کہ نجران کے نصاریٰ کو مذہب کی تبدیلی پر مجبور نہ کیا جائے گا۔ مسلمانوں  
 نے حضور سرور کائنات کے اس ارشاد پر پورا پورا عمل کیا یہ حضور ہی کی تعلیم و تربیت  
 کا اثر تھا کہ روم، شام، مصر اور عراق کے علاقوں میں جب اسلام نے فاتحانہ قدم چائے  
 تو کوئی ایک مثال بھی ایسی نہیں ملتی کہ وہاں کسی کو جبراً مسلمان کیا گیا ہو بلکہ یہود و  
 نصاریٰ آزادی سے اپنی مذہبی رسومات ادا کرتے تھے ان کو مالک اسلام یہ  
 میں وہی حقوق حاصل تھے جو خود مسلمانوں کو ان کی جان و مال کی بھی وہی قدر  
 قیمت تھی جو مسلمان کی تھی۔

آج کل مذہب کی اشاعت کے لئے جو کچھ عیسائی دنیا کر رہی ہے  
 اگر وہی طریقے اسلام اختیار کرتا تو تمام بلاد اسلامیہ میں سوائے اسلام کے  
 کوئی دوسرا مذہب نظر نہ آتا۔ اسلام نے حریت، فکر و نظر اور مساوات  
 کے وہ اصول قائم کئے کہ سلطنت اسلامیہ کے عین شوکت و شباب اور  
 عروج کے زمانے میں بھی یہود و نصاریٰ بلکہ مجوسی مسلمانوں کے پہلو بہ  
 پہلو نظر آتے ہیں برصغیر پاک و ہند میں تقریباً ایک ہزار سال تک اسلام

کا آفتاب نصف النہار پر رہا اگر یہاں کے سلاطین جبر و کراہ سے کام لیتے تو آج اس علاقے میں ایک بھی ہندو سکھ عیسائی اور برہمن نظر نہ آتا بلکہ سب حرف غلطی طرح مٹ جاتے۔

اگر پیغمبر اسلام نے تیغ زن سپاہیوں کے زور سے اسلام پھیلا یا ہے تو ان تیغ زن سپاہیوں کو کس تلوار سے مسلمان بنایا گیا لا محالہ کہنا پڑے گا کہ وہ اخلاق مصطفیٰ کی تلوار تھی جس سے کہہ و مہ، صغیر و کبیر، ملکی غیر ملکی، آقا و غلام، مرد و زن، یگانہ اور بیگانہ، گورا اور کالا، حبشی و رومی اور عربی و عجمی سب مفتوح ہوتے چلے گئے۔ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا، اگر یہ اصول درست ہے، تو مقام غور ہے کہ آج حبشہ میں نصف آبادی مسلمانوں پر مشتمل ہے وہاں تو مسلمان تلوار لے کر کبھی نہیں گئے وہاں اسلام کیسے پہنچ گیا؟ چین میں تقریباً پانچ کروڑ مسلمان آباد ہیں اس خطے میں تو کوئی لشکر اسلام داخل نہیں ہوا جزاً ملاً یا مسلم سلاطین کی تاخیر و تا راج سے ہمیشہ محفوظ رہا مگر آج وہاں بھی پانچ کروڑ فرزند ان توحید آباد ہیں کیوں؟ ترک تار نے تو خود مسلمانوں پر تلوار چلائی تھی ان پر کس نے تلوار چلائی اور مسلمان کیا؟ سیلون اور برما میں مسلمانوں نے کبھی بھی قبضہ نہیں کیا مگر وہاں مسلمانوں کی خاصی تعداد موجود ہے حقائق کی روشنی میں دیکھا جائے تو ان علاقوں میں دامن اسلام خون کی رنگینی سے پاک نظر آتا ہے یہاں اسلام اپنی سادگی مساوات اور زریں اصولوں کی بنا پر اپنا راستہ خود صاف کرتا چلا گیا اور معمولی لوگوں سے لیکر بادشاہوں کے قلوب پر قبضہ جاتا چلا گیا ہندو پاک میں اسلام کے پھیلنے کے حسب ذیل محرکات تھے۔

۱۔ عرب تاجروں نے یہاں آکر آبادیاں قائم کیں اور یہاں کی نو مسلم عورتوں سے شادیاں کیں۔

۲۔ بیچ ذات کے ہنر و جوہر ہمنوں کے ظلم و ستم سے نالاں تھے انھوں نے اسلام میں آکر عورت پائی۔

۳۔ عرب تاجروں کی فیاضی اور انسانیت نوازی نے غریبوں اور محتاجوں کو اپنے دامن میں جگہ دی۔

۴۔ جو لوگ ذرا ذرا سی بات پر اپنی قوم سے خارج کر دیتے جاتے تھے وہ اسلام کی برادری میں داخل ہوتے گئے۔

۵۔ بہت سے لوگ اپنے بچوں کو غربت کے سبب عربوں کے ہاتھ فروخت کر دیتے تھے وہ ان کو لیکر اسلام کی تربیت دیتے اور اپنی اولاد کی طرح پال کر جوان کرتے تھے۔

۶۔ اسلام کی روحانی طاقت کی عجیب نشانیاں ان کی نگاہوں سے گزریں جس نے ان کو اسلام قبول کرنے پر مجبور کر دیا۔

۷۔ علماء اور اولیاء کرام کے تبلیغی پروگرام پر حشش ہوتے تھے۔

بہر حال محمود غزنوی کی آمد سے پہلے ہندوستان کے اکثر گوشوں میں اسلام کی روشنی پہنچ چکی تھی۔

جہاد کی آیات مدینہ میں نازل ہوئیں ہیں یعنی کفار سے لڑنے کی اجازت اس وقت ہوئی جب کہ حضور علیہ السلام مدینہ تشریف لے جا چکے تھے یہی زندگی میں تلوار تک ہاتھ لے جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ لوگ چھپ چھپا کر حلقہ بگوش اسلام ہوتے رہے اور یہی نہیں بلکہ اسلام قبول کرنے والوں پر مصائب و آلام کے پہاڑ ٹوٹ پڑتے طرح طرح کے عذابا کے شکنجے میں جکڑے جاتے ان کے سینوں پر وزنی پتھر رکھے جاتے کفار مار مار کر تھک جاتے جلتی ہوتی آگ میں ڈال دیتے کیکر کے خشک کانٹے

بازوؤں میں اس طرح چبھوئے جاتے کہ ہڈیوں سے ٹکرا کر ان کا سر اٹوٹ جاتا  
 غرضیکہ ان کو جو روستہم کا اس قدر نشانہ بنایا جاتا کہ تاریخ میں مثال نہیں ملتی  
 لیکن یہ تمام منظم یہ جلا دانہ بے رحمیاں یہ عبرت خیز سفاکیاں ایک مسلمان کو  
 بھی راہ حق سے متزلزل نہ کر سکیں بلکہ اسلام دن و گنی رات چو گنی ترقی کرتا  
 گیا جو بھی ایک مرتبہ اسلام کے سایہ عافیت میں آیا۔ وہ ایسی سیسہ پلائی دیوار  
 بن گیا کہ کفر و طغیان کی آندھیاں اور مخالفتوں کے جھکڑ اس کے پاؤں میں  
 جنبش پیدا نہ کر سکے کیونکہ یہ وہ نشہ نہیں جسے ترشی اتار دے۔

ظہور اسلام سے قبل لڑائیوں میں نہایت وحشیانہ رسمیں قائم تھیں مثلاً  
 ۱۔ اسیران جنگ کو قتل کرتے وقت چھوٹے بچوں اور عورتوں کو بھی  
 قتل کر دیا جاتا تھا۔

۲۔ غفلت یا نیند کی حالت میں دفعۃً حملہ کر کے قتل و غارتگری  
 شروع کر دیتے۔

۳۔ زندوں کو آگ میں جلا دیتے۔

۴۔ بچوں کو نشانہ بنا کر تیروں سے مارتے۔

۵۔ بعض اوقات ہاتھ پاؤں اور دیگر اعضاء کاٹ کر چھوڑ دیتے  
 کہ وہ تڑپ تڑپ کر مر جائے۔

۶۔ حاملہ عورتوں کا پیٹ چاک کر ڈالتے۔

۷۔ مردوں کے ہاتھ پاؤں اور کان، ناک وغیرہ کاٹ ڈالتے۔

۸۔ مقتول کا کلیجہ نکال کر کھا جاتے مردہ کی کھوپڑی میں شراب  
 پیتے تھے۔

اسلام نے دنیا میں آکر اپنے ماننے والوں سے کہا کہ جنگ کا مقصد

دشمن کو نقصان پہنچانا یا ہلاک کرنا نہیں بلکہ محض اس کے شر کو دفع کرنا ہے  
اس مقصد کے لئے اسلام نے آکر جنگ میں مندرجہ ذیل اصلاحات کیں۔  
۱۔ حضور علیہ السلام جب کسی فوج کو کسی مہم پر روانہ فرماتے تو سردار کو حکم  
فرماتے۔

لَا تَقْتُلُوا نِسَاءً وَلَا طِفْلاً وَلَا صَغِيرًا وَلَا امْرَأَةً رَسُولًا رَسُولًا

ترجمہ کسی بوڑھے بچے کم سن اور عورت کو قتل نہ کرو۔

۲۔ حضور علیہ السلام نے گرفتار شدہ کو تیروں کا نشانہ بنانے سے منع فرمایا۔

۳۔ سرور کائنات نے قاصدوں کو قتل کرنے سے منع فرمایا۔

۴۔ حضور نے لڑائیوں میں عہد کی پابندی کی سخت تاکید فرمائی۔

۵۔ قیدیوں سے احسن سلوک کیا جاتا چنانچہ بدر کے قیدیوں کو صحابہ نے

کھانا کھلایا اور خود کھجوروں پر گزارہ کیا غزوہ حنین میں چھ ہزار

قیدی تھے ان کو نہ صرف چھوڑ دیا گیا بلکہ ان کو ۶ ہزار جوڑے

بھی دیئے گئے۔

۶۔ غزوات میں کسی عورت کی لاش کی نظر سے گزرتی تو آپ عورتوں

کے قتل سے سختی سے منع فرماتے۔

کیا ان اصلاحات کی روشنی میں کوئی سلیم الفطرت انسان یہ سوچ سکتا

ہے کہ اسلام بڑور شمشیر پھیلا؟ ہرگز نہیں لیکن جن مستشرقین کی آنکھوں پر عصب

کی پٹی بندھی ہوئی ہے جو چشم حقیقت میں سے بیکر محروم ہو چکے ہیں وہ پھر بھی

یہ کہتے ہیں کہ اسلام ایک خوشخوار مذہب ہے اور اپنے پیروکاروں کو خوشنویزی

کی تعلیم دیتا ہے اور جہاں پھیلا ہے تلوار اور زبردستی سے پھیلا ہے اسلام کے

فیصلے کی طاقت پہلے بھی تلوار تھی اور آج بھی تلوار ہے۔



ایسے معترضین عقل سلیم اور فکر مستقیم سے کام لیکر مندرجہ ذیل حقائق کا  
منظر غائر مطالعہ کریں۔

۱۔ حضور علیہ السلام کی مدنی زندگی میں سیادت اور حکومت کا جو نقشہ  
ہم اے سامنے ہے اس میں ایک آدمی بھی ایسا نظر نہیں آتا کہ جس کو آپ نے اسلام  
قبول کرنے کے لئے مجبور کیا ہو بلکہ اس بارے میں آپ کے دل میں کبھی کوئی  
خیال بھی پیدا نہیں ہوا چنانچہ جب بدر کے موقع پر کفار کے ستر آدمی گرفتار  
ہو کر آئے ان میں سے کسی ایک کو بھی اسلام لانے پر مجبور نہیں کیا گیا بلکہ بعض لوگ  
جو امیر تھے ان سے فدیہ لیکر چھوڑ دیا گیا بعض کو اس وعدے پر چھوڑ دیا گیا  
کہ وہ آئندہ مسلمانوں کے خلاف فتنہ پردازی نہ کریں گے اور بعض کو اس  
خدمت کے بدلے رہا کیا گیا کہ وہ انصار کے دس دس بچوں کو پڑھنا لکھنا  
سکھادیں اور بعض کو استخسانا چھوڑ دیا گیا۔

اسی طرح غزوہ بنو قریظہ میں تقریباً دوسو یہودی گرفتار ہو کر آئے ان  
میں سے بعض کو فدیہ لیکر اور بعض کو استخسانا چھوڑ دیا گیا غزوہ بنی مصطلق میں  
ایک سو نوے سر یہ جموم ہیں دس۔ سر یہ عیبیں ہیں نو۔ غزوہ حنین میں چھ ہزار جیسے  
کہ پہلے ذکر ہو چکا علاوہ ازیں اور بھی کئی مقامات پر کفار خاصی تعداد میں گرفتار  
ہو کر آئے مگر سب کے سب کچھ معاوضہ لیکر چھوڑ دیتے گئے کسی ایک فرد کو بھی  
اسلام لانے پر مجبور نہیں کیا گیا۔

۲۔ آج میں جب حضور سرور کائنات فاتحانہ انداز میں مکہ میں داخل  
ہوتے تو آپ نے اسلام کی خوبیوں اور اس کے نظام عدل و مساوات پر ایک  
خطبہ بلیغہ ارشاد فرمایا ان سامعین میں وہ لوگ بھی تھے جو اسلام کو مٹانے  
میں ایک دوسرے سے سبقت لے جاتے تھے اور اس کام کو وہ اپنے لئے فخر و

سعات سمجھتے تھے وہ لوگ بھی تھے جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازیبا  
 کلمات استعمال کرتے تھے وہ لوگ بھی جو آپ کو قسم قسم کی تکالیف پہنچانے  
 میں راحت محسوس کرتے تھے اس وقت اگر حضور چاہتے تو تمام کفار کو مجبوراً  
 مسلمان کر سکتے تھے لیکن اس وقت آپ نے برسر منبر جو اعلان فرمایا وہ یہ  
 تھا کہ لَا تَتْرُيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ اِذْ هَبُوا نَافَا تُمْ الْاَطْلَقَاءُ  
 ترجمہ: تم پر کوئی الزام نہیں جاؤ تم سب آزاد ہو۔

۳۔ وہ لوگ جو صلح پر آمادے ہو جاتے ان سے جو معاہدے  
 کئے جاتے ان معاہدوں میں واضح کر دیا جاتا تھا کہ ان کے معاہدہ کو کچھ نہ کہا  
 جائیگا انہیں اپنے مذہب کے مطابق رسومات ادا کرنے کی پوری آزادی  
 ہوتی تھی۔

اسی طرح مبلغین کی جماعتیں صرف تبلیغ کیلئے بھیجی جاتی تھیں نہ کہ  
 لڑائی کے لئے چنانچہ علامہ طبری نے لکھا ہے۔

قَدْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ  
 حَوْلَهُ مَكَّةَ السَّرَايَا تَدْعُو إِلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ  
 وَلَمْ يَأْمُرْهُمْ بِقِتَالٍ۔

ترجمہ: اللہ کے رسول نے مکہ کے اطراف دعوت اسلام  
 کے لئے جو سرایا بھیجے ان کو لڑائی کا حکم نہیں دیا تھا۔

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مین بھیجا گیا تو خاص طور پر  
 یہ ہدایت کی گئی کہ فَإِذَا أَنْزَلْتُ بِسَاحَتِهِمْ فَلَا تَقَاتِلُهُمْ حَتَّى  
 يَخْرُجُوا بِكُفْرِهِمْ حَتَّى يَأْتِيَوكَ تَرْجُمُوهُمْ وَهَالِمْهُمْ حَتَّى يَخْرُجُوا بِكُفْرِهِمْ حَتَّى  
 کرے تم نہ لڑنا۔

یہ ہے اسلام کا حکم اور یہ ہے رسول خدا علیہ السلام کا طرز عمل کیا  
ان مسلمہ اصول کے بعد بھی کسی مسلمان کیلئے کوئی گنجائش باقی ہے کہ کسی  
کو جبراً مسلمان بنائے۔

سیرت نبویؐ کا مطالعہ کیا جائے تو اس قسم کے کئی واقعات ملتے  
ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ اسلام نے جبر کی قطعی اجازت نہیں دی۔  
خلفائے راشدین کے زمانے میں بھی ایسا کوئی واقعہ نہیں ملتا جہاں  
جبر و اکراہ سے کام لیا گیا ہو بلکہ اس کے خلاف یہ چیز ضرور ملے گی کہ ہر  
قسم کے لوگوں کو مذہبی آزادی دی گئی چنانچہ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ  
عندہ نے بیت المقدس خود جا کر جو معاہدہ کیا تھا اس میں یہ صاف طور  
پر لکھا تھا وَلَا يَكْرَهُونَ عَلٰی دِيْنِهِمْ وَلَا يُنَادِيْ اَحَدٌ مِنْهُمْ  
ترجمہ :- ان میں سے کسی آدمی پر مذہب کے بارے میں کسی قسم کا جبر نہ کیا جائے  
اور نہ کسی کو ان میں سے نقصان پہنچایا جائے۔

سوال :- اگر کسی کو جبراً مسلمان کرنا مقصود نہ تھا تو ان غزوات اور سرایا کا  
کیا مطلب ہے جن سے تاریخ اسلام بھری پڑی ہے۔

جواب :- اگر اسلامی جنگوں کی وجوہات کو دیکھا جائے تو یہ شبہ دور ہو جاتا  
ہے اس لئے کہ جب ملک میں فتنہ فساد پھیل جاتے بد امنی عاں ہو جائے حقوق  
انسانی کی پامالی ہو رہی ہو مذہبی آزادی منقود ہو اس وقت مسلمانوں کو اجازت  
ہے کہ وہ جہاد کے ذریعے فتنہ و فساد کو ختم کریں بد امنی دور کریں مذہبی  
آزادی بحال کریں عدل و انصاف قائم کریں عوام الناس کے لئے زندگی  
پامن بنا دیں اور شاد رہانی ہے۔

وَقَاتِلُوهُمْ حَتّٰی لَا تَكُوْنُ فِتْنَةٌ وَّرَاحَۃٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَلٰمٌ

یک کہ فتنہ باقی نہ رہے۔

جب کفار مسلمانوں پر قسم قسم کے ظلم ڈھانے شروع کر دیں مسلمانوں کے ضمیر کی آواز سلب کر لیں۔ اور اپنے مذہب کے مطابق زندگی بسر کرنے سے روک دیں تو اس وقت مسلمانوں کو حکم ہے کہ پوری قوت سے ان کے ظلم کا قلع تمیح کر دو۔ ارشاد خداوندی ہے۔

وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا  
إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ط

ترجمہ: جو لوگ تم سے لڑتے ہیں ان سے خدا کی راہ میں لڑو  
مگر حد سے تجاوز نہ کرو بیشک اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں  
کو پسند نہیں فرماتا۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا۔

أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتِلُونَ بِأَنَّهُمْ ظَلِمُوا وَإِنَّا اللَّهُ  
عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ

ترجمہ: ان لوگوں کو لڑائی کا حکم ہوا جن سے کافر لڑتے ہیں  
واسطے کہ ان پر ظلم ہوا اور اللہ ان کی مدد کرنے پر قادر ہے۔

جب مسلمانوں کی ایک کمزور جماعت کفار کے ظلم و ستم کا شختہ  
مشق نبی ہوئی ہو تو اس وقت دوسرے مسلمان جو آزاد ہیں اور جنگ  
کی قوت رکھتے ہیں ان پر فریضہ عائد ہوتا ہے کہ اس جماعت کو کفار  
کے ظلم سے نجات دلانے کے لئے جنگ کریں ارشاد ہوتا ہے۔

وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ  
فِي الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ

رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا  
 ترجمہ :- اور تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں اور ان کے  
 واسطے جو مرد و عورتیں اور بچے مغلوب ہیں نہیں لڑتے جو کہتے ہیں  
 کہ اے ہمارے رب ہمیں اس بستی سے نکال کہ یہاں کے لوگ  
 ظالم ہیں۔

اب ظاہر ہے کہ دنیا کا کوئی عقل مند اس قسم کی لڑائیوں کو خلاف  
 عقل قرار نہیں دے سکتا ثابت ہوا کہ اشاعت اسلام میں کسی قسم کے جبر و گراہ  
 کو روا نہیں رکھا گیا۔

### اسلام عالمگیر مذہب ہے

اسلام ایک مذہب ہے جس میں گورے کالے اسود احمد سب برابر ہیں  
 اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو قومی اور خاندانی تعصبات کا قلع و قمع کرتا  
 ہے نسلی اور قبائلی امتیازات کو دور کرتا ہے چنانچہ ارشاد ربانی ہوتا ہے۔  
 يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَ  
 جَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ  
 عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ

ترجمہ :- اے لوگو! ہم نے تمہیں مرد اور عورت سے پیدا کیا  
 اور تمہارا ہی شاخیں اور قبیلے بنائے تاکہ تم ایک دوسرے  
 کو پہچانو تم میں سے اللہ کے نزدیک سب سے معزز وہ ہے  
 جو سب سے زیادہ متقی ہے۔

گویا قرآن نے ہدایت فرمائی کہ تمہاری قومی تعریفات اور قبائلی

امتیازات محض ایک دوسرے کو پہچاننے کے لئے ہیں یہ کچھ فخر و مباہات اور بڑائی کی بات نہیں اللہ کے نزدیک بڑا وہی ہے جو اس کے احکامات کو پورا کرتا ہے گورا کالا ہونا، مغل، پٹھان اور راجپوت ہونا نہ باعث عزت ہو سکتا ہے اور نہ باعث ذلت، چنانچہ حضور علیہ السلام نے بھی اپنے حجتہ الوداع کے خطبے میں ارشاد فرمایا اے لوگو! تمہارا رب ایک ہے اور تمہارا باپ بھی ایک ہے تم سب آدم کے بیٹے ہو اور حضرت آدم علیہ السلام مٹی سے پیدا کئے گئے تھے تم میں سے اللہ کے نزدیک زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ منتقی ہو پس عربی کو عجمی پر یا عجمی کو عربی پر کالے کو گورے پر یا گورے کو کالے پر کوئی بزرگی نہیں سوائے تقویٰ کے۔

اسلام ہی وہ مذہب ہے جس نے بلال حبشی، عثمان غنی، صہیب رومی، ابو ذر غفاری، اٹامہ نجدی اور ابوسفیان اموی رضوان اللہ علیہم اجمعین کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کر دیا اسلام ہی ایک جامع مکمل معقول اور محفوظ دین ہے جو سارے جہان سارے زمانے اور ساری انسانی آبادی کیلئے ہے اسلام ہی خدا کا آخری پیغام ہے اور قیامت تک کے انسانوں کیلئے مکمل دستور حیات ہے اسلام کے بعد کوئی دین آنے والا نہیں کیوں کہ اکمال دین اور اتمام نعمت ہو چکی۔

جب اس دین کے بعد کوئی دین نہیں اور اس قانون کے بعد کوئی خدائی قانون نہیں اور اس رسول کے بعد کوئی رسول نہیں تو ظاہر ہے کہ بقائے حق کے لئے اس دین کا عالمگیر ہونا ضروری ہے۔ عالمگیر مذہب ہو سکتا ہے جو اپنی بنیادی تعلیمات میں مکمل ہو اس کی بنیادی کتاب تحریف سے محفوظ ہو اور اس کے اصول عقل سلیم کے موافق اعتدال و توازن اور

جامعیت کے حامل ہوں۔

اب ہم عالمگیر مذہب کی خصوصیات تفصیل سے بیان کرتے ہیں۔

## اکمال دین

جس طرح حضور علیہ السلام کی ذات اقدس میں تمام سابقہ انبیاء علیہم السلام کے کمالات پائے جاتے ہیں اسی طرح آپ کا دین بھی تمام سابقہ ادیان پر حاوی ہے آپ کی تعلیم مکمل ترین تعلیم ہے زمانہ قدیم کے تمام انبیاء و رسل اور سنہایان اقوام عالم کی تعلیمات کا جو حصہ اس وقت دنیا میں موجود ہے آپ ان سب کو دیکھ لیجئے کہیں بھی آپ کو ایسا لائحہ عمل نہیں ملے گا جو ہر زمانہ اور ہر مزارع کے تمام انسانوں کی تمام ضروریات کا پورا پورا حل پیش کر سکتا ہو یہ صرف اسلام ہی ہے جس نے زندگی کے ہر شعبے میں انسان کی رہنمائی کی ہے۔ اس میں زندگی کا پورا نظام موجود ہے۔ اسلام نے ماں کے پیٹ میں آنے کے وقت سے قبر میں جانے تک کے تمام نظام کو کھول کر بیان کر دیا زندگی کے ہر شعبے کو سنبھالنے کے لیے پلانا دودھ چھڑانا پرورش کرنا، تعلیم، روزگار، شادی بیاہ، خوشی غمی کے سارے احکام تفصیل وار بیان کر دیئے غریب و امیر سلطان و وزیر، تارک الدنیا اور عیالدار سب کے لئے قانون بنا دیئے دوسرے مذہبوں میں یہ بات نہیں ہے۔

ذوالحجہ کی نویں تاریخ تھی اور آفتاب نبوت ایک لاکھ تیسویں کے ساتھ میدان عرفات میں ضیا پائی کر رہا تھا کہ خالق کائنات کی طرف سے یہ زندہ جاوید نوید آپ کو پہنچی کہ

الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَ اَكْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي

وَرَحِمْتُكُمْ بِالْإِسْلَامِ دِينًا

ترجمہ: میں نے آج کے دن تمہارے دین کو تمہارے لئے مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر مکمل کر دی اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کیا۔

اس وقت آپ نے عرفات کی بلند ترین پہاڑی پر چڑھ کر امت کو یہ مژدہ جانفزا سنایا اور اس مقدس ترین مجمع کو شاہد بنا کر خدا کی طرف سے یہ اعلان کر دیا کہ دین اسلام مکمل ہو گیا۔ ہدایت۔ سعادت اور دین حق بنام و کمال سرور کائنات کی وساطت سے پہنچا دیا گیا اور جو قانون حیات پہلے انبیاء کے واسطے سے ٹھوڑا ٹھوڑا کر کے دنیا میں رائج کیا گیا تھا۔ اب وہ اپنے کمال کو پہنچ گیا ہے اور معرفت الہی اور علم حق کا جو لہذا اب تک نامکمل تھا وہ آج مکمل کر دیا گیا ہے اور اب اس سلسلے کی کوئی چیز باقی نہیں رہی جس کی تعلیم کے لئے کسی اور نبی یا رسول کی ضرورت ہو۔

## دعویٰ عالمگیری

اقوام عالم کے مذہبی رہنماؤں کی تعلیمات پر نظر ڈالئے تو معلوم ہو گا کہ ان میں سے کسی نے بھی اپنی تعلیم کی بہم گیری کا دعویٰ نہیں کیا اور ان کی تبلیغی سرگرمیاں کسی حد تک محدود رہی ہیں اور چاہیے بھی یہی تھا کہ ان کے پاس جو لاکھ عمل تھا اس میں عالمگیری کی صلاحیت نہ تھی اور نہ وہ یکساں طور پر اپنی آدم کے تمام طبقوں کے لئے قابل عمل تھا یہ صرف امام الانبیاء ہی کی ذات والاصفات تھی جنہوں نے دعویٰ کیا کہ میری دعوت تمام نوع انسانی کے لئے ہے اور میرا لایا ہوا دین تمام بنی نوع انسان کیلئے ہے چنانچہ ارشاد ربانی ہوتا ہے۔



قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا  
ترجمہ: فرما دیجئے اے لوگو! میں تم سب کی طرف رسول بنا کر بھیجا  
گیا ہوں۔

اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ آپ ہر خاص و عام ہر امیر و غریب  
ہر عربی و عجمی اور ہر ہندی و سندھی کی طرف بحیثیت رسول تشریف لاتے۔  
آپ کی رسالت کسی قوم، کسی وطن، کسی خاندان، کسی ملت اور کسی گروہ کے  
ساتھ خاص نہیں بلکہ آپ کی رسالت کا دائرہ اتنا وسیع ہے کہ تمام نسل انسانی  
اس میں آجاتی ہے ایک اور مقام پر ارشاد ہوتا ہے۔

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ

ترجمہ: ہم نے آپ کو ساری دنیا کے واسطے رحمت بنا کر بھیجا۔

اسلام کے عالمگیر اور تمام دنیا کے مندرجہ ہونے پر اس سے بڑی  
دلیل اور کیا ہو سکتی ہے کہ اس کا معبود اور خدا وہ ہے جو تمام جہانوں کا  
پالنے والا ہے الحمد للہ رب العالمین اس کی کتاب تمام جہان والوں کے  
لئے رہنمائی کا سرچشمہ ہے اس کا رسول تمام جہانوں کے لئے رحمت ہے اور ان  
کی رحمت ان کی خیر خواہی کسی خاص قوم یا ملک سے منحصر نہیں بلکہ خدا تعالیٰ  
کی ربوبیت عامہ کی طرح حبیب خدا علیہ السلام کی رحمت بھی عام ہے ہر وہ  
چیز جو خدا تعالیٰ کی مراد ہے حضور سرور کائنات کی مرحوم ہے جیسے کوئی  
ذرة کائنات خدا کی ربوبیت سے محروم نہیں اسی طرح کائنات عالم کا کوئی  
ذره حضور کی رحمت سے خالی نہیں جس طرح خدا کی ربوبیت اور حضور کی  
رحمت ساری دنیا کے لئے ہے اسی طرح قرآن کریم بھی تمام جہان کے لئے  
ہدایت ہے اس میں بھی کسی قوم کسی ملک یا زمانہ کی قید نہیں بلکہ دنیا کا ہر ایک

انسان خواہ وہ کسی ملک یا قوم سے تعلق رکھتا ہو قرآن میں اس کے لئے نصیحت نامہ ہے بلکہ اس کا قبلہ بھی تمام جہان والوں کے لئے ہدایت کا منبع ہے۔ ان حقائق کی روشنی میں سوائے اسلام کے اور کونسا مذہب ایسا ہو سکتا ہے جو عالمگیر ہو یہ اسلام ہی ہے جو تمام بے چین دلوں کو چین اور سکون کی دولت سے مالا مال کرتا ہے جو تمام پریشان حال لوگوں کے اضطراب کا حل پیش کرتا ہے مسلمان ایک خدا کے بندے ایک سول کی امت ایک کتاب کے ماننے والے اور ایک قانون شریعت کے قائل ہیں اور ایک مرکز کعبہ کی طرف متوجہ ہونے والے ہیں، لہذا ان کا یہ دعویٰ کہ خدا ایک رسول ایک اور قبلہ بھی ایک اور تمام انسانوں کا دین بھی ایک ہی ہونا چاہیے حقیقت پر مبنی ہے قرآن مجید نے خدا تعالیٰ کے بارے میں فرمایا الحمد للہ رب العالمین، ترجمہ: تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔ قرآن کے بارے میں ارشاد ہے ر  
 اِنَّ هُوَ اِلٰہٌ ذِکْرٰی لِلْعٰلَمِیْنَ ترجمہ: نہیں ہے وہ  
 قرآن مگر تمام جہانوں کے وسطے نصیحت۔

کعبہ کے بارے میں فرمایا۔

اِنَّ اَوَّلَ بَنَیْتٍ وَّضَعْنَا لِنَاسٍ لِّذِیْ بِرِّکُمْ مَبَارَکًا  
 وَ هُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ ط

ترجمہ: بیشک سب میں پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت کا مقرر ہوا  
 وہ ہے جو مکہ میں ہے برکت والا اور سارے جہان کا رہنما  
 حضور کے متعلق ارشاد خداوندی ہے۔

وَمَا اَرْسَلْنَاکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ

تہ مجہد ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے واسطے رحمت بنا کر بھیجا۔  
 جب مرکز اسلام کی ہدایت عالمگیر اسلام کی مقدس کتاب قرآن پاک  
 کی نصیحت عالمگیر پیغمبر اسلام کی رحمت عالمگیر اور خالق کائنات کی ربوبیت  
 عالمگیر تو اسلام کیونکر عالمگیر مذہب نہ ہوگا۔

### رحمتہ للعالمین

جب نبی کریمؐ جملہ عالم کیلئے رحمت ہیں تو ان کی رسالت بھی ساری دنیا  
 کے لئے ہوگی کیونکہ آپ کا رحمتہ للعالمین ہونا رسالت کی جہت سے ہے  
 جب رحمت ہمہ گیر ہے تو رسالت ہمہ گیر ہے اور رحمتہ للعالمین وہی ذات  
 ہو سکتی ہے جو تمام عالموں کی فلاح و بہبود اور عروج و ارتقاء کے لئے اپنی  
 زندگی وقف کر دے جو بندوں کو خدا سے ملا دے جو حسن الوہیت کے  
 جلوے انسانوں کو دکھلا دے جو دلوں کو پاک اور اح کو روشن و ماعنوں کو  
 درست طباع کو ہموار کرے جو اپنی حکیمانہ تعلیم کی وجہ سے امن عامہ کو  
 مستحکم اور مصلحت عام کو استوار کرے جو غریبی اور امیری جوانی و پیری  
 امن و جنگ گدالی و بادشاہی مستی و پارسانی روح و راحت چیزوں و  
 مسرت کے ہر مقام بہرہ و رجہ پر انسان کی رہنمائی کرے جو آسمانوں کی بلندی  
 زمین کی پستی رات کی تاریکی دن کی روشنی آفتاب کی چمک جگنو کی دمک  
 ذرہ کی پرواز قطرے کی طراوت میں عرفان ربانی کی سیر کر لے جو خشک  
 میدانوں میں علم و معرفت کے دریا بہائے جو بنجر زمینوں سے کتاب و حکمت  
 کے چشمے چلائے جو دشمنوں کو اپنے مکارم اخلاق سے اپنا گر دیدہ بنائے  
 جو اخلاص اور صدق و صفا کا منبع ہو جو صبر و تحمل کا معدن ہو جو رحمت

ربانی کا پتلا ہو جس نے ملکوں کی دوری اقوام و ملل کی بیگانگی کا تفاوت زبانوں اور زبانوں کا فرق دور کر کے سب کے دلوں میں ایک دلوں کے سماجوں میں ایک تصور سب کی زبانوں پر ایک ہی کلمہ جاری کر دیا ہو۔

الغرض حضور علیہ السلام کا رحمتہ للعالمین ہونا اس بات کی بین دلیل ہے کہ آپ جس دین کو لیکر تشریف لائے ہیں وہ تمام اپنی نوع انسان کے لئے مکمل صابطہ حیات ہے۔

## محفوظیت

چونکہ دین اسلام مکمل قانون اور تمام انسانوں کے لئے واجب العمل ہے اس لئے ضروری ہے کہ وہ ہر قسم کی تحریف و تبدیل اور تفسیح سے ابدالاباد تک کیلئے محفوظ کر دیا جائے چنانچہ خود اسے نازل کرنے والے ہی نے اس کی حفاظت بھی اپنے ذمہ لے لی ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ط

ترجمہ ہم نے ہی اس کتاب کو اتارا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے۔

یہ صرف اس وعدہ ربانی کا نتیجہ ہے کہ آج تقریباً چودہ سو سال کا زمانہ گزرنے کے بعد قرآن کا ایک ایک حرف بلکہ زیر و زبر بھی اسی طرح محفوظ ہے جس طرح اس وقت جب کہ نازل ہوا تھا وہی انحطاط کے اس دور میں لاکھوں سے زیادہ قرآن کریم کے حفاظ موجود ہیں اور ہزاروں سے زیادہ ایسے اہل علم بھی پائے جاتے ہیں جو پر حسیۃ بنا سکتے ہیں کہ فلاں حرف قرآن کریم میں کتنی جگہ آیا ہے اور اگر کوئی بڑے سے

بڑا دشمن اسلام اس میں ایک حرف بھی کم و بیش کرنا چاہیے تو اس میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔

## معقولیت

انسان کا امتیازی وصف عقل ہے جس کی وجہ سے انسان کو عام حیوانیت سے امتیاز حاصل ہے اور جس کی وجہ سے صحیح اور غلط حق اور باطل اچھے اور بُرے کے درمیان فرق معلوم ہوتا ہے عقل انسانی بھی فطرت انسانی کی طرح عالم گیر ہے۔

لہذا خالق کائنات نے انسانی فلاح و صلاح کے لئے جو عالم گیر دین متعین کیا ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ اس دین کے قواعد و ضوابط اصول و قوانین معقول اور انسانی عقل کے موافق ہوں تاکہ انسان اس کو قبول کر سکے مگر اسلام کے سوا کوئی دین کوئی مذہب ایسا نہیں جس کے اصول اور قوانین معقول ہوں۔ مثلاً انسان کو خدائی میں اللہ کا شریک کر دینا یا کسی انسان کو خدا بنا لینا جیسا کہ بدھ مذہب میں اور ہندو مذہب میں ہی تصور پیش کیا گیا ہے بلکہ ان کے سوا لاکھوں اور کروڑوں دیوتاؤں کو بھی خدائی درجے پر فائز کر دیا گیا حالانکہ ان کے پاس ان ہستیوں کو خدا کے اس منصب رفیع پر فائز کرنے کا نہ صرف یہ کہ کوئی عقلی ثبوت نہیں بلکہ ان کے خلاف عقلی دلائل موجود ہیں تقریباً ہی تصور یہودیت اور عیسائیت میں بھی موجود ہے چنانچہ یہودیوں نے حضرت عزیر علیہ السلام کے بارے میں اور عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ہی تصور پیش کیا ہے

یہودیوں کی تعلیمات خدا کے متعلق اتنی بعید از عقل ہیں کہ کوئی عقلمند انسان ان کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں۔ مثال کے طور پر تورات میں ایک جگہ لکھا ہے کہ خداوند زمین پر انسان کے پیدا کرنے سے بچھٹایا اور نہایت دلگیر ہوا اور عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا بھی ہیں اور یہودیوں کے ہاتھوں سولی بھی دیئے گئے۔ اس کے خلاف عقل سلیم اور فکر مستقیم کے عین مطابق عقیدہ توحید نظام عالم کی وحدت یکسانیت سے صاف ظاہر ہے کہ صرف ایک قوت اس نظام کو چلا رہی ہے اس میں اس کا نہ کوئی شریک ہے اور نہ کوئی ساجھی اس طرح اسلام کے تمام عقائد، اعمال، اصول و فروع عبادات و معاملات معقولانہ اور حکیمانہ ہیں شریعت اسلام نے ایسے دانش مندانہ اصول اور عظیم الشان قانون وضع کیئے ہیں کہ سارے جہاں میں ان کی نظیر نہیں ملتی۔

## ”اعتدال اور توازن“

عالمگیر مذہب کا قانون نہ زیادہ سخت اور نہ زیادہ نرم ہونا چاہیئے بلکہ حد اعتدال پر ہونا چاہیئے کیونکہ انتہائی سختی اور انتہائی نرمی دفع وقتی کے لیے ہوا کرتی ہے ہمہ وقتی کے لیے نہیں یہ خصوصیت صرف تعلیمات اسلامیہ ہی میں پائی جاتی ہے یہودیت اور عیسائیت کے قوانین میں نہیں کیونکہ تورات کے احکام اور قوانین اس قدر سخت ہیں کہ وہ بہت مدت تک زمانے کا ساتھ نہ دے سکے۔ یہاں تک سختی تھی کہ اگر کوئی کپڑا ناپاک ہو جاتا تو وہ دھلنے سے پاک

نہ ہوتا بلکہ اس کو وہاں سے کاٹ کر پاپ کرنے کا حکم تھا کبیرہ گناہوں کی توبہ قتل نفس کی صوت میں کی جاتی۔

اس کے برعکس انجیل کے احکام و قوانین بہت حد تک نرم اور لچک دار تھے جو زمانہ دراز تک انسانی مصلحتوں کو پورا کرنے کے لئے ناکافی تھے انجیل کا حکم ہے کہ اگر کوئی تمہارے سے ایک گال پر کوئی تھپتھپ مارے تو دوسرا گال بھی اس کے سامنے کر دو۔ دورِ حاضر کی رو سے یہ حکم بالکل ناقابلِ عمل ہے آج دنیائے عیسائیت میں کوئی اس پر عمل کرتے ہوئے نظر نہیں آتا کیونکہ دنیا کا انتظام و انصرام نہ تو زیادہ سختی سے قائم رہ سکتا ہے اور نہ ہی زیادہ نرمی سے اگر بادشاہ کے قوانین بہت سخت ہوں تو عوام آخر تنگ آکر علمِ بناوت بلند کر دیتے ہیں۔ اور اگر احکام اور قوانین بہت نرم قسم کے ہوں تو عوام اس قدر ولیر ہو جاتے ہیں کہ حاکم وقت کو خاطر میں نہیں لاتے۔ اس لئے عالمگیر مذہب کا قانون متوازن اور معتدل ہونا ضروری ہے تاکہ وہ قانونِ آخری زمانہ تک ساتھ دے۔ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس کا قانون اعتدال اور موزونیت کے ترازو میں تکا ہوا ہے یہی وجہ ہے کہ آج اقوامِ عالم اسلام کے اصول و ضوابط کو قدر کی نگاہ سے دیکھتی ہیں اور انسانی زندگی کی کامیابی کا راز انہیں اصولوں کی پابندی میں سمجھتی ہیں۔ چنانچہ بہت سے غیر مذہب والوں نے اسلام کے بعض اصولوں کو اپنے ہاں رائج کیا ہوا ہے۔

### جامعیت

انسان کی زندگی میں بے شمار مسائل پیش آتے ہیں اس لیے عالمگیر

مذہب وہی ہو سکتا ہے جس میں ہر قسم کے مسائل کا حل موجود ہو خواہ وہ مسائل اعتقادی ہوں یا عباداتی یا معاشرتی ہوں یا سیاسی، تمام۔ شعبہ ہائے حیات انسانی کے لئے اس دین میں کامل ہدایات موجود ہوں وہ مذہب امیر و غریب اور شاہ و گدا سب کے لیے بیک وقت رہنمائی کرتا ہو۔ اس میں فقط مذہبی رسومات ہی نہ ہوں بلکہ پوری زندگی کا دستور العمل بھی ہونا چاہیے۔ جس میں زندگی کے تمام شعبوں کے لیے حکیمانہ قوانین موجود ہوں اور فطرتِ صحیحہ کے اقتضاء کے عین موافق ہوں جب ہم اس معیار پر ادیانِ عالم کا مطالعہ کرتے ہیں تو اسلام کے سوا ہمیں کوئی ایسا مذہب نہیں ملتا جو اس معیار پر پورا اترتا ہو اس لیے بہت سے مخالفین اسلام نے وا شکاف الفاظ میں اسلام کے قوانین کی جامعیت کو تسلیم کیا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اسلام اپنے اندر تمام معاشی، سماجی، تجارتی، عدالتی اور مذہبی مسائل کا حل لیے ہوئے حیاتِ آفرین پیغام دیتا ہے لہذا یہی عالمگیر مذہب ہو سکتا ہے۔

## اسلام کا تصورِ قانون

قانون کی ضرورت :- قانون کی تعریفات کثیرہ سے دامن بچاتے ہوئے عرض کرتا ہوں کہ قانون کی ضرورت و اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ چنانچہ قانون کی اہمیت کو فلسفہ تاریخ کے بانی اور اسلام کے نامور فلاسفر ابن خلدون کے الفاظ میں پیش کیا جاتا ہے آپ فرماتے ہیں ”چونکہ انسان مدنی الطبع واقع ہوا ہے لہذا اس کے لیے اجتماعی زندگی ناگزیر ہے



حکماء اس کو مدنیت کہتے ہیں اور اسی کا نام ”عمران“ ہے۔ انسان کے مدنی طبع ہونے کے معنی یہ ہیں کہ انسان اپنی ضروریات زندگی خود مہیا نہیں کر سکتا بلکہ نوع انسانی کی زندگی، سوسائٹی اور باہمی تعاون کے بغیر ممکن نہیں۔ جب مل جل کر زندگی گزارنی چاہئے۔ تو اس بات کی ضرورت پیش آتی ہے کہ آپس میں لین دین کیا جائے اور ضروریات زندگی فراہم کرنے کے لیے ایک دوسرے سے مدد لی جائے۔ انسان کے حیوانی جذبے کا تقاضا یہ ہے کہ ایک دوسرے کی طرف دستِ ظلم دراز کر کے اور اندریں حالات ایک با اختیار حاکم کے بغیر جو ظلم و تعدی کو مٹا کر عدل و انصاف کو قائم کر سکے۔ دنیا میں نوع انسانی کی بقا ممکن نہ تھی، قانون اسی ضرورت کو پورا کرتا ہے۔“

(مقدمہ ابن خلدون ص ۱۶۲، ۱۶۳)

مندرجہ صدر حقیقت کا یہ بدیہی نتیجہ ہے کہ قوانین و شرائع معرض وجود میں آئیں تاکہ افراد کے باہمی مناصبات کا فیصلہ کیا جاسکے اور ان قوانین کے پیش نظر ہر فرد کے حقوق کا تعین ہو جائے اور اس کے باہمی جدال و نزاع کی روک تھام ہو سکے۔

ابتدائی دور میں انسانوں کی زندگی چونکہ بالکل سادہ تھی اس لئے ان کے عادات و رسوم بھی سادہ تھے اس زمانے میں قوانین کا نفاذ قبیلہ کی رائے عامہ اور اس کے سردار کے اقتدار پر موقوف تھا اور کبھی بصدق ”جس کی لاکھی اس کی بھینس“ انفرادی اقتدار پر بھی!

جب انسانی تمدن ترقی پذیر ہوا تو اس کے معاشرے کے حالات بھی بدلے انسانوں میں مختلف قسم کے روابط و مراسم استوار ہوئے اور ان میں پیچیدگیاں اور دشواریاں پیش آنے لگیں حقوق انسانی کی

حفاظت کے لیے واضح قوانین کی ضرورت پیش آئی پھر یہ قوانین عادات و رسوم سے الگ ہونے لگے سردار قبیلے کی جگہ حکومت نے لے لی جو اپنی اجتماعی طاقت کے ذریعے قوانین کو نافذ کرنے لگی۔

اسلامی قانون کی ہمہ گیری بہ قانون کے باسے میں مسلمانوں کا زاویہ نگاہ دنیا کی دوسری قوموں کے نقطہ نظر سے مختلف رہا ہے اسلام زندگی کو ایک ناقابل تقسیم وحدت تصور کرتا ہے اور پوری زندگی کو الہامی زندگی کے تابع بناتا ہے۔ خالق کائنات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انسانی زندگی کی تعمیر و تشکیل کے لیے جو احکام دیے ہیں انہی کا نام اسلامی قانون ہے۔ یہ احکام زندگی کے تمام شعبوں کا احاطہ کرتے اور انفرادی و اجتماعی سیاسی و معاشرتی تمدنی و معاشی، دیوانی و فوجداری ملکی اور بین الاقوامی ہر پہلو کی اصلاح کرتے ہیں۔ اسلام کا تصور قانون نہایت ہمہ گیر ہے اور مہذب سے لحد تک انسان کی پوری زندگی کے لیے ضابطہ حیات دیتا ہے۔ اسی ضابطہ حیات کو زندگی کے تمام شعبوں اور مرحلوں میں جاری و ساری کرنا مسلمان کا بنیادی فرض ہے ایسا فرض جس پر اقامت دین کا مدار و انحصار ہے۔

مسلمانوں کے لیے قانون کا سوال کبھی بھی صرف علمی اور نظری نہیں رہا ہے۔ اسلامی قانون ان کے معاشرے میں زندہ اور محرک قوت ہے وہ ان کی روزمرہ زندگی کی تشکیل کرتا ہے۔ گذشتہ چودہ صدیوں میں ہر دور میں اور ہر زمانہ میں ان کی انفرادی زندگی کی شیرازہ بندی یہی قانون کرتا رہا ہے اور آج بھی کر رہا ہے۔ . . . البتہ مسلمانوں کے ہاتھ سے سیاسی اقتدار کے نکل جانے سے ملک کا قانون آہستہ آہستہ

شریعت اسلامی سے دُوری اختیار کر تا گیا اور مغربی استعمار نے مسلمانوں پر مغربی  
قوانین کو مسلط کر دیا۔

اسلام ایک جامع نظام حیات اور ایک ناقابل تقسیم وحدت ہے اس  
میں مادی اور روحانی، مذہبی اور سیاسی کوئی تفریق نہیں بلکہ اسلام اسی  
وقت پورے حُسن اور توازن کے ساتھ قائم و نافذ ہو سکتا ہے۔ جب  
ریاست کی قوت بجا خدا کے احکام کی تابع اور اسلامی نظام کی محافظ ہو۔ اگر  
اس میں کوئی خلا پیدا ہو جاتا ہے تو اسلام کی اجتماعی افادیت کو سخت دھچکا  
لگتا ہے اور اسلام اپنا صحیح تعمیری کردار ادا نہیں کر پاتا۔ اس کو ہمارے  
نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان الفاظ میں ادا فرمایا ہے "اسلام  
اور حکومت دو بڑے واں بھائی ہیں دونوں میں سے کوئی ایک دُوسرے  
کے بغیر درست نہیں رہ سکتا۔ پس اسلام کی مثال ایک عمارت کی ہے  
اور حکومت اس کی نگہبان ہے۔ جس عمارت کی بنیاد نہ ہو وہ گر جاتی ہے  
اور جس کا نگہبان نہ ہو وہ ضائع ہو جاتا ہے۔" (کنز العمال)۔ حقیقت یہ  
ہے کہ مسلمانوں کا سب سے بڑا مسئلہ یہی ہے کہ وہ اس نگہبان سے  
محروم ہو گئے جو نظام اسلامی کا محافظ تھا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ یہ  
عمارت آہستہ آہستہ گرنا شروع ہوئی۔ رہنوں اور لیڈروں نے  
ہر قسم کی لوٹ مار کی اور مسلمانوں کی زندگی کا شیرازہ بکھر گیا۔ اسلامی  
معاشرہ میں وحدت کی جگہ تفریق اور ہم آہنگی کی جگہ تناقض و تضاد  
نے لے لی۔

اسلام پوری زندگی پر خدا کے قانون کی حکمرانی چاہتا ہے اسلامی  
قانون صرف انفرادی زندگی کے لیے نہیں ہے بلکہ وہ زندگی کے

تمام شعبوں پر حاوی ہے بلکہ بالفاظ صحیح تر اس کا اصل دائرہ عمل، اجتماعی زندگی ہے اس سے زندگی سنورتی ہے اور سوسائٹی میں نیکی رواج پائی ہے، اسلام ایک ہمہ گیر قوت بنتا ہے اور معاشرہ رونما ہوتا ہے جس پر سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے الفاظ میں آسمان اپنی کتیں نازل کرتا ہے اور زمین اپنے خزانے اگل دیتی ہے۔ یہ کیفیت اسی وقت پیدا ہوتی ہے جب پوری زندگی پر اسلامی قانون کی نگرانی ہو اور انفرادی و اجتماعی، سیاسی و معاشی ملکی اور بین الاقوامی ہر دائرہ میں اسلامی قانون جاری و ساری ہو۔ اسلام زندگی میں کسی دینی کو گوارا نہیں کرتا اس کا مطالبہ یہ ہے دین میں پورے پورے اہل ہو جاؤ اور شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو (البقرہ، قرآن انبیاء کی بعثت کا ایک اہم مقصد ہی یہ بتاتا ہے کہ وہ خدا کی زمین پر خدا کا قانون نافذ کریں انسانوں کے درمیان خدا کی نازل کردہ ہدایات کے مطابق انصاف قائم کریں۔ قرآن سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آتی ہے کہ اسلام کا یہ بنیادی مطالبہ ہے کہ ملکی قانون خدا کی شریعت کے مطابق ہو اور ریاست کی قوت اقامت دین کے لیے استعمال کی جائے اگر ایسا نہ ہو تو پھر نہ اسلامی زندگی مکمل ہے نہ اسلامی نظام قائم و فعال ہے اور نہ معاشرہ کو اخلاقی اقدار کی برکتیں نصیب ہوتی ہیں اس کا لازمی نتیجہ یہی نکلتا چاہیے کہ زندگی میں تناقض و تضاد رونما ہو اور اسلامی وحدت مجموعہ اضداد بن کر رہ جائے۔ کیا یہ تناقض نہیں ہے کہ اگر ایک ملک کے باشندے مسلمان ہیں اور وہ اپنے کو خدا کا بندہ اور غلام سمجھتے ہیں تو یہ کیوں کر ممکن ہے

کہ انہی افراد سے جو معاشرہ وجود میں آتا ہے وہ اجتماعی طور پر اسی مالک اور آقا کے قانون کا تابع ہو جائے انفرادی زندگی میں مسلمان اور اجتماعی زندگی میں فسق و کفر کے علمبردار گھر میں خدا کے اطاعت شعار اور میدان سیاست میں مغربی جہالت کے پرستار۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ مسلمان اتنے عظیم تضاد کا شکار ہو جائیں۔ اسی تناقض و تضاد کا احساس ہے جس نے مسلمانوں کو نظام کفر و فسق میں کبھی چین کی ایک رات اور سکون کا ایک دن بھی نہیں گزارنے دیا اور ہمیشہ اس امر کی کوشش کرتے رہے کہ ان کی اجتماعی زندگی خدا کے قانون کے تابع ہو اور اسلامی شریعت ہر شعبہ حیات کی رُوحِ رواں بن جائے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے یہی کلمہ بلند کیا۔ اسلام میں قانون سازی کا تصور بر اسلام میں قانون سازی کا دائرہ عمل کیا ہے؟ اس کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ پہلے دو باتیں واضح طور پر پہچانی نگاہ میں رہیں۔

۱۔ حاکمیت الہیہ :- اول یہ کہ اسلام میں حاکمیت خالصتاً اللہ تعالیٰ کی تسلیم کی گئی ہے۔ قرآن عزیز عقیدہ توحید کی جو تشریح کرتا ہے اس کی رُو سے خدائے وحدہ لا شریک صرف مذہبی معنوں میں معبود نہیں ہے بلکہ سیاسی اور قانونی مفہوم کے لحاظ سے حاکم مطاع امر و نہی کا مخزن اور واضح قانون بھی ہے خدائی اس قانونی حاکمیت کو قرآن اتنی ہی وضاحت اور اتنے ہی زور سے پیش کرتا ہے جس کے ساتھ اس نے خدائی مذہبی معبودیت کا عقیدہ پیش کیا ہے۔ اس کے نزدیک خدا کی یہ دونوں حیثیتیں اس کی الٰہیت کے لازمی تقاضے ہیں جن کو ایک دوسرے سے علیحدہ نہیں کیا جاسکتا۔ اور ان میں سے جس کا بھی انکار کیا جائے وہ لازماً خدا کی الٰہیت کا انکار ہے اس کے

علاوہ وہ اپنی ساری دعوت ہی اس بنیاد پر اٹھاتا ہے کہ اپنی اجتماعی اور اخلاقی زندگی میں خدا کے اس شرعی قانون کو تسلیم کرنا چاہیے جو اس نے اپنے انبیاء کے ذریعے سے بھیجا ہے اس کا نام اسلام ہے۔

۲۔ اتباع سنت: دوسری بات جو اسلام میں اتنی ہی اہمیت رکھتی ہے جتنی کہ توحید خداوندی۔ وہ یہ چیز ہے جس کی بدولت توحید کا عقیدہ محض تخیل سے ایک عملی نظام کی شکل اختیار کرتا ہے اور اسی پر اسلام کے پورے نظام زندگی کی عمارت قائم ہوتی ہے۔ یہی محمدی قانون وہ بالاتر قانون ہے جو حاکم اعلیٰ کی مرضی کی نمائندگی کرتا ہے۔ اسلامی قانون حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہم کو دو شکلوں میں ملا ہے ایک قرآن جو لفظ بہ لفظ خداوند عالم کے احکام و ہدایات پر مشتمل ہے۔ دوسرے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اُسوۂ حسنہ یا آپ کی سنت جو قرآن کے منشا کی توضیح و تشریح کرتی ہے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کے محض قاصد نہ تھے بلکہ وہ اس کے مقرر کیے ہوئے حاکم رہنا اور معلم بھی تھے۔ ان کا کام یہ تھا کہ وہ اپنے قول و عمل سے قانون الہی کی توضیح و تشریح کریں۔ اس کا صحیح منشا سمجھائیں۔ اس کے مطابق افراد کی تربیت کریں پھر تربیت یافتہ افراد کو ایک منظم جماعت کی شکل دے کر معاشرے کی اصلاح کی جدوجہد کریں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پورا کام جو ۲۳ سال کی پیغمبرانہ زندگی میں آپ نے انجام دیا وہ سنت ہے جو قرآن کے ساتھ مل کر حاکم اعلیٰ کے قانون کی تشریح کی تکمیل کرتی ہے اور اسی کا نام اسلامی شریعت ہے۔

بادی النظر میں ایک آدمی مذکورہ صدر حقیقت کو سن کر یہ گمان

کر سکتا ہے کہ اس صورت میں تو ایک اسلامی ریاست میں قانون سازی کی کوئی گنجائش ہی نہیں۔ کیونکہ یہاں تو قانون ساز صرف خدا ہے۔ لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ اسلام قانون سازی کی نفی نہیں کرتا بلکہ اسے خدائی قانون کی بالاتری سے محدود کرتا ہے اس بالاتر قانون کے تحت اور اس کے قائم کیے ہوئے حدود کے اندر قانون سازی کی اجازت دیتا ہے۔ قانون سازی کے ماخذ اب سوال یہ ہے کہ اسلامی قوانین کے ماخذ و مصادر کیا ہیں اور اسلام میں قانون سازی کا طرز و انداز کیا ہے؟

۱۔ قرآن مجید۔ اسلامی قانون کا سرچشمہ اول قرآن ہے۔ یہ اسلامی قانون کا اصل الاصول ہے۔ اسلامی شریعت میں قرآن مجید کو وہی حیثیت حاصل ہے جو ایک دستور کو ہوتی ہے اس میں منصوص احکام اجمالاً بیان کیے گئے ہیں۔

جزئیات و تفصیل سے اس میں بحث نہیں کی گئی مثلاً صلوٰۃ و زکوٰۃ کا حکم دیا گیا ہے۔ نماز کی کمیّت و کیفیت اور زکوٰۃ کی شرح مقدار بیان نہیں کی۔ سنت رسولؐ نے اس کی تفصیل بیان کی ہے اسی طرح قرآن نے وفائے عہد کا حکم دیا ہے بیع حلال ہونے اور ربا کے حرام ہونے کو بیان کیا گیا ہے۔ مگر وہ تفصیلات نہیں بتائیں۔ جن سے معلوم ہو کہ معاہدات کی وہ کون سی شکلیں ہیں جن کی پابندی ضروری ہے کس قسم کے عہد و پیمان باطل اور قاسد ہوتے ہیں یہی حال بیع اور ربا کا ہے کہ بیع اور شراہ کے انواع کی تفصیلات قرآن میں موجود نہیں ان تمام تفصیل کو اس نے سنت پر چھوڑ دیا ہے۔

معاملات، سیاسی نظم اور اجتماعی زندگی کے متعلق قرآنی نصوص

کے اجمال و اختصار میں لا تعداد مصاحح پنہاں ہیں اس لیے کہ قرآنی احکام اس کے مقتضیات و مصاحح میں گونا گوں تغیرات ناگزیر ہیں پس ضروری تھا کہ دائرے کے نقطہ کی طرح قرآنی احکام و اوامر اپنی جگہ قائم رہتے۔ لیکن اس قیام و ثبات کے باوجود ان میں جمود و تعطل نہ ہوتا بلکہ زمانے کے تغیرات کے ساتھ وہ حرکت پذیر رہتے اور یہ صرف اس صورت میں ممکن تھا جب کہ ان اصول و کلیات پر اکتفاء کیا جاتا جن کے دائرے میں قیامت تک کی جزئیات و تفصیل سمٹی ہوئی ہوتیں۔ اور یہی قرآن نے کیا ہے لہذا ہر دور کے مقتضیات و مصاحح پر قرآن کے اجمالی نصوص منطبق ہوتے چلے جائیں گے اور شمع درخشاں کی تابانی اپنی جگہ رہے گی اور اس میں زمانہ کی گردش سے نت نئی حقیقتیں نظر آتی رہیں گی۔

مثال کے طور پر قرآن نے سیاست کے باب میں شوریٰ کا حکم دیا ہے مگر اس کی کوئی متعین صورت نہیں بتائی پس شوریٰ کے اس اصول کی رو سے یہ بات ضروری قرار پاتی ہے کہ اسلام کی نگاہ میں حکومت کا دار و مدار شوریٰ پر ہونا چاہیے تاکہ اس میں استبداد کی کار فرمائی نہ ہو کسی فرد و احد یا کسی خاص گروہ کا تسلط نہ ہونا چاہیے۔

۴۔ سنت رسولؐ: اسلامی قانون کا دوسرا ماخذ سنت رسولؐ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآنی احکام کو کس طرح نافذ کیا۔ کس طرح اسلام کے تخیل کو عملی جامعہ بنایا۔ کس طرح اس سوسائٹی کی تشکیل کی جو اس تخیل کا نتیجہ تھی پھر کس طرح اس سوسائٹی کو منظم کر کے ایک سٹیٹ کی شکل دی۔ اور اس سٹیٹ کے مختلف شعبوں کو کس طرح چلا کر دکھایا یہ چیزیں سنت رسولؐ خدا صلی اللہ علیہ



دُآلم و سلم سے ہی ہمیں معلوم ہو سکتی ہیں اور انہی کے مدد سے ہم یہ جان سکتے ہیں کہ قرآن کا ٹھیک منشاء کیا ہے۔

ماخذ قانون ہونے میں سنت کا درجہ قرآن کے بعد اس لئے ہے کہ سنت قرآن کے اجمال کی تفصیل اور اس کے اشکال کی توضیح و تفسیر ہے لیکن یہ امر بھی پیش نظر رہے کہ قرآن سے دوسرے مرتبہ پر ہونے کے باوجود ایک جہت سے سنت بجائے خود ایک مستقل ماخذ تشریح ہے کیونکہ سنت میں ایسے احکام بھی وارد ہوئے ہیں، جو قرآن میں مذکور نہیں۔

مزید برآں قرآن مجید صاف و صریح الفاظ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خدا کی طرف سے مقرر کیا ہوا معلم، سربراہ، پیشوا، رہنما، شارح کلام اللہ قاضی اور حاکم و فرمان روا قرار دے رہا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہ مناصب اس کتاب پاک کی رو سے منصب رسالت کے اجزائے لاینفک ہیں۔ کلام الہی کی یہی تصریح ہے جن کی بناء پر صحابہ کرام کے دور سے لے کر آج تک تمام مسلمانوں نے بالاتفاق یہ مانا ہے کہ مذکورہ بالا تمام حیثیات میں حضور علیہ السلام نے جو کام کیا ہے وہ قرآن کے بعد دوسرا ماخذ قانون ہے۔

۳۔ اجماع: اسلامی قانون کا تیسرا ماخذ اجماع ہے اجماع کی تعریف میں علماء کے اقوال مختلف ہیں امام شافعی کے نزدیک اجماع اس چیز کا نام ہے کہ "ایک مسئلے میں تمام متفق ہوں اور کوئی ایک قول بھی اس کے خلاف نہ پایا جاتا ہو" ابن جریر طبری اور ابو بکر رازی کی اصطلاح میں اکثریت کا قول بھی اجماع ہے امام احمد حنبلہ کی

مسئلے میں یہ کہتے ہیں کہ ہمارے علم میں اس کے خلاف کوئی قول نہیں ہے تو اس کا مطلب یہ لیا جاتا ہے کہ امام صاحب موصوف کے نزدیک اس مسئلے میں اجماع ہے۔ اجماع کی حجیت ایک مسلمہ امر ہے۔ جس بات میں اختلاف ہے وہ اجماع کا وقوع و ثبوت ہے۔ خلافت راشدہ کے دور میں چونکہ نظم جماعت قائم اور شورشی پر مبنی تھا۔ اس لیے اس دور کے اجماعی فیصلے تو معتبر روایات سے ثابت ہیں لیکن بعد کے ادوار میں جب نظام جماعت درہم برہم اور شورشی کا طریقہ ختم ہو گیا۔ تو یہ معلوم ہونے کا کوئی ذریعہ باقی نہ رہا کہ کس امر پر اجماع منعقد ہوا ہے اور کس چیز پر نہیں۔

اسی بناء پر خلافت راشدہ کا اجماع تو ناقابل انکار مانا جاتا ہے مگر بعد کے ادوار میں اجماع کے دعوے کو ثابت کرنا بڑا مشکل ہے عام طور پر یہ جو مشہور ہے کہ امام شافعیؒ یا امام احمد بن حنبلؒ سے اجماع کے وجود ہی کے منکر تھے یا کسی دوسرے امام نے اس کا انکار کیا ہے یہ سب کچھ اس بات کو نہ سمجھنے کی وجہ سے ہوا جو اوپر بیان کی گئی ہے امام شافعیؒ نے اس مسئلے پر مفصل بحث کر کے یہ سمجھا پایا ہے کہ دنیا کے اسلام کے پھیل جانے اور جگہ جگہ اہل علم کے منتشر ہوجانے اور نظام جماعت درہم برہم ہونے کے بعد اب کسی جزوی مسئلہ کے متعلق یہ معلوم کرنا مشکل ہو گیا ہے کہ اس میں تمام علماء کے اقوال کیا ہیں۔ اس لیے جزئیات میں اجماع کا دعویٰ کرنا مشکل ہے البتہ اسلام کے اصول و ارکان کے بارے میں ضرور کہا جاسکتا ہے کہ ان پر اجماع ہے۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ اجماع کے معنی یہ ہیں کہ کسی حکم پر تمام علماء مسلمین متفق ہو جائیں اور جب کسی حکم پر تمام اُمت کا اجماع ہو جائے تو کسی شخص کے لیے انکار کی گنجائش نہیں رہتی کیونکہ پوری اُمت کبھی ضلالت پر متفق نہیں ہو سکتی لیکن بہت سے مسائل ایسے ہیں جن کے متعلق بعض لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ ان میں اجماع ہے حالانکہ دراصل اجماع نہیں ہوتا بلکہ دوسرا قول راجح ہوتا ہے۔

۴۔ قیاس :- ایسے معاملات جن کے بارے میں شریعت نے کوئی حکم نہیں دیا مگر ان سے ملتے جلتے معاملات کے بارے میں وہ حکم دیتی ہے اس دائرے میں قانون سازی کا عمل اس طرح ہوگا کہ احکام کی علتوں کو ٹھیک ٹھاک سمجھ کر ان تمام معاملات میں ان کو جاری کیا جائے گا جن میں وہ علتیں فی الواقع پائی جاتی ہوں اس کو قیاس کہتے ہیں۔

فقہی احکام کے اثبات کے قیاس کا مرتبہ کتاب و سنت اور اجماع کے بعد ہے لیکن یہ اپنے دائرہ اثر کے لحاظ سے اجماع کے مقابلہ میں کہیں زیادہ وسیع ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ جزئیات و تفصیلات کے باب میں کتاب و سنت کی تصریحات محدود ہیں اور زیادہ تر اصول و کلیات ہیں۔ اور زمانہ روز بہ ترقی ہے۔ حالات بدلتے جا رہے ہیں۔ زمانہ ہر نئی کرڈٹ کے ساتھ نئے نئے تقاضے لے کر سامنے آتا ہے اس لیے زندگی کے مسائل و معاملات سے ہمڈرا ہونے اور ان سے مستقیم شرعی احکام کی تشخیص و تعیین کے لیے سوائے قیاس کے اور کوئی چارہ بھار نہیں ہے۔ نظر یہی نئے پیش آمدہ مسائل سے متعلق فروی احکام کے ثبات کے لیے قیاس اسلامی قانون کا ایک وسیع الاثر ماخذ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جناب فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ایک مکتوب کے ذریعے حضرت ابو موسیٰ اشعریٰ کو لکھا تھا "تمہارے دل میں جب کسی معاملہ

کے متعلق کھٹک ہو جس کا کوئی حکم کتاب و سنت میں موجود نہ ہو تو اپنے فکر و نظر کو کام میں لاؤ اور واقعہ کے سائے پہلوؤں کو اچھی طرح سمجھ کر بنظر غائر جائزہ لو پھر ان کے اشباہ و نظائر کو تلاش کرو اس کے بعد ان نظائر کو سامنے رکھ کر قیاس کرو۔“

کتاب و سنت پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جہاں احکام کے متعلق نصوص وارد ہیں وہاں ان کی علت و غایت کو بیان کر دیا گیا ہے ایسا کیوں ہے؟ اس کی وجہ یہی تو ہے کہ ہر زمانے میں ان احکام کو اشباہ و نظائر کی حیثیت سے ملحوظ رہنا تھا۔ ارتقائے زمانہ کی بناء پر لازماً ہر دور میں قیاس سے سابقہ پیش آتا تھا۔ اس لیے کتاب و سنت نے بیان احکام پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ ان کی علت و غایت کا تذکرہ کر کے قیاس کا دروازہ کھول دیا ہے تاکہ منصوص کے ساتھ غیر منصوص کا اسحاق کیا جاسکے اور اشتراک علت کی بناء پر از روئے قیاس غیر منصوص کا بھی وہی حکم قرار دجائے جو منصوص کا بیان ہوا ہے۔

فقہ اسلامی میں قیاس کا مثالیں بے شمار ہیں کتاب و سنت میں چیزوں کی خرید و فروخت کے متعلق بکثرت احکام وارد ہوئے ہیں اس کے مقابلہ میں اجارہ دہی پر دینا سے متعلق بہت کم احکام ہیں۔

فقہائے ان احکام کو بیع و شراء پر قیاس کیا ہے کیوں کہ اجارہ بھی ایک طرح کی بیع ہے اور دونوں کی علت ایک ہے اس سے واضح ہوتا ہے کہ اسلامی قانون میں قیاس کو کیا اہمیت حاصل ہے امام شافعیؒ کے شاگرد رشید امام مرنی نے بڑے بلیغ انداز میں قیاس کی اہمیت واضح کی ہے فرماتے ہیں ”عہد نبویؐ سے عصر حاضرہ تک تمام فقہاء نے زندگی کے ان سارے معاملات میں قیاس سے کام لیا ہے جن کے لیے دینی احکام کے

اثبات اظہار کی ضرورت پڑی۔ لہذا قیاس سے انکار کی گنجائش نہیں کیونکہ قیاس کا مفاد اس کے سوا کیا ہے کہ وہ ان امور پر روشنی ڈالتا ہے جن سے کتاب و سنت خاموش ہے۔“

قانون سازی کا یہ سارا عمل جو اسلام کے قانون نظام کو متحرک بنانا اور زمانے کے بدلے ہوئے احکام کے ساتھ ساتھ اس کو نشوونما دیتا چلا جاتا ہے ایک خالص علمی تحقیق ہی کے ذریعے انجام پاسکتا ہے اور اسی کا نام اسلامی اصطلاح میں اجتہاد ہے اصطلاحاً اجتہاد سے یہ معلوم کرنے کی کوشش مراد ہے کہ مسئلہ زیر بحث میں اسلام کا حکم یا اس کا منشاء کیا ہے۔ اجتہاد کا مقصد چونکہ اسلامی قانون کو ٹھیک ٹھاک سمجھنا اور اس کے قانونی نظام کو زمانہ کی رفتار کے ساتھ ساتھ متحرک کرنا ہے اس لیے ہر شخص اجتہاد کا اہل نہیں ہو سکتا بلکہ اس کے لیے گہری اہلیت و صلاحیت اور اسلامی قانون میں زبردست مہارت و بصیرت کی ضرورت ہے۔

## مصنف کی دیگر تصانیف

### (۱) باطل اپنے اپنے میں

اس کتاب کا دوسرا نام "ایم ایم" ہے جس نے تمام باطل فرقوں کے چھکے چھڑا دیئے ہیں۔ اس کتاب میں ثابت کیا گیا ہے کہ دیوبندیوں، غیر مقلدوں، شیعوں اور جماعت اسلامی کی گستاخانہ عبارات کسی طرح بھی مزرائیوں کی گستاخانہ عبارات سے کم نہیں۔ یہ وہ کتاب ہے جس کو کئی دیوبندی پڑھ کر صحیح العقیدہ سنی بن گئے ہیں۔ اس کتاب کا ہر سنی مسلمان کے پاس ہونا از حد ضروری ہے۔ یہ کتاب داعیوں حضرات کے لئے ایک عظیم علمی سرمایہ ہے۔

### (۲) بدر الکبریٰ

فلسفہ جہاد پر نہایت مدلل اور مبسوط کتاب جس میں واقعہ غزوہ بدر کے ساتھ ساتھ کئی اہم مسائل پر بھی سیر حاصل تبصرہ کیا گیا ہے۔ یہ کتاب تمام تعلیم یافتہ دینی ذوق رکھنے والے احباب کے لئے ایک قیمتی سرمایہ اور باعث سکون قلب ہے۔ اس کتاب کا ہر مسلمان کے پاس ہونا لازمی ہے۔

### کتاب التثویر فی خصائص السراج المبین

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت عین ایمان ہے۔ جو ہر عبادت کی روح ہے۔ یہی سرمایہ مومن کے لئے راحتِ جان ہے۔ اب

کے فضائل، کمالات اور خصائص کے مطالعہ سے مومن کے دل میں عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا دریا موجزن ہوتا ہے۔ اس مقصد کی تکمیل کے لئے اس کتاب کا ہر مسلمان خصوصاً ہر واعظ کے پاس ہونا ضروری ہے۔

### ۱۴) فلسفہ ارکانِ خمسہ

اس کتاب میں کلمہ طیبہ، نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کی حکمتیں فلسفہ اور فوائد بیان کئے گئے ہیں۔ غافلوں کو تنبیہ کرنے والی، بے عملوں کو عمل کی طرف راغب کرنے والی۔ نماز سے جی چرانے والوں کو پابند نماز بنانے والی، فرائض میں کوتاہی کرنے والوں کو ادائیگی فرائض کی طرف مائل کرنے والی بے مثل کتاب فلسفہ ارکانِ خمسہ ہے۔

### ملنے کا پتہ

- ۱۔ جامع مسجد غوثیہ خضر پور گلبرگ پشاور
- ۲۔ مکتبہ فریدیہ جناح روڈ ساہیوال
- ۳۔ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھڑ
- ۴۔ مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور
- ۵۔ نوری رضوی بک ڈپو خانپور ضلع ملتان۔







